روزنامہ

الفضل

ربوہ

ایڈیٹر: عبدالسمیع خان

CPL 61 ☎ 213029

سالانہ نمبر 1998ء

عالمی بیعت کی تقریب

کا ایک روح پرور نظارہ

اے چھاؤں چھاؤں شخص تری عمر ہو دراز

الفضل اور الفضل کے قارئین کے لئے
محبت بھری دعاؤں کے ساتھ
1-12-98

اے اپنے رب کے عشق میں دیوانے آدمی
دیوانے تیرے ہم کہ ہُوا تو خدا کا ناز

آیا زباں پہ اسمِ گرامی کہ بس ادھر
پُرنم ہوئی وہ آنکھ وہ سینہ ہُوا گداز

ہستی باری تعالیٰ کے بارے میں حضرت مسیح موعود کے روح پرور پاکیزہ ارشادات

کسی عاقل کی عقل ایسی خوبصورتی پیش ہی نہیں کر سکتی جو خدا میں نہ پائی جاتی ہو

خدا ایک پیارا خزانہ ہے اس کی قدر کرو۔ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہے

اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا

"خدا ایک پیارا خزانہ ہے۔ اس کی قدر کرو۔ کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہے۔ تم بغیر اس کے کچھ بھی نہیں اور نہ تمہارے اسباب اور تدبیریں کچھ چیز ہیں۔ غیر قوموں کی تقلید نہ کرو کہ جو بکلی اسباب پر گر گئی ہیں اور جیسے سانپ مٹی کھاتا ہے انہوں نے سفلی اسباب کی مٹی کھائی اور جیسے گدھ اور کتے مردار کھاتے ہیں انہوں نے مردار پر دانت مارے۔ وہ خدا سے بہت دور جا پڑے .... ان کے اندر دنیا پرستی کا جذام ہے جس نے ان کے تمام اندرونی اعضاء کاٹ دیئے ہیں۔ پس تم اس جذام سے ڈرو...... اگر تمہیں آنکھ ہو تو تمہیں نظر آجائے کہ خدا ہی خدا ہے اور سب ہیچ ہے۔" (کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد 19 ص 22)

ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں۔ کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے۔ اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھادوں۔ کس دف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے۔ تا لوگ سن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں۔ (کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد 19 ص 21)

ذات باری کا اسم اعظم ذات واجب الوجود کا اسم اعظم جو اللہ ہے کہ جو اصطلاح قرآنی ربانی کے رو سے ذات مجمع جمیع صفات کاملہ اور منزہ عن جمیع رذائل اور معبود برحق اور واحد لاشریک اور مبدء جمیع فیوض پر بولا جاتا ہے۔ (براہین احمدیہ۔ روحانی خزائن جلد 1 ص 415 حاشیہ نمبر 11)

اللہ کا معنی۔ اللہ جلّ شانہٗ کا ترجمہ ہے وہ معبود یعنی وہ ذات جو غیر مدرک اور فوق العقول اور وراء الوراء اور دقیق در دقیق ہے جس کی طرف ہر ایک چیز عابدانہ رنگ میں یعنی عشقی فنا کی حالت میں جو نظری فنا ہے یا حقیقی فنا کی حالت میں جو موت ہے رجوع کر رہی ہے۔ (تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد 17 ص 268)

تمام صفات کا موصوف قرآن کی اصطلاح کی رو سے اللہ اس ذات کا نام ہے جس کی تمام خوبیاں حُسن و احسان کے کمال کے نقطہ پر پہنچی ہوئی ہوں اور کوئی منقصت اس کی ذات میں نہ ہو۔ قرآن شریف میں تمام صفات کا موصوف صرف اللہ کے اسم کو ہی ٹھہرایا ہے تا اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ اللہ کا اسم تب متحقق ہوتا ہے کہ جب تمام صفات کاملہ اس میں پائی جائیں۔ (ایام الصلح۔ روحانی خزائن جلد 14 ص 247)

تمام صفات کاملہ کا مجمع قرآن شریف کی اصطلاح میں اللہ اس ذات کامل کا نام ہے کہ جو معبودِ برحق اور مجمع جمیع صفات کاملہ اور تمام رذائل سے منزہ اور واحد لاشریک اور مبدء جمیع فیوض ہے۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ نے اپنے کلام پاک قرآن شریف میں اپنے نام اللہ کو تمام دوسرے اسماء و صفات کا موصوف ٹھہرایا ہے اور کسی جگہ کسی دوسرے اسم کو یہ رتبہ نہیں دیا۔ پس اللہ کے اسم کو بوجہ موصوفیت تامہ ان تمام صفتوں پر دلالت ہے جن کا وہ موصوف ہے اور چونکہ وہ جمیع اسماء اور صفات کا موصوف ہے اس لئے اس کا مفہوم یہ ہوا کہ وہ جمیع صفات کاملہ پر مشتمل ہے .... نیز جس قدر محامد صحیحہ اور کمالات تامہ کو عقل کسی عاقل کی سوچ سکتی ہے یا فکر کسی متفکر کا ذہن میں لا سکتا ہے وہ سب خوبیاں اللہ تعالیٰ میں موجود ہیں اور کوئی ایسی خوبی نہیں کہ عقل اس خوبی کے امکان پر شہادت دے مگر اللہ تعالیٰ بدقسمت انسان کی طرح اس خوبی سے محروم ہو بلکہ کسی عاقل کی عقل ایسی خوبی پیش ہی نہیں کر سکتی کہ جو خدا میں نہ پائی جائے۔ جہاں تک انسان زیادہ سے زیادہ خوبیاں سوچ سکتا ہے وہ سب اس میں موجود ہیں اور اس کو اپنی ذات اور صفات اور محامد میں من کل الوجوہ کمال حاصل ہے اور رذائل سے بکلی منزہ ہے۔ اب دیکھو یہ ایسی صداقت ہے جس سے سچا اور جھوٹا مذہب ظاہر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ تمام مذہبوں پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ بجز اسلام دنیا میں کوئی بھی ایسا مذہب نہیں ہے کہ جو خدائے تعالیٰ کو جمیع رذائل سے منزّہ اور تمام محامد کاملہ سے متصف سمجھتا ہو۔ (براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 435 حاشیہ نمبر 11)

روزنامہ
الفضل
ربوہ

پبلشر: آغا سیف اللہ - پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس - ربوہ
مقام اشاعت: دارالنصر غربی - ربوہ

قیمت
30 روپے

26 فتح 1377 ہش 26 دسمبر 1998ء

جماعت احمدیہ - 1998ء میں

1998ء بھی اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور فضلوں کے جلووں کے ساتھ رخصت ہو رہا ہے۔ اس سال بھی جماعت احمدیہ نے اپنے مولا کے پیار کے جو نظارے دیکھے اس کی تفصیل رقم کرنا تو کسی کے بس کی بات نہیں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ جلسہ سالانہ U.K پر اس کے کچھ شعبوں پر طائرانہ نظر دوڑاتے ہیں ان سطور میں ایک خاص پہلو سے بعض عنوانات کا تذکرہ کرنا ازدیاد ایمان کے لئے مقصود ہے۔

تاریخ احمدیت کے اس دور کو ہم احمدیت کے فضائی دور کے نام سے یاد کر سکتے ہیں۔ تربیت اور دعوت الی اللہ کے پھیلتے ہوئے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے جماعت کو ایم ٹی اے کا عظیم تحفہ عطا فرمایا ہے "بے شمار رحمتیں اور برکتیں اس کی کوکھ سے جنم لے رہی ہیں۔

1998ء کا آغاز بھی رمضان المبارک سے ہوا اور اختتام بھی اسی بابرکت مہینہ سے ہو رہا ہے۔ رمضان کی عمومی انفرادی اور اجتماعی برکات کے علاوہ احمدیوں کے لئے تو یہ ایک خاص موسم بہار ہوتا ہے۔ کیونکہ عالمی درس قرآن ان کی روحانی سیری کا سامان کرتا ہے۔ یہ پیاس بجھاتا بھی ہے اور مزید بھڑکاتا بھی ہے۔ اور پھر تشنہ لب چھوڑ کر آنکھیں نئے سال کی راہ پر لگا دیتا ہے۔

حضور کی ترجمۃ القرآن کلاس بھی علم و عرفان کی نئی چوٹیاں سر کرتی ہوئی آخری پارہ کی حدود میں داخل ہو رہی ہے۔ اور اب تک 290 گھنٹوں کی کلاسیں ریکارڈ اور نشر کی جا چکی ہیں۔ ادارہ الفضل کو ترجمۃ القرآن کلاس کے بعض حصے شائع کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ 1998ء کے سال حضور کے براہ راست خطبات جمعہ کے ذریعہ جماعت ہر ہفتہ اپنے اندر نیا ولولہ اور جوش محسوس کرتی رہی۔ سیٹلائٹ رابطوں کے ذریعہ جماعت کی عید الفطر اور عید الاضحیٰ بھی عالمی رنگ اختیار کر چکی ہیں۔ 1998ء کے جماعت احمدیہ انگلستان کے سالانہ جلسہ نے تاریخ عالم میں نئے سنگ میل نصب کئے۔ اور چھٹی عالمی بیعت میں 50 لاکھ افراد سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔

امسال بھی یورپ اور امریکہ کے کئی ممالک کے جلسہ ہائے سالانہ بھی حضور انور کے بابرکت وجود اور مواصلاتی رابطوں کے ساتھ عالمی جلسوں کا رنگ اختیار کر گئے' ان میں جرمنی کا جلسہ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ جہاں کئی زبانوں میں بیک وقت جلسے منعقد ہوتے رہے اور تاریخ عالم میں نئے رنگ بھرتے گئے۔

ایم ٹی اے کے ذریعہ متعدد ممالک کی اہم سرگرمیاں اور پروگرام اجتماعی دلچسپی کا موجب بنتے رہے۔

حضور انور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی اردو کلاس اور چلڈرن کلاس کے ذریعے بچے اور بڑے اپنے امام سے براہ راست فیض یاب ہوتے رہے۔ الفضل کو اس سال یہ سعادت حاصل ہوئی ہے کہ اردو کلاس کے چیدہ چیدہ نکات اپنے قارئین کرام کی خدمت میں پہنچا رہا ہے۔

اس سال کے آخر کا ایک اور اہم واقعہ جلسہ سالانہ قادیان ہے۔ جس میں نومبایعین کی ریکارڈ تعداد شامل ہوئی۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے لندن سے افتتاحی اور اختتامی خطاب ارشاد فرمائے۔ اور عالمی اجتماعی دعائیں کروائیں۔

یہ سب وہ نعمتیں ہیں جن میں آج جماعت احمدیہ دنیا بھر میں منفرد ہے اور خلافت احمدیہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے بے پایاں افضال نازل ہو رہے ہیں۔ اس لئے خلافت کی نعمت کی قدر اور اس کے قیام کی خاطر ہر قربانی کے لئے تیار رہنا ہمارا بنیادی عہد ہے۔

یہ فتوحات نمایاں

حضرت مسیح موعود کا پر شوکت کلام

میں نہیں کہتا کہ میری جاں ہے سب سے پاک تر
میں نہیں کہتا کہ یہ میرے عمل کے ہیں ثمار

میں نہیں رکھتا تھا اس دعویٰ سے اک ذرہ خبر
کھول کر دیکھو براہیں کو کہ تا ہو اعتبار

گر کہے کوئی کہ یہ منصب تھا شایانِ قریش
وہ خدا سے پوچھ لے میرا نہیں یہ کاروبار

مجھ کو بس ہے وہ خدا عہدوں کی کچھ پروا نہیں
ہو سکے تو خود بنو مہدی بحکم کردگار

یہ فتوحاتِ نمایاں یہ تواتر سے نشاں
کیا یہ ممکن ہیں بشر سے کیا یہ مکاروں کا کار

ایسی سرعت سے یہ شہرت ناگہاں سالوں کے بعد
کیا نہیں ثابت یہ کرتی صدقِ قولِ کردگار

کچھ تو سوچو ہوش کر کے کیا یہ معمولی ہے بات
جس کا چرچا کر رہا ہے ہر بشر اور ہر دیار

بندہ درگاہ ہوں اور بندگی سے کام ہے
کچھ نہیں ہے فتح سے مطلب نہ دل میں خوف ہار

جنگِ روحانی ہے اب اس خادم و شیطان کا
دل گھٹا جاتا ہے یارب سخت ہے یہ کارزار

اے خدا شیطاں پہ مجھ کو فتح دے رحمت کے ساتھ
وہ اکٹھی کر رہا ہے اپنی فوجیں بے شمار

جنگ یہ بڑھ کر ہے جنگِ روس اور جاپان سے
میں غریب اور ہے مقابل پر حریف نامدار

دل نکل جاتا ہے قابو سے یہ مشکل سوچ کر
اے مری جاں کی پناہ فوجِ ملائک کو اتار

میں یقین رکھتا ہوں کہ احمدی مائیں نسلاً بعد نسلٍ ایسی مائیں بنی رہیں گی جن کے پاؤں تلے سے ان کی اولادیں جنت حاصل کرتی رہیں گی

احمدی خواتین کی عظیم الشان قربانیوں کی دلگداز داستان

احمدی خواتین سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے خطابات بموقع جلسہ سالانہ یو۔کے بتاریخ 30۔جولائی 1994ء بمقام اسلام آباد اور جلسہ سالانہ جرمنی بتاریخ 26۔اگست 1994ء بمقام ناصر باغ گروس گیراؤ

خطاب 30۔جولائی 1994ء

جلسہ سالانہ خواتین U.K.

سورہ بقرہ کی آیات 154 تا 158 کی تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا۔

یہ انہی آیات میں سے کچھ آیات ہیں جن کی آپ کے سامنے اس سے پہلے تلاوت کی گئی۔ چونکہ میرے مضمون کا عنوان یہی آیات ہیں اس لئے ان میں سے وہ درمیانی حصہ جو بطور خاص اس مضمون سے تعلق رکھتا ہے میں نے بھی آپ کے سامنے دوبارہ پڑھا ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ سے صبر اور نماز کے ذریعہ مدد مانگو (-) یاد رکھو اللہ صابرین کا ساتھ نہیں چھوڑا کرتا۔ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور وہ شخص جو خدا کی راہ میں قتل کیا جائے اسے مردہ نہ کہو یا ان لوگوں کو مردہ نہ کہو جو خدا کی راہ میں قتل کئے جائیں (-) وہ تو زندہ ہیں۔ لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔ اور یقیناً ہم تم لوگوں کو آزمائیں گے کچھ خوف میں سے ابتلاء ڈال کر' کچھ بھوک کا ابتلاء ڈال کر' کچھ اموال کے نقصان کے ذریعہ اور کچھ جانوں اور پھلوں کے نقصان کے ذریعے (-) لیکن صبر کرنے والوں کو خوشخبری دو۔ یہ عجیب طرز کلام ہے کہ غم کی خبر کے ساتھ ہی خوشی کی خبر اس طرح ملا دی ہے کہ گویا اس فکر کی بات سے جو بیان کی گئی مومنوں کے دل دہل نہ جائیں۔ پس یہاں صبر کی تلقین نہیں فرمائی بلکہ (-) فرمایا کہ صبر کرنے والوں کو خوش خبری دے دو۔ وہ لوگ جو جب بھی ان پر کوئی مصیبت ٹوٹتی ہے کہتے ہیں ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں (-) ان پر ان کے رب کی طرف سے سلام اترتے ہیں۔ اللہ ان پر درود بھیجتا ہے اور رحمت نازل ہوتی ہے (-) یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں۔

آپ نے بارہا ان مردوں کے قصے سنے ہیں' وہ تذکرے سنے جنہوں نے خدا کی محبت میں۔ اسی کے پیار میں ہر مصیبت اٹھائی۔

آج کا دن ان خواتین کے لئے وقف ہے جنہوں نے خدا کی محبت میں ہر مصیبت اٹھائی

اور خواتین ہی کے ذکر پر یہ تمام تقریر وقف رہے گی۔ لیکن ذکر بہت لمبا ہے وقت تھوڑا ہے۔ کچھ واقعات تو میں بیان کرسکوں گا بقیہ آئندہ کے لئے اٹھا رکھوں گا۔

واقعہ یہ ہے کہ جب بھی احمدیوں کے خلاف مظالم کی نئی تحریکات شروع ہوئیں مردوں کی قربانیوں کے ذکر تو عموماً ملتے ہیں لیکن عورتوں نے جو اپنی آنکھوں حال دیکھا' جو ان کے دل پر گزری' اس کے تذکرے پوری وضاحت کے ساتھ پوری تفصیل کے ساتھ ہمارے ہاں محفوظ نہیں۔ چنانچہ میں نے صدر لجنہ اماء اللہ پاکستان سے درخواست کی کہ وہ خصوصیت سے 1974ء کے واقعات سے متعلق ان خواتین سے پوچھیں جو خدا کے فضل سے آج بھی زندہ موجود ہیں' جن کے گھروں پر یہ مظالم کی داستانیں گزریں ہیں۔ جنہوں نے اپنی آنکھوں سے اپنی خاوندوں اپنے بھائیوں' اپنے بچوں کو شہید ہوتے دیکھا۔ جن کے گھر جلائے گئے۔ جن کے سروں سے چادریں اتار دی گئیں۔ جو خاکستر گھروں کو چھوڑ کر بغیر کسی ساز و سامان کے یہاں تک کہ بغیر جوتیوں کے پیدل گھروں سے نکلیں۔ ان کے دلوں پر کیا گزری تھی۔ اور ان پر خود ان پر ایمان کی کیسی کیسی آزمائشیں آئیں اور کس طرح وہ ثابت قدم رہیں۔ یہ واقعات محترمہ صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ پاکستان نے بڑی محنت سے اکٹھے کروائے ہیں۔ اور ان کی صحت کے متعلق بھی بہت احتیاط برتی گئی ہے۔ کچھ خواتین باہر چلی گئی ہیں ان کے متعلق ان لوگوں نے بیان کیا ہے جو وہاں موجود ہیں۔ مگر انشاء اللہ تعالیٰ اللہ کے فضل کے ساتھ جو بھی زندہ ہیں انشاء اللہ ان سب کے واقعات خود ان کے قلم سے محفوظ کئے جائیں گے۔ یہ داستان بہت ہی دردناک ہے۔ اس لئے دعا کریں اللہ مجھے حوصلہ عطا فرمائے کہ اپنے ضبط کو قائم رکھتے ہوئے آپ کے سامنے کچھ واقعات بیان کرسکوں۔ جب میں سرسری نظر سے ان کو پڑھ رہا تھا تو دل کی کیفیت یہ تھی۔

روکے ہوئے ہیں ضبط و تحمل کی قوتیں
رگ رگ پھڑک رہی ہے دل ناصبور کی

ان کا پڑھنا اتنا دوبھر تھا تو تصور کریں کہ وہ لوگ جو ان واقعات میں سے گزرے ہیں' وہ خواتین ان کا کیا حال ہوا ہوگا۔ مختلف نوعیت کے واقعات ہیں میں ان میں سے چند آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

عائشہ بی بی اہلیہ مہر دین صاحب آف گوجرانوالہ بیان کرتی ہیں کہ 1974ء میں جب گوجرانوالہ کے حالات خراب ہوئے تو میرے بیٹے منیر احمد کا ایک غیر احمدی دوست آیا اور کہنے لگا کہ صبح بہت خطرہ ہے۔ راتوں رات کہیں چلے جائیں۔ میرے بیٹے نے کہا ہمیں کہیں جانے کی اجازت نہیں۔ ہم یہیں رہیں گے۔ میرے بیٹے بشیر نے مجھے اور میری بیٹی جمیلہ کو اپنے دوست کے گھر بھجوا دیا۔ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عام حالات میں اپنے بیٹوں کو آنکھوں سے اوجھل نہیں ہونے دیا۔ لیکن اس دن بیٹوں کو اس قدر خطرناک حالات میں بے فکری سے چھوڑ کر چلی گئی اس بات سے بے خبر کہ نہ جانے بیٹوں کے ساتھ کیا ہوگا۔ یہ اللہ کا فضل تھا جو اس نے مجھے حوصلہ عطا فرمایا۔ صبح جلوس نے حملہ کر دیا۔ میرے بیٹے تمام دروازے مقفل کر کے چھت کے اوپر چلے گئے جہاں پہلے بھی پانچ آدمی موجود تھے۔ ہجوم نے پتھراؤ کیا۔ بچے چھت پر ادھر ادھر بھاگتے' اپنے بچاؤ کی کوشش کرتے رہے۔ لیکن کوئی بچنے کی صورت نہیں تھی۔ بارش کی طرح پتھر ہر طرف سے برس رہے تھے۔ جو قریب کے اونچے کوٹھے تھے وہاں سے بھی پتھراؤ ہو رہا تھا۔ وہ پچھلی گلی میں اترے تاکہ وہاں سے باہر نکل جائیں لیکن وہاں بھی ہجوم تھا۔ انہوں نے نیچے اترتے ہی ان پر حملہ کر دیا اور ڈنڈوں اور پتھروں سے مار مار کر میرے دونوں بیٹوں کو شہید کر دیا اور انہیں اینٹوں اور پتھروں کے ڈھیروں کے نیچے دبا دیا۔ اس موقع پر میرے بیٹے منیر احمد اور بشیر احمد کے علاوہ سعید احمد' منظور احمد' محمود احمد اور احمد علی قریشی بھی وہیں شہید ہوئے۔ سبھی کو ڈنڈوں اور پتھروں سے مار مار کر شہید کیا گیا۔ اور اس طرح "خدمت دین" کے نئے نمونے دنیا میں پیش کئے گئے۔

آپ بیان کرتی ہیں کہ اس قیامت کے گزرنے کا علم جب مجھے ہوا تو کچھ دیر کے لئے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے۔ لیکن گھر والوں نے رونے نہیں دیا کہ ہمارے رونے کی آواز باہر نکلے گی۔ حالت ناقابل بیان تھی۔ اس وقت تو مجھے کچھ علم نہ تھا کہ میرے بیٹوں نے کیسے جان دی اور ان پر کیا گزری۔ بعد میں معلوم ہوا کہ بڑے ظالمانہ اور سفاکانہ طریق پر انہیں مارا گیا۔ ہمارا ہنستا بستا گھر اجڑ چکا تھا۔ بڑا کڑا امتحان تھا۔ دل و دماغ میں غموں کا ایک طوفان تھا۔ آنسو زار و قطار بہہ رہے تھے لیکن اونچی آواز سے کچھ کہنے سننے کی اجازت نہیں تھی۔ کہتی ہیں بعد میں حالات تبدیل ہوئے تو اس گھر میں رہنے کو دل نہ چاہتا تھا لیکن مجبوری حالات ہمیں پھر اس ویرانے میں لے آئی پہلے ہی بہت غمزدہ تھے دوسرا اہل محلہ نے ہمارا بائیکاٹ کر دیا۔ یہ ان کی تعزیت تھی۔ دوکانداروں نے سودا سلف دینا بند کر دیا۔ تمام اشیاء بہت دور سے جا کر لاتے۔ اہل محلہ ہمیں دیکھ کر راستہ بدل لیتے۔ ان حالات سے ہمیں اور بھی اذیت پہنچتی لیکن ہم نے صبر کا دامن نہ چھوڑا۔ یہ تو ہم سے غیروں کا سلوک تھا۔ لیکن اپنے عزیز رشتہ دار جو غیر احمدی تھے انہوں نے بھی قطع تعلق کر لئے اور بار بار ہمیں پیغام بھیجتے رہے کہ مذہب چھوڑ دو اسی کی وجہ سے تمہاری ساری بربادی ہے۔ لیکن ہم نے کہا کہ جو قربانیاں ہمارے پیاروں نے مذہب کی خاطر دی ہیں ہم کسی قیمت پر بھی ان کی قربانیوں کو ضائع نہیں ہونے دیں گے۔ تمہارا بس چلے تو ہماری جانیں لے لو' تمہارا بس چلے تو دوبارہ ان گھروں کو ویران کر دو مگر ہمارے دلوں کو ویران نہیں کر سکتے۔ ان میں جو ایمان بستا ہے وہ ہمیشہ زندہ رہے گا اور اسی ایمان کے برتے تو ہم زندہ ہیں۔

یہ ایک احمدی خاتون کی داستان ہے جو اس کے دل پر بیتی اس کے جسم پر گزری۔ اس نے

اپنے دونوں جوان بیٹوں کو اس طرح شہید ہوتے دیکھا اور اس طرح خدا کے فضل سے 'اسی کی دی ہوئی توفیق سے صبر کی توفیق پائی۔ پس اللہ تعالیٰ جو فرماتا ہے کہ صبر کرو مگر ساتھ ہی صبر کے ساتھ یہ ارشاد فرمایا (-) کہ

صبر کی توفیق تمہیں نہیں مل سکتی جب تک اللہ سے مدد نہ مانگو۔

ان حالات میں صبر کرنا ناممکن دکھائی دیتا ہے۔ پس آئندہ بھی جب بھی خدا تعالیٰ جماعت کو آزمانا چاہے گا تو ہمارے دل کی آواز یہی ہوگی کہ ۔

راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہو

مگر راضی برضا رہنے کے لئے بھی تو اللہ کی مدد کی ضرورت ہے۔ صبر اختیار کرنے کے لئے بھی اسی سے توفیق ملتی ہے۔ اس لئے ہر آئندہ وقت کے لئے ابھی سے امن کے زمانوں میں دعائیں کرنی چاہئیں کہ اگر اللہ کسی آزمائش میں ڈالنے کا فیصلہ فرمائے تو پھر ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہمارے سر اس کے حضور خم رہیں اور دل ہر حال میں راضی برضا رہے اور ہمیں صبر کے اعلیٰ نمونے پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہاں تک کہ خدا کی تقدیر ہمارے حق میں کہے کہ اللہ تمہارے ساتھ ہے اور اللہ تمہارا ساتھ کبھی نہیں چھوڑے گا۔

سید احمد علی صاحب کی بیٹی نفیسہ لکھتی ہیں کہ گوجرانوالہ میں بپھرے ہوئے ہجوم اور مولویوں کے جلوس نے بہت تباہی مچائی۔ گھروں کو جلایا۔ پتھراؤ کیا۔ اس فساد میں ہم چار بہنیں اور امی جان حیران و پریشان چھت پر چڑھیں تو اچانک جلوس کی ایک ٹولی ہمارے گھر کی طرف بڑھی اور کہنے لگی یہ مرزائیوں کے مربی کا گھر ہے پہلے اسے آگ لگاؤ۔ بھائی سید ولی احمد صادق اور میرے ابا جان مربی سلسلہ دونوں ہی (بیت الذکر) میں تھے۔ اور (بیت الذکر) دشمنوں کے گھیرے میں تھی اس لئے ان کے آنے کی بھی کوئی امید نہ تھی۔ مگر کسی طرح ہماری فکر میں وہ (بیت الذکر) سے نکل آئے۔ اور ہم چاروں بہنوں کو ایک قریبی احمدی محمود احمد صاحب امینی کے گھر چھوڑ آئے۔ یہ عشاء کے قریب کا وقت تھا۔ جب چاروں بہنیں امینی صاحب کے گھر پہنچیں تو دیکھا کہ دیگر احمدی گھروں کی لڑکیاں اور عورتیں بھی وہاں موجود تھیں۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم چھت پر بیٹھ کر ایمان کی سلامتی اور احمدیت کی ترقی کے لئے دعائیں کیا کرتی تھیں۔ یعنی

ان دنوں میں سب سے بڑی فکر ایمان کی سلامتی کی تھی اور پھر احمدیت کی ترقی کا فکر تھا جو ان کو اس وقت خدا کے حضور گریہ وزاری کرنے پر آمادہ کر رہا تھا۔ کسی اور ذاتی منفعت کا کوئی خیال ان کے دل سے نہیں گزرا۔

یکم جون کو تقریباً صبح کے پونے چار بجے پانچ رائفل بردار امینی صاحب کی چھت پر آ گئے جنہیں دیکھتے ہی مرد اور عورتیں چوبارہ کے کمروں میں چلی گئیں۔ کمرے صرف دو تھے ایک میں مرد اور ایک میں عورتیں جمع ہو گئیں۔ حملہ آور سر پر آ پہنچے۔ ان کی رائفلیں شعلے برسانے لگیں۔ آہ و فغاں کا اک شور بلند ہوا اور ہماری چشم تصور میں 1947ء کا منظر گھوم گیا جب سکھ پنجاب میں مسلمانوں کو اس طرح ظلم کے ساتھ تہہ تیغ کر رہے تھے۔ مگر وہ غیر مسلم تھے۔ وہ دن اور تھے جبکہ مسلمانوں اور ہندوؤں اور سکھوں میں سیاسی مخالفت کی وجہ سے ایک جنون کا دور تھا۔ دونوں طرف ہی مظالم ہو رہے تھے مگر آج ایک ایسا دور تھا کہ آزاد پاکستان میں ایک مسلمان (ہمارے) خون سے ہاتھ رنگ رہا تھا۔ گولیاں چل رہی تھیں۔ دروازے ٹوٹنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ہم اپنے کمزور ہاتھوں سے دروازوں کو تھامتے رہے۔ اس وقت ہماری حالت یہ تھی کہ ہم کہہ نہیں سکتے تھے کہ ہم اس دنیا کو دوبارہ دیکھ سکیں گے۔ ہاتھ پاؤں پر رعشہ طاری تھا۔ ایسی ایک کیفیت تھی کہ بیان سے باہر ہے۔ اچانک مردوں کی جانب کا دروازہ ٹوٹا جہاں محمود صاحب اور ان کے نوجوان بھانجے اشرف صاحب تھے۔ چند لمحوں کے بعد ان کی آوازوں سے پتہ چلا کہ وہ ماموں بھانجا خاک و خون میں لتھڑے ہوئے تڑپ رہے ہیں۔ ایسا منظر تھا کہ کلیجہ منہ کو آتا تھا۔ اشرف صاحب کی ٹانگ سے خون کے فوارے بہہ رہے تھے۔ ان کی اہلیہ صاحبہ چھت پھلانگ کر اپنے غیر احمدی عزیز کے ہاں گئیں اور کہا کہ ہمارے گھر میں گولیاں برسائی جا رہی ہیں۔ میرا میاں اور بھانجا سخت زخمی حالت میں تڑپ رہے ہیں آپ کچھ مدد کریں مگر ان کا جواب تھا تمہارے ساتھ ہم کیوں جانیں گنوائیں۔ حملہ آور تو چلے گئے مگر زخمیوں کی چیخوں سے اور درد و کراہ سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ آسمان تھرا رہا ہے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر ہمارے ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے ہم نے ان کے منہ میں پانی ڈالا۔ فون پر پولیس سے رابطہ کیا' صورت حال سے ان کو آگاہ کیا۔ پولیس تو ایسی غائب ہوئی کہ جیسے ڈھونڈے سے ان کا نشان نہ ملے اور صرف دعائیں تھیں جو ہمارا آسرا بنیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ہم کسی طریق سے ان کو ہسپتال پہنچانے میں کامیاب ہو گئے اور خدا کا یہ فضل ہوا کہ اشرف صاحب جو آج کل انگلستان کی جماعت میں ہیں' بریڈ فورڈ جماعت میں رہتے ہیں۔ ایک ٹانگ ہے ان کی۔ وہ اسی واقعہ کے ایک زندہ گواہ ہیں۔

حکیم نظام جان صاحب کے بچوں کے گھر جب آگ لگائی گئی تو سب اہل خانہ نچلی منزل پر تھے جو دوسری منزل پر چلے گئے۔ جلوس نے یہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا۔ دوسری منزل کو بھی آگ لگا دی۔ باہر نکلنے کے راستے بند تھے۔ سڑک پر ہزاروں کا مجمع سخت گندی گالیاں دیتا ہوا اور جوش سے منہ سے جھاگیں نکالتا ہوا' ان کو موت کی دھمکیاں دیتا ہوا' شور و غوغا کر رہا تھا اور عجیب خوفناک آوازیں وہاں سے آ رہی تھیں۔ پھر یہ لوگ تیسری منزل پر جا پہنچے تو تیسری منزل بھی آگ کی لپیٹ میں آ گئی۔ اب نیچے اترنے کے لئے کوئی راستہ نہ تھا۔ اور آگ بڑی تیزی سے پھیل رہی تھی۔ بچے سہم سہم کر بڑوں سے چمٹے ہوئے تھے اور ہمارے پاس دعا کے سوا اور کوئی آسرا نہ تھا۔ نیچے گلی میں ہجوم منتظر تھا کہ کب یہ جل کر خاک ہو جائیں اور ان کے ملبے کے ساتھ ان کی جلی ہوئی لاشیں بھی زمین پر آ گریں۔ کہتے ہیں اس موقع پر سامنے کے گھروں والوں کے دل کو اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف مائل فرما دیا اور انہوں نے لکڑی کا ایک تختہ گھر کی چھت سے آگے بڑھا کر ہماری چھت کے کنارے پر لگا دیا۔ وہ باریک سا تختہ تھا عام حالات میں کسی کو جرأت نہیں ہو سکتی تھی کہ اس تختے پر چل کر وہ گلی پار کرے۔ لیکن خدا نے ہمت دی۔ وہ کہتی ہیں کہ نیچے سے شور بپا ہو رہا تھا اور ہم ایک ایک کر کے تختے پر چلتے ہوئے دوسری منزل پر جا پہنچے۔

راضیہ سید بنت سید احمد علی صاحب کہتی ہیں کہ نیچے بلوائیوں نے امی کو آواز دے کر کہا کہ کلمہ پڑھ لو ابھی وقت ہے۔ تو انہوں نے کلمہ پڑھا انہوں نے کہا مرزائن! ہمارا کلمہ پڑھو۔ انہوں نے کہا ہمیں تو اپنا کلمہ آتا ہے تمہارا کچھ اور ہے تو پتہ نہیں ہم تو یہی کلمہ جانتی ہیں۔ پھر اس نے کہا اچھا مرزا صاحب کو گالیاں دو۔ بہن نے جواب دیا تم ہماری جان لے لو ہمارا ایمان نہیں چھین سکتے۔ محمدؐ کا کلمہ پڑھنا تھا خدا کی توحید کا اقرار کرنا تھا وہ ہم نے کر دیا ہے لیکن اس اقرار میں جو تعلیم دی گئی ہے اس تعلیم کو ہم قربان نہیں کر سکتے۔ اس لئے اب جو کچھ حاضر ہے ہم پیش کر رہے ہیں۔ جو کچھ تم نے ہماری قربانی لینی ہے لے لو۔ لیکن ہم کسی قیمت پر بھی حضرت مرزا صاحب کو جن کو ہم خدا کا سچا مرسل یقین کرتے ہیں ان کو گالی نہیں دیں گے۔ یہ واقعہ جو ہے اس چھت کا واقعہ نہیں ہے بلکہ ایک اور واقعہ شروع ہو چکا ہے۔ اس لئے میں غلط فہمی کو دور کر دوں۔ میں نے بھی جب پڑھا تو پہلے کے تسلسل میں پڑھا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے نیچے سے کسی نے آواز دی ہے لیکن وہ واقعہ وہاں ختم ہو گیا تھا۔ غالباً اس وقت کسی نیچے والے کی نظر نہیں پڑی کہ تیسری منزل پر ایک چھوٹا سا عبوری تختہ لگا دیا گیا ہے۔ یہ ایک دوسرا واقعہ شروع ہو چکا ہے۔ یہ مجمع کے گھیرے میں آئی ہوئی احمدی خواتین تھیں وہ اپنی سرگزشت بتا رہی ہیں ہم پر کیا گزری۔ کہتی ہیں جب بہن نے کہا کہ پھر جو کچھ کر سکتے ہو کر گزرو۔ مگر ہم حضرت مسیح موعود (-) کو گالی نہیں دیں گی۔ اس پر ایک غنڈے نے بہن کو تھپڑ مارا اور دوسرے نے ڈنڈے برسائے۔ اتنے میں ایک شخص نے کمانی دار چاقو پکڑا اور ابا جان کو کھینچ کر باہر لے جانے لگا اور کہنے لگا کہ یہی ان کا مربی ہے پہلے اسے ختم کرو۔ بہن زخمی حالت میں بھاگ کر ساتھ والے مکان میں چلی گئی۔ مگر وہاں کی خواتین نے یہ کہہ کر دھکے دے کر نکال دیا کہ اپنے ساتھ ہمیں بھی مرواؤ گی۔ پھر وہ ایک اور مکان میں گئیں لیکن انہوں نے بھی پناہ دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر میری بہن نے اس مکان کی چھت پھلانگ کر گلی پار کی یعنی واپس اپنے مکان میں گئی ہیں اور پانچ فٹ کا فاصلہ تھا دونوں چھتوں کے درمیان۔ تو عجیب خدا نے اس کو ہمت عطا فرمائی کہ وہ پانچ فٹ کی گلی پھلانگ کر کے دوسرے مکان میں گئیں اور وہاں سے پھر دوسرا راستہ اختیار کر کے اس نے اپنی جان اور عزت بچائی۔

میرے ایک کلاس فیلو اور عزیز دوست تھے محمد افضل شہید۔ ان کی بیگم سعیدہ افضل آج کل کینیڈا میں ہیں۔

میں نے ہدایت کی تھی کہ براہ راست ان سے یہ واقعہ منگوائیں کیونکہ لجنہ ربوہ کی طرف سے شنید کے طور پر واقعہ آیا تھا۔ اب وہ واقعہ موصول ہو گیا ہے۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ شہادت سے چند روز پہلے کی بات ہے کہ افضل شہید عشاء کی نماز پڑھ کر گھر واپس آئے تو میں بستر میں بیٹھی رو رہی تھی دیکھ کر کہنے لگے سعیدہ کیوں رو رہی ہو۔ میں نے کہا یہ کتاب "روشن ستارے" پڑھ رہی تھی اور میرے دل میں شدید خواہش پیدا ہوئی کہ کاش میں بھی حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوتی اور میرا نام بھی کسی نہ کسی رنگ میں ایسے روشن ستاروں میں شمار ہو جاتا۔ اس پر افضل کہنے لگے' یہ آخرین کا زمانہ ہے اللہ کے حضور قربانیاں پیش کرو تو تم بھی اولین سے مل سکتی ہو اور پہلوں میں شمار ہو سکتی ہو۔ پھر مجھے کیا خبر تھی کہ کتنی جلدی اللہ میری آرزو کو کس رنگ میں پورا کرے گا اور کتنی دردناک قربانیوں میں سے مجھے گزرنا پڑے گا۔ کہتی ہیں اللہ بہتر جانتا ہے کہ کس حسرت کے ساتھ میری یہ خواہش دل سے نکلی جو ایک ہفتہ کے اندر اندر حقیقت بن گئی۔ 31- مئی کی رات احمدیوں کے خلاف فسادات کا جوش تھا۔ ساری رات جاگ کر دعائیں کرتے گزر گئی۔ اپنا دفاع کرتے رہے۔ مجھے یہ وہم و گمان بھی نہیں تھا کہ میرے شوہر اور بیٹے کے ساتھ یہ میری آخری رات ہے۔ یکم جون کو جلوس نے حملہ کر دیا۔ عورتوں کو افضل نے ہمسایوں کے گھر بھیج دیا اور خود باپ بیٹا گھر پر ٹھہر گئے۔ کیونکہ اس وقت ہدایت یہی تھی کہ کوئی مرد اپنا گھر نہیں چھوڑے گا اور عورتوں اور بچوں کو بچانے کی خاطر ان کو بے شک محفوظ جگہوں میں پہنچا دیا جائے۔ کہتی ہیں کہ سارا دن شور بپا رہا اور حملہ ہوتا رہا۔ توڑ پھوڑ کی آوازیں آتی رہیں مگر ہمیں کچھ پتہ نہ تھا کہ باپ بیٹے پر کیا گزری اور ظالموں نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ رات ہمیں ایک اور گھر منتقل کر دیا گیا۔ وہاں میں اپنے خاوند افضل صاحب اور بیٹے اشرف کا انتظار کرتی رہی۔ رات گیارہ بجے مجھے بتایا گیا کہ دونوں باپ بیٹا شہید ہو گئے ہیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ انہیں بڑے دردناک طریقے سے مارا گیا تھا۔ چھرے مارے گئے۔ انتڑیاں باہر نکل آئیں۔ پھر اینٹوں سے سر کوٹے گئے۔ اس طرح پہلے بیٹے کو باپ کے سامنے مار اگیا۔ جب اس نوجوان بیٹے کو اس طرح کچل کچل کر مار اگیا تو پھر باپ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ اب بھی ایمان لے آؤ اور مرزا غلام احمد قادیانی کو گندی گالیاں دو۔

افضل نے یہ جواب دیا اور یہ جواب ایک غیر احمدی کی طرف سے ہمیں پہنچا تھا جو موقع کا گواہ تھا اور وہ واقعہ دیکھ کر اپنے حواس کھو بیٹھا تھا۔ شامل تو تھا مجمع میں لیکن اس کے دماغ پر ایسا اثر

ہوا کہ کئی مہینے تک پاگل رہا۔ پھر رفتہ رفتہ اسے ہوش آئی۔ جب صدمہ برداشت کیا تو اس نے احمدیوں کو بتایا کہ مجھے کیا ہوا تھا۔ کہتا ہے میں نے یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

جب افضل کی طرف رخ کیا اور اسے کہا کہ اپنا ایمان چھوڑ دو۔ اس نے کہا' مجھے اپنے بیٹے سے بھی کمزور ایمان والا سمجھتے ہو جس نے میرے سامنے اس بہادری سے جان دی ہے۔ جب آخر وقت تک سسکتے ہوئے وہ پانی مانگ رہا تھا تو گھر پر جو عمارت کے لئے ریت پڑی تھی وہ اس کے منہ میں ڈالی گئی۔ اور باپ نے یہ نظارہ دیکھا۔ اس نے کہا جو چاہو کر لو' اس سے بدتر سلوک مجھ سے کرو مگر میں اپنے ایمان سے متزلزل نہیں ہوں گا۔ اس پر ان کو اسی طرح نہایت ہی دردناک عذاب دیکر شہید کیا گیا اور پھر ان کو ننگا کر کے ان کی نعشیں تیسری منزل سے اپنے گھر کے نیچے پھینک دی گئیں اور سارا دن کسی کو اجازت نہیں تھی کہ وہ ان نعشوں کو اٹھا سکے۔ (-)

وہ لکھتی ہیں لوگ ان پر پتھر برساتے رہے' لاشیں گھسیٹتے پھرتے تھے۔

چوہدری منظور احمد صاحب بھی گوجرانوالہ ہی میں شہید ہوئے۔ ان کی بیوہ محترمہ صفیہ صدیقہ صاحبہ لکھتی ہیں کہ جون 1974ء میں جب حالات خراب ہوئے تو پولیس میرے بیٹے مقصود احمد کو ایک مولوی کے کہنے پر دوکان سے گرفتار کر کے لے گئی اور حوالات میں بند کر دیا۔ اگلے دن جلوس نے گھروں پر حملہ کر دیا۔ عورتوں کو ایک احمدی گھر جو بظاہر محفوظ تھا پہنچا دیا گیا۔ شام تک ہمیں گھر کی کوئی خبر نہ ملی۔ بعض لوگوں نے بتایا کہ ہمارے گھروں کو جلوس نے آگ لگا دی ہے اور وہاں پر موجود تمام افراد زخمی ہو گئے ہیں' حالانکہ اس وقت ان کو سب کی شہادت کی اطلاع مل چکی تھی۔ یعنی ہماری دلداری کی خاطر کہ ہمیں زیادہ صدمہ نہ پہنچے باوجود ان کی شہادت کی اطلاع کے صرف اتنا بتایا گیا کہ وہ زخمی ہیں۔ اس دن شام کو جب ایک ٹرک چھ شہیدوں کو لے کر راہوالی پہنچا تو ہمیں پتہ چلا کہ ہمارے پیارے تو شہید ہو چکے ہیں اور ان کی لاشیں اس ٹرک میں موجود ہیں مگر جلوس ٹرک کے پیچھے تھا۔ نہ جانے وہ ان لاشوں سے مزید کیا سلوک کرنا چاہتے تھے جنہیں پہلے ہی ڈنڈے اور پتھر مار مار کر شہید کیا گیا تھا۔ جلوس کے خطرے سے ٹرک ان لاشوں کو لے کر چلا گیا۔ میں اور میری بیٹی انیسہ اپنے پیاروں کے آخری دیدار سے بھی محروم رہے۔ ہم ان کے چہرے بھی نہ دیکھ سکے۔ میرا خوبصورت پاک طینت لخت جگر محمود احمد اور بیٹی کا جواں سہاگ' میرا پیارا داماد سعید احمد بھی اپنے حقیقی محبوب کے حضور حاضر ہو گئے۔ یہ لمحے قیامت کے لمحے تھے بتانا چاہوں تو کیسے بتا سکوں گی۔

جس کا خاوند شہید ہوا' جس کا بیٹا شہید ہوا' جس کا داماد شہید ہوا' سب کچھ لٹا کے بیٹھی تھی اور اپنے ایمان کی حفاظت کر رہی تھی۔ اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے خدا سے دعا گو تھی۔

کہتی ہیں تم مجھ سے پوچھتی ہو کہ میں بتاؤں کہ مجھ پر کیا گزری تم بتاؤ میں کیسے بتا سکتی ہوں کہ مجھ پر کیا گزری ہو گی۔ یہ تین تو اللہ کو پیارے ہو گئے۔ چھوٹا بیٹا شدید زخمی تھا۔ بڑا بیٹا حوالات میں بند تھا۔ اسے کچھ معلوم نہ تھا کہ اس کا باپ' چھوٹا بھائی' بہنوئی تو شہید ہو چکے ہیں ان کی ماں بہن نہ جانے کس حال میں ہیں۔ یہ اللہ ہی تھا جس نے ہمیں صبر کی توفیق عطا فرمائی۔

صفیہ صدیقہ صاحبہ اپنے بیٹے کی شہادت کا واقعہ جب بعد میں انہوں نے لوگوں سے سنا وہ بیان کرتے ہوئے لکھتی ہیں۔ یکم جون کو جو جلوس سول لائن سے ہمارے گھروں اور (بیوت الذکر) پر حملہ آور تھا۔ اس کے ساتھ جو پولیس تھی اس کا ایک سپاہی راہوالی کا رہنے والا تھا۔ اس نے بتایا کہ میں بہت سے جائے حادثات پر گیا ہوں میں نے ذاتی مفاد کی خاطر اور دس دس روپے کی خاطر ایک دوسرے کی جان لیتے ہوئے سڑک پر نشے' غفلت اور لاپرواہی کے نتیجے میں گاڑیاں چلانے والوں کو بھی مارتے اور مرتے دیکھا ہے۔ لیکن یکم جون سول لائن میں ایک گھر کی چھت پر جو معرکہ گزرا شاید دنیا نے کبھی ایسا واقعہ نہیں دیکھا۔ وہ پولیس کا سپاہی ان کو بتا رہا ہے کہ اس دن مجھے معلوم ہوا...... کہ کیسے جان نثار کیا کرتے تھے' اس نے کہا۔ میں اس لڑکے کو کبھی بھلا نہیں سکوں گا جس کی عمر بمشکل سترہ اٹھارہ برس ہو گی۔ سفید رنگ' لمبا قد' اس کے ہاتھوں میں بندوق تھی۔ ہمارے ایک ساتھی نے جاتے ہی اس کے ہاتھ پر ڈنڈا مارا اور بندوق چھین لی۔ جلوس اس لڑکے پر تشدد کر رہا تھا۔ جلوس میں سے کسی نے کہا "مسلمان ہو جاؤ اور کلمہ پڑھو" اس نے (کلمہ پڑھا) اور کہا میں سچا احمدی (-) ہوں۔ جلوس میں سے کسی نے کہا مرزا کو گالیاں دو۔ اس لڑکے نے اپنے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا یہ کام میں کبھی نہیں کروں گا۔ اور ان کی ایک نہ سنی۔ اس نے کہا تم مجھے اس ہستی کو گالیاں دینے کے بارے میں کہہ رہے ہو جو اس جان سے بھی پیارا ہے اور ساتھ ہی اس نے مسیح موعود زندہ باد اور احمدیت زندہ باد کا نعرہ لگایا۔ نعرہ لگانے کی دیر تھی کہ جلوس نے اس لڑکے کو چھت پر سے اٹھا کر نیچے پھینک دیا۔ اینٹوں اور پتھروں کی بارش شروع ہو گئی۔ مزید چھت پر بنے پردوں کی جالیاں توڑ کر اس پر پھینکیں اور اس لڑکے نے میرے سامنے اپنے مذہب پر اور صداقت پر جان نثار کر دی۔ یہ وہ واقعہ ہے جو اس پولیس والے نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اس نے گواہی دی (-)

اس کی یاد میں بھی انہوں نے کچھ باتیں لکھی ہیں۔ کہتی ہیں بیٹا محمود نہایت خوبصورت' خوب سیرت پاک طینت تھا۔ وہ بچپن ہی سے سب کا ہمدرد اور ہر کسی کے دکھ درد میں کام آنے والا تھا۔ وہ بچپن ہی سے پانچ وقت کی نمازیں (بیت الذکر) میں ادا کیا کرتا تھا۔ باپ کی طرح باغیرت اور (دعوت الی اللہ) کا دھنی تھا۔ جس دن اس کے ایف اے کے امتحان ختم ہوئے تو مجھ سے کہنے لگا کہ امی دعا کریں میں اعلیٰ نمبروں میں کامیاب ہو جاؤں تاکہ میں فوج میں کمیشن حاصل کروں۔ اس وقت میں نے کہا کہ تم جیسے بہادر جوشیلے جوان کی تو جماعت کو بہت ضرورت ہے تو کہنے لگا فوج میں رہتے ہوئے (دعوت الی اللہ) سے غافل نہیں رہوں گا۔ کیا آپ نہیں چاہتیں کہ میں وطن کی خدمت کروں اور قادیان بھی تو ہم ہی نے واپس لینا ہے۔ اگر میں شہید ہو گیا تو آپ شہید کی ماں کہلائیں گی۔ اگر فتح یاب لوٹا تو غازی کی ماں۔ یہ میرا بیٹا شہید ہوا اور ظالموں نے بڑے دردناک طریق سے اس کو مارا مگر یہ شہادت ایک عظیم شہادت ہے جو کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے۔

مکرمہ رشیدہ بیگم صاحبہ۔ جن کے شوہر قریشی محمود احمد صاحب شہید کئے گئے۔ لکھتی ہیں کہ قریشی محمود کو شہادت کا شوق ہی بہت تھا 1974ء میں احمدیوں کی مخالفت زوروں پر تھی مگر آپ نے ہر موقع پر ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ یہ مخالفت کم ہونے کی بجائے بڑھتی چلی گئی اور آپ کے ماموں زاد بھائی مقبول احمد کو فروری 1982ء میں پنوں عاقل میں شہید کر دیا گیا۔ جب اپنے بھائی کو بہشتی مقبرے میں قبر میں اتار رہے تھے تو کہا۔ اے مقبول یہ رتبہ خوش نصیبوں کو نصیب ہوتا ہے کاش مجھے بھی یہ رتبہ حاصل ہو جائے اور میں بھی یہیں پر آؤں۔ ربوہ سے واپسی پر وہاں کی پولیس نے آپ سے کہا کہ آپ اپنی زمینیں فروخت کر کے کہیں اور چلے جائیں کیونکہ پہلے آپ کے رشتے دار بھائی کو شہید کیا جا چکا ہے۔ ہم مولویوں کی وجہ سے مجبور ہیں کچھ نہیں کر سکتے۔ انہوں نے کہا احمدیت کی مخالفت تو ہر جگہ ہے۔ ہر جگہ دشمن موجود ہے۔ اگر شہادت مجھے ملنی ہے تو یہاں کیوں نہ ملے۔ آپ کے چار بیٹے اور چھ بیٹیاں ہیں۔ دو بیٹے سکول جاتے تو مولویوں کے کہنے پر ان کو کچھ لڑکے پتھر مارتے اور گالیاں دیتے اور سکول کے اساتذہ بھی مذہبی مخالفت کی بناء پر زیادہ سختی کرتے۔ ان حالات میں تعلیم جاری رکھنا مشکل ہو گیا۔ اکثر گروہوں کی شکل میں لڑکے آتے اور گھروں پر بھی فائرنگ کرتے۔ دشمن رات کو چھپ کر ہمارے کھیتوں کے پانی بھی بند کر دیتے۔ پھر پکی ہوئی فصلوں کو بھی آگ لگا دیتے یا کاٹ کر اجاڑ جاتے تاکہ ان پر ذریعہ معاش تنگ ہو جائے اور کسی طرح یہ یا احمدیت سے توبہ کر لیں یا یہ سب چیزیں چھوڑ کر کہیں نکل جائیں۔

کہتی ہیں ایک رات دروازہ کھٹکا۔ جیٹھ کا بیٹا سعید باہر گیا۔ جب دیر تک واپس نہ آیا تو آپ کے شوہر قریشی محمود صاحب باہر گئے دیکھا کہ دو آدمی لوہے کی موٹی سلاخ سے سعید کو مار رہے ہیں۔ انہیں لوگوں کو قریشی صاحب کو شہید کرنے کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ ایک طرف گندم کاٹ کر رکھی ہوئی تھی اس کو مولویوں کے آدمیوں نے آگ لگا دی۔ مولوی بازار میں لوگوں کو بھڑکا کر کہ محمود قادیانی کو قتل کرنا واجب اور ثواب ہے ساتھ ہی کہتے رہے کہ دیکھو قادیانی کتنے ڈھیٹ ہیں۔ ہم یہ سب کچھ ان پر کر رہے ہیں لیکن مذہب نہیں چھوڑتے۔ آپ بیان کرتی ہیں کہ میرے شوہر نے دین کی خاطر مرنا قبول کر لیا اور دین کو ہمیشہ دنیا پر مقدم رکھا آخر رمضان کا مہینہ آ گیا۔ مخالفت زوروں پر تھی۔ جب انہوں نے سب حربے آزما لئے اور سخت ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تو آخر ایک رات وہ اپنے ناپاک ارادوں میں کامیاب ہو گئے۔ 29- جولائی شام سات بجے 1985ء کو جب ایک ہندو دوست کے کام سے باہر جانے لگے تو آپ کی اہلیہ نے کہا کہ واپسی پر راستہ بدل لیں کیونکہ دشمن تاک میں رہتا ہے۔ انہوں نے کہا جو رات مجھے قبر میں آنی ہے وہ باہر نہیں آ سکتی۔ جب تک میری زندگی خدا نے لکھی ہے وہ مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ ایک دن ایک دوست کو ملنے گئے آپ کا چودہ سالہ بیٹا بھی ساتھ تھا واپسی پر تین آدمیوں نے اچانک ایک گلی سے نکل کر آپ پر حملہ کر دیا اور وہیں شہید کر دیا۔

شہادت کے وقت اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹے احمدیت نہ چھوڑنا خواہ تمہیں بھی جان دینی پڑے

پھر بیان کرتی ہیں کہ جس رات آپ کے شوہر کی میت کو ربوہ پہنچایا گیا اس رات آپ کے گھر پر زبردست فائرنگ ہوئی مگر خدا کے فضل سے سب محفوظ رہے۔ آپ بتاتی ہیں کہ

بچیوں کا سر فخر سے بلند رہتا ہے کہ ہمارے والد نے شہادت کا رتبہ حاصل کر لیا

اور کہتی ہیں کہ موت تو ایک اٹل حقیقت ہے کسی اور طریق سے بھی تو آ سکتی تھی۔

رخسانہ طارق جولائی 1986ء میں عید کے دن شہید کی گئیں۔ رخسانہ کے والد بتاتے ہیں کہ شادی سے چند روز قبل اس نے ایک خواب دیکھی کہ میں اپنے کمرے میں بیٹھی ہوں اور حضور انور تشریف لائے ہیں اور کمرے کے باہر کی طرف کھڑکی کے راستے میرے سر پر ہاتھ پھیرا ہے۔ جیسے بزرگ بچوں سے پیار کرتے ہیں۔ یہ خواب بیان کر کے وہ بہت خوش ہوئی۔ ایک عجیب بات جو میں نے رخسانہ میں دیکھی وہ شادی کے چند دن بعد ہی اپنا جہیز بانٹنے لگی۔ مجھ سے اجازت لے کر سارا سامان غریب لڑکیوں میں تقسیم کر دیا۔ پوچھنے پر کہنے لگی کہ میں نے امی جان سے کہا تھا کہ مجھے صرف دو چارپائی وغیرہ دے دیں زندگی ایسے ہی فانی ہے۔ اس کا کیا بھروسہ ہے۔ جتنی بھی غریبوں کی خدمت کر لوں مجھے راحت ہوتی ہے۔ طارق بتاتے ہیں کہ غریبوں کی خدمت کر کے اس کے چہرے پر اتنی خوشی ہوتی تھی جیسے سورج نکل آیا ہو جولائی 86ء میں عید ہی کا دن تھا۔ رخسانہ نے عید پر جانے کا ارادہ ظاہر کیا طارق کے بڑے بھائی نے مخالفت کی اور ڈانٹ کر منع کر دیا۔ وہ طارق سے کہنے لگی ہم ربوہ چلے جاتے ہیں وہاں اپنا گھر بنا لیتے ہیں۔ پھر وہ پرانے کپڑوں میں ہی عید کی نماز کے لئے چلی گئی حالانکہ شادی کے بعد یہ اس کی پہلی عید تھی۔ عید کی نماز میں وہ بہت روئی اور گھر واپس آتے ہوئے بہت خوش تھی۔ سب کے لئے ناشتہ

تیار کیا ان کے خاوند بتاتے ہیں کہ میں حیران تھا آج اتنی خوش کیوں ہے۔ وہ گھر میں سب کو خوشی سے ملی۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ یہ اس کے آخری لمحات ہیں۔ طارق کا بڑا بھائی آیا اور آتے ہی رخسانہ پر گولیوں کی بارش برسادی۔ طارق کہتے ہیں کہ مجھے اکثر کہا کرتی تھی کہ جب میں اللہ کو پیاری ہو جاؤں تو مجھے پہاڑوں کے دامن میں دفن کرنا۔ وہ ربوہ ہی کے پہاڑ تھے جہاں پر بالآخر وہ دفن کی گئی۔

مقبول شہید صاحب کی بیگم صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ میرے شوہر مقبول احمد نے 1967ء میں بیعت کی تھی۔ احمدیت قبول کرنے کے بعد مولوی آپ کو بہت تنگ کرتے تھے۔ دھمکیاں دیتے' رات کو گھر پر پتھراؤ کرتے دروازے کھٹکھٹاتے۔ آپ کا لکڑی کا آرا تھا۔ ایک دن ایک نقاب پوش لکڑے خریدنے کے بہانے آیا اور خنجر نکال کر آپ پر پے در پے وار کئے اور وہیں شہید کر دیا۔ شوہر کی شہادت کے بعد سسرال والوں نے کہا جو غیر احمدی تھے کہ احمدیت چھوڑ دو تو ہم تمہیں پناہ دیں گے۔ دشمن بھی دھمکیاں دیتے رہے کہ احمدیت چھوڑ دو اور ہمارے ساتھ مل جاؤ۔ ہم تمہیں سینے سے لگالیں گے۔ لیکن میں نے ان سب باتوں کو حقارت سے رد کر دیا اور ان سے کہا کہ جو کچھ کر سکتے ہو کر گزرو کسی قیمت پر بھی میں احمدیت کو نہیں چھوڑوں گی جس کی خاطر میرے شوہر کو آپ نے شہید کیا ہے اور اس نے بڑی خوشی سے یہ قربانی دی تھی۔

مریم سلطانہ اہلیہ ڈاکٹر محمد احمد خاں صاحب بیان کرتی ہیں کہ میں اپنے خاوند اور بچوں کے ساتھ ضلع کوہاٹ کے علاقے ٹل میں مقیم تھی۔ اس علاقے میں کوئی احمدی گھرانہ نہ تھا۔ 1953ء کے فسادات میں وہاں مخالفت کی آگ بہت بھڑکی۔ مخالفین میرے خاوند کو دھوکہ دے کر لے گئے اور غیر علاقے میں لے جاکر شہید کر دیا۔ جب آپ کو شہادت کی خبر ملی تو ارد گرد کوئی بھی آپ کا دوست نہ تھا۔ سب مخالف تھے اپنے آپ کو دلاسا دیا اور ہمت کر کے بچوں کو خدا کے سپرد کر کے اپنے میاں کی نعش لینے کے لئے نکل کھڑی ہوئی جس قسم کے حالات تھے نعش کا ملنا ممکن نظر نہیں آتا تھا۔ آپ لاش تلاش کرتی پھرتی تھیں۔ کہتی ہیں میں لاش تلاش کرتی پھرتی تھی اور شہر کے لوگ میرے شوہر کے قتل پر خوشیاں منا رہے تھے میں نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا کوئی میرے غم میں شریک نہ تھا۔ آخر انہوں نے لاش حاصل کر لی اور ٹرک کا انتظام کیا۔ بڑی بہادر خاتون تھیں خود اکیلے ہی یہ سارے کام کئے۔ پھر ٹرک کا انتظام کیا۔ اس میں لاش رکھ کر چاروں بچوں کو ہمراہ لیکر ربوہ روانہ ہو گئیں۔ کہتی ہیں میں آہوں اور سسکیوں میں زیر لب دعائیں کرتی رہی۔

آپ کے شوہر کی دکان بھی لوٹ لی گئی۔ قاتل وہاں دندناتا پھرتا تھا لیکن کوئی اسے پکڑنے والا نہ تھا۔ لیکن خدا کی پکڑ سخت ہوتی ہے۔ یہ پاگل ہو گیا اور دیوانگی کی حالت میں گلیوں میں نیم برہنہ پھرتا رہا اور کچھ عرصہ نظر آنے کے بعد کہیں ہمیشہ کے لئے گم ہو گیا۔ وہ شخص جو مریض دکھانے کے بہانے ڈاکٹر کو بلانے آیا تھا وہ بھی اپنے بھائی کے ہاتھوں بیوی بچوں سمیت قتل ہو گیا۔

یہ واقعات بتا رہے ہیں کہ میں نے نظر رکھی تھی کہ ان لوگوں سے کیا خدا کی تقدیر کرتی ہے۔ تو یہ میں نے دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ ضرور آتی ہے۔ خواہ ہم اس کا تتبع کریں اور ان واقعات کو محفوظ کریں یا نہ کریں۔ یہ بات درست ہے کیونکہ جب میں وقف جدید میں تھا تو میں نے بطور خاص کچھ خدام کی ڈیوٹی لگائی تھی کچھ (مربیان) وقف جدید کی کہ وہ ایک ایک گھر جائیں جہاں مصیبتیں ٹوٹی تھیں اور ان کے حالات کا جائزہ لیں اور گواہیوں کے ساتھ قلم بند کریں کہ اللہ تعالیٰ نے پھر ان سے کیا سلوک فرمایا۔ اور ان ظالموں کا بھی پتہ کریں اور ان کا ریکارڈ رکھیں جنہوں نے احمدیت کے ساتھ یہ ظالمانہ سلوک کئے تھے۔ اور پھر ان سے خدا کا سلوک کیا ہوا۔ وہ واقعات وہاں کہیں میرے دفتر میں ابھی بھی محفوظ پڑے ہونگے۔ لیکن حیرت انگیز خدا تعالیٰ کے دو طرح کے نشانات میرے سامنے آئے ہیں۔ ایک حسن و جمال کے نشانات جو مظلوم احمدیوں کے حق میں بعد میں ظاہر ہوئے۔ اور اس کثرت سے ظاہر ہوئے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے اور ایک اسکی جلالی شان کے نشانات تھے اور کس طرح خدا نے ان ظالموں کو ایک ایک کو پکڑا اور ان کو سزائیں دیں۔

پس یہ جو دوسرا پہلو ہے اس کی طرف بھی جماعت کو توجہ کرنی چاہئے یہ جتنے حالات میں بیان کر رہا ہوں ان کو بھی زیر نظر رکھیں اور جو بکثرت اور ہیں جو بیان میں' احاطہ تحریر میں نہیں آسکتے ان کو بھی زیر نظر رکھیں اور باقاعدہ تحقیق کے ذریعے معلوم کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اس اپنی راہ میں شہید ہونے والے یا دوسرے مظلومین کے ساتھ کیا سلوک فرمایا اور ان کے دشمنوں سے پھر کیا سلوک فرمایا۔

ڈاکٹر منور احمد صاحب شہید سکرنڈ کی اہلیہ بیان کرتی ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کی شہادت سے قبل انہوں نے خواب میں دیکھا کہ "میری سونے کی چوڑیوں میں سے ایک چوڑی ٹوٹ کر گر گئی ہے اور ساتھ ہی بہت بڑا ہجوم ہے اور عورتیں باری باری میرے گلے لگ کر رو رہی ہیں اور میں سمجھ نہ سکی کہ وہ کیوں رو رہی ہیں۔ صبح اٹھ کر پریشان رہی' صدقہ بھی دیا مگر یوں محسوس ہوا کہ جسم سے جان نکل گئی"۔ ڈاکٹر صاحب کو خواب سنائی تو کہنے لگے اللہ پر بھروسہ رکھو۔ جو رات قبر میں آنی ہے وہ باہر نہیں آئے گی۔ بہت بہادر انسان تھے اور کہا کرتے تھے کہ شہادت کسی کسی کو نصیب ہوا کرتی ہے۔ یہ نصیبوں والوں کا حصہ ہے کاش یہ رتبہ مجھے نصیب ہو۔ سکرنڈ کے حالات زیادہ خراب ہوئے تو مجھے کہنے لگے کہ ربوہ چلی جاؤ مگر میں نہ مانی اور کہا کہ چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔ جب شہادت کا دن آیا تو کلینک میں دو آدمی آئے

اور گولیاں برسا کر آپ کو وہیں شہید کر دیا۔ بیان کرتی ہیں کہ شدید گرمی میں پونے تین بجے کے قریب تینوں بچے سوئے ہوئے تھے کہ اچانک اٹھ کر چیخیں مارنے لگے۔ میں پہلے ہی بے چین تھی کہ اتنے میں کمپوڈر روتا ہوا آیا اور بتایا کہ ڈاکٹر صاحب کو کسی نے گولی مار دی ہے۔ بہت ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ ایک غم کا پہاڑ تھا جو مجھ پر ٹوٹ پڑا۔ بڑی تکلیف میں یہ دن کٹے۔ بچے کہتے تھے کہ ابو کو کس نے گولی ماری؟ کیوں ماری؟ میں ان کو گولی مار دوں گا۔ ایک بچہ کہتا کہ وہاں اور لوگ بھی تو تھے انہوں نے ہمارے ابا ہی کو کیوں مارا میں ان کو سمجھاتی رہی کہ

ان کو شہادت کا شوق تھا سو وہ شوق پورا ہوا اور شہادت نصیب ہوئی۔

مکرمہ ثریا صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ گوجرانوالہ میں علی پور میں رہتے تھے 74ء کے ہنگاموں میں جب وہاں سے جلوس آیا تو ایک رات پانچ چھ آدمی ہمارے گھر آگئے۔ میری تائی

جان نے ان سے کہا کہ تم کیا چاہتے ہو۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے گھروں کو اور تم کو جلانا چاہتے ہیں۔ اس پر میری تائی جان نے کہا بے شک ہمارے گھروں کو جلا دو لیکن ہمیں یہاں سے نکل جانے دو۔ اتنے میں میرے بہنوئی عنایت محمد بھی آگئے۔ مخالفوں نے میرے بہنوئی اور میرے والد غلام قادر کو پکڑ لیا۔ میرے سامنے ان کو زبردستی گھسیٹتے ہوئے باہر لے گئے۔ اکیلی عورت تھی بے بس تھی۔ کچھ نہ کر سکتی تھی۔ میرے دیکھتے دیکھتے ان ظالموں نے ان دونوں کو گولیاں مار مار کر شہید کر دیا۔ اللہ نے مجھے صبر کی توفیق بخشی گو غموں کا پہاڑ تھا جو ٹوٹ پڑا تھا۔ دو ماہ بعد میری والدہ بھی وفات پا گئیں۔ بہت تکلیف دہ حالات تھے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہر موقع پر ثبات قدم عطا فرمایا۔

محترمہ امتہ اللہ اور امتہ الرشید صاحبہ دونوں بیٹیاں ہیں ڈاکٹر عبدالقدیر صاحب جدراں کی۔ یہ لکھتی ہیں 1984ء میں جب حالات خراب ہوئے تو آپ کو کئی دفعہ دھمکی آمیز خطوط آئے یعنی ان کے والد کو کہ ہم تمہیں قتل کر دیں گے۔ لیکن آپ کو ان دھمکیوں سے کوئی خوف اور ڈر نہ تھا۔ بلکہ نماز تہجد میں شہادت کی دعا مانگا کرتے تھے۔ آخر ایک روز ایک شخص مریض بن کر آیا اور مسیحا کی جان لے گیا۔ اس نے کئی فائر کئے اور ڈاکٹر صاحب نے اسی وقت شہادت کا رتبہ پا لیا۔ آب زمزم سے دھلے ہوئے دو کفن مکہ سے لائے تھے ان کی خواہش تھی کہ ان کفنوں میں ان کو دفنایا جائے۔ اصولاً شہید کو کفن نہیں دیا جاتا مگر ڈاکٹر صاحب کے کپڑے خون میں لت پت تھے جو پولیس نے لے لئے اور ڈاکٹر صاحب کو مجبوراً پھر وہی کفن کی چادریں پہنانی پڑیں۔

امتہ الحفیظ شوکت صاحبہ ڈاکٹر انعام الرحمان صاحب انور شہید کی اہلیہ لکھتی ہیں۔ جب ایک دن لوگوں نے آپ کو حالات خراب ہونے اور اس کے نتیجے میں خطرات سے آگاہ کیا تو آپ نے یہ کہہ کر علاقہ چھوڑنے سے انکار کر دیا کہ پھر تو یہ علاقہ احمدیت سے خالی ہو جائے گا۔ آپ کے تمام بہن بھائیوں اور عزیز و اقارب نے بھی سندھ چھوڑنے کا مشورہ دیا مگر اس وقت بھی حامی نہ بھری بلکہ کہنے لگے کہ شاید

سندھ کی سرزمین میرا خون مانگتی ہے۔ اور پھر سینے پر ہاتھ مار کر کہنے لگے کہ میں اس کے لئے تیار ہوں

ڈاکٹر صاحب مجھے کہا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ جیسی درد مند، محبت کرنے والی، دین کی راہوں پر قدم مارنے والی ساتھی عطا کر دی ہے۔ آخری دن جب ہم دونوں بازار گئے ہوئے تھے تو ایک دکان پر مجھے انتظار کرنے کے لئے کہا اور ساتھ ہی ایک سٹول لا کر دیا کہ آپ یہاں بیٹھیں۔ یہ گوارا نہ تھا کہ میں کھڑی ہو کر بے آرامی میں انتظار کروں۔ ساتھ ہی گوشت والی دکان تھی۔ ڈاکٹر صاحب گوشت لیکر پیسے نکالنے لگے تو پیچھے سے اچانک دشمنوں نے حملہ کر دیا اور موقع پر ہی آپ کو شہید کر دیا۔ آپ کی لاش خون میں لت پت تھی۔ آپ نے اپنے خون میں انگلیاں ڈبو کر "لا الہ الا اللہ" لکھا اور اس حالت میں جان دے دی۔ ان کی شہادت کا منظر بڑا دردناک تھا۔ میرے سامنے تڑپتے تڑپتے جان دی۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مجھے صبر کی توفیق بخشی۔

یہ تو چند واقعات ہیں جو احمدی مردوں کی شہادتوں کے واقعات یا بعض احمدی خواتین کی شہادت کے واقعات، کس طرح انہوں نے اپنے پیاروں کو خدا کی راہ میں جانیں لٹاتے دیکھا اور کس طرح انتہائی بہیمانہ اور سفاکانہ سلوک پر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو عظیم صبر کی توفیق بخشی۔

یہ وہ داستانیں ہیں جن سے احمدیت زندہ ہے۔

شہید خود بھی زندہ ہوتے ہیں۔ اور ان قوموں کو بھی زندہ کر جاتے ہیں جن سے وہ وابستہ ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی کی گواہی جو قرآن کریم نے عطا فرمائی ہے اس کے ہم سب گواہ ہیں۔ حقیقت میں شہیدوں کی زندگی سے قومیں زندگی پایا کرتی ہیں۔ پس میں چونکہ وقت ختم ہو رہا ہے بقیہ حصہ کو آئندہ کے لئے رکھتا ہوں۔

میں آپ کو صرف اتنی نصیحت کرتا ہوں کہ آپ کے لئے راہیں معین کر دی گئی ہیں ہر وقت میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے مردوں اور بچوں اور عورتوں کو مزید ابتلاؤں سے بچائے اور بغیر ابتلاؤں ہی کے اجر کا ایک لامتناہی سلسلہ عطا فرما دے۔ مگر انسان کی سوچ ناقص ہوتی ہے بعض لوگ مجھے لکھتے ہیں کہ ہمارے لئے شہادت کی دعا کریں تو میں جانتا ہوں کہ شہادت کا رتبہ کیا ہے۔ مگر میں ان کو لکھا کرتا ہوں کہ مجھے اس وقت اور جماعت کو اس وقت غازیوں کی ضرورت ہے۔ مگر ایک انسانی سوچ ہے اللہ بہتر جانتا ہے کہ کب جماعت کو شہادتوں کی ضرورت ہے اور کب جماعت کو غازیوں کی ضرورت پیش آتی ہے۔ پس جب بھی اس کی تقدیر ایک فیصلہ فرمائے گی وہ فیصلہ بہرحال جاری ہو گا۔ اس لئے میں آپ کو یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ آپ کی ان پاک خواتین نے جو آپ سے پہلے ان مصیبتوں میں سے پہلے گزری ہیں۔ انہوں نے آپ کے لئے راہ عمل معین کر دی ہے۔

وہ زمین پر چلنے والی ایسی تھیں کہ آسمان پر کہکشاں کی طرح ان کے قدموں کی نشانات ہمیشہ تاریخ میں روشن رہیں گے۔

اگر ایسے واقعات پھر رونما ہوں (-) تو میری نصیحت یہ ہے کہ دنیا چند روزہ ہے جو کچھ بھی ہو، ہو جائے۔ اپنے ایمان کو سلامت رکھتے ہوئے خدا کے حضور حاضر ہوں اور یاد رکھیں کہ آپ جو شہید کا مرتبہ پانے والے ہیں آپ کبھی مر نہیں سکتے۔ آسمان کا خدا گواہ ہے کہ آپ ہمیشہ کے لئے زندہ ہیں۔ اور آپ ہی کی زندگی سے آپ کے بعد پیچھے رہنے والی قومیں زندہ رہیں گی اور اسی کا فیض پاتی رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ یہ توفیق عطا فرماتا رہے۔

اس ضمن میں میں آخری نصیحت یہ کرتا ہوں کہ آج جو دعوت الی اللہ کا دور ہے اس میں جیسا کہ حیرت انگیز طور پر احمدی خواتین قربانیاں پیش کر رہی ہیں۔ اس راہ میں قدم آگے بڑھاتی رہیں۔ کیونکہ وہ لوگ جو داعی الی اللہ ہوتے ہیں ان کی غیر معمولی حفاظت آسمان سے اترتی ہے۔ حفاظت کے سامان آسمان سے اترتے ہیں۔ اور یہ وہ موقع ہے جس کے متعلق میں جانتا ہوں کہ داعین الی اللہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت غیر معمولی طور پر حفاظت کے سامان کرتی ہے، پہلے بھی ہوتے رہے ہیں، آئندہ بھی ہوتے رہیں گے **لیکن بعض دفعہ دعوت الی اللہ کی راہ میں بھی شہادت واقع ہو جاتی ہے۔ اس کے نتیجے میں دعوت الی اللہ سے نہیں رکنا۔**

ہم یعنی احمدیت آج ایک ایسے عظیم دور میں داخل ہو چکی ہے جہاں سارے پیمانے تبدیل کر دیئے گئے ہیں۔ وہ ممالک جو بیسیوں سال میں بھی چند سو یا ہزار بیعتوں سے زیادہ نہیں کروا سکتے تھے۔ ان کے بیعتوں کے پیمانے تبدیل کئے جا چکے ہیں۔ حیرت انگیز طور پر خدا تعالیٰ جماعت کی طرف ان لوگوں کے رجحان کر رہا ہے جن لوگوں کو پہلے جماعت سے نفرت تھی۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس سلسلے میں ایم ٹی اے کو بھی عظیم خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔ پس **میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر آپ دعوت الی اللہ کے کام میں مسلسل آگے بڑھتی رہیں گی جیسا کہ اب بڑھ رہی ہیں تو انشاء اللہ تعالیٰ اللہ آپ کی حفاظت بھی فرمائے گا**

اور میری دعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ زندوں کو بھی شہادت کے رتبے عطا فرمائے جو خدا کی راہ میں اپنی جان کو ہتھیلی میں ڈال کر، خدا کی خاطر خطروں کا مقابلہ کرتے ہوئے آگے نکل کھڑی ہوں۔ کیونکہ خدا کے ہاں یہ نہ صرف یہ کہ ناممکن نہیں بلکہ قرآن سے قطعی ثبوت اس بات کا موجود ہے کہ زندوں کو بھی شہید کہا گیا ہے۔ وہ لوگ جو ہمہ وقت شہادت کے لئے حاضر رہتے ہیں جو خدمت کے لئے تیار رہتے ہیں اور خدا کی تقدیر پر چھوڑ دیتے ہیں کہ جو کچھ ان سے ہو وہ اس پر راضی رہیں گے وہ زندہ بھی رہیں۔ طبعی موت بھی وفات پائیں تو ان کو شہید ہی کہا جاتا ہے تمام انبیاء کو انہی معنوں میں شہید کہا گیا ہے۔ اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو سب شہیدوں کا سردار قرار دیا گیا ہے۔ پس جہاں تک شہادت کا شوق ہے وہ تو خدا چاہے تو کئی رستوں سے عطا کر سکتا ہے راہ عمل میں قدم نہ روکیں، مسلسل آگے بڑھتی رہیں۔

میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ حال ہی میں لجنہ اماء اللہ کی طرف سے مختلف ملکوں میں جو دعوت الی اللہ کے واقعات مل رہے ہیں وہ ایسے حیرت انگیز ہیں کہ بعض ملکوں میں پہلے وقتوں میں کبھی مردوں نے اتنی بیعتیں نہیں کروائی تھیں جتنی اب احمدی خواتین بیعتیں کروا رہی ہیں۔ وہ اکیلی آپس میں مل کر منصوبے بناتی ہیں اور بعض دیہات کو چنتی ہیں اور ان کے لئے نکل کھڑی ہوتی ہیں جہاں ایک بھی احمدی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ پھر وہاں احمدیت کا پودا گاڑ کر تسلی پاتی ہیں۔ اور پھر ایسا پودا نصب کرتی ہیں جو جلد جلد نشوونما پانے لگتا ہے۔ شاخیں نکالتا ہے، بیج اور پھل لاتا ہے اس سے اور پھر پودے اگتے ہیں۔ یہ نمونے سالوں کی بات نہیں، مہینوں میں ہمارے سامنے ظاہر ہو رہے ہیں۔ پس یہ ایک عظیم دور ہے جس سے قطعی طور پر

یقینی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے احمدیت کو فتح مند ہونے کے لئے بنایا ہے اور فتح مندی کے راستے پر تیزی کے ساتھ جماعت کے قدم آگے بڑھ رہے ہیں۔

خدا کی تائید کی ہوائیں ہمارے حق میں چل رہی ہیں۔ پس آگے بڑھتی رہیں۔ درود و سلام بھیجتی ہوئی آگے بڑھتی رہیں۔ اور یہ عہد کریں کہ اگر بڑی سے بڑی قربانی کے لئے بھی آپ کو بلایا گیا تو ہنستے ہوئے، خدا کا نام لیتے ہوئے، محمد مصطفیٰ پر درود بھیجتے ہوئے آپ خدا کی راہ میں جانیں دیں گی اور ہر قربانی پیش کریں گی۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ اللہ آپ کو عظیم سعادتوں کی توفیق بخشے۔ خدا کرے کہ آپ کی روشنی سے آئندہ سو سال ہی کی نہیں آئندہ ہزار سال کی احمدی تاریخ روشن ہو جائے۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

☆......☆......☆......☆

جلسہ جرمنی 1994ء میں خواتین سے خطاب

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ

بنصرہ العزیز نے عورتوں کی قربانیوں کے تسلسل میں جلسہ سالانہ جرمنی کے موقعہ پر 26- اگست 1994ء بمقام ناصر باغ (گروس گیراؤ) خواتین سے خطاب فرمایا۔ اس خطاب کا متن ذیل میں درج ہے۔

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

گذشتہ ایک دو سال سے میرا یہ دستور ہے کہ جلسہ سالانہ یو۔کے سے عورتوں کے خطاب میں جو مواد بچتا ہے وہ میں جرمنی کے جلسے میں پیش کر دیتا ہوں کیونکہ ایک دفعہ اس مواد کو بیان کرنا ممکن نہیں۔ وقت تھوڑا ہوتا ہے اور بانٹ کر بات کرنی پڑتی ہے۔ تو کچھ وہاں جلسہ سالانہ یو۔کے میں جو باتیں تھیں ان کا بقیہ حصہ میں آپ کے سامنے رکھنے لگا ہوں۔

مضمون کا عنوان ہے

"احمدی خواتین کی عظیم الشان قربانیاں"

اور گذشتہ جلسہ سالانہ یو۔کے پر میں نے عموماً ان خواتین کا ذکر کیا تھا جن کے قریبی شہید ہوئے۔ یا باپ شہید ہوئے یا بھائی یا بیٹے۔ اپنی آنکھوں سے وہ واقعات دیکھے یا قریب ہی تھیں اور ان تک پہنچنے کی طاقت نہیں تھی۔ لیکن بہت گہرے صدمے میں سے وہ خود گزری ہیں اور کیا ان کے دلوں پر کیفیات گزریں کس طرح انہوں نے صبر کی توفیق پائی۔ بہت ہی دردناک واقعات تھے جن کا میں نے گذشتہ جلسے پر ذکر کیا تھا۔ یعنی یو۔کے کے جلسے پر۔ اب آپ کے لئے نسبتاً کم درجے کے واقعات چنے ہیں۔ یعنی شہداء کے ذکر کے نہیں بلکہ احمدی خواتین جب فسادات میں سے گزریں اور مختلف ملک کے حصوں میں ان فسادات نے کیا شکل اختیار کی۔ بے سہارا احمدی خواتین اور چھوٹے چھوٹے بچوں پر کیا گزری۔ ان کی زبان ہی سے یہ باتیں میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ جماعت احمدیہ کی تاریخ کتنی عظیم قربانیوں کے ساتھ لکھی جا رہی ہے۔ یا شہداء کا خون ہے جو جماعت احمدیہ کی قربانیوں کے لئے یعنی آسمان پر جماعت احمدیہ کی قربانیاں لکھنے کے لئے روشنائی کا کام دیتا ہے یا مظلوم اور بے سہارا عورتوں کی دعاؤں میں گرنے والے آنسو ہیں جن سے یہ کہانی رقم ہو رہی ہے۔ مگر یہ جماعت کا ایک ایسا عظیم سرمایہ ہے جسے ہمیشہ محفوظ رکھنا چاہئے۔ اور احمدی خواتین کو اپنی ان بزرگ خواتین سے ہمیشہ سبق لینا چاہئے جو انتہائی شدید خطرات کے وقت بھی بڑی دلیری اور ہمت کے ساتھ ان کا مقابلہ کرتی رہیں اور اپنے ایمان کی حفاظت کی خواہ اس کے نتیجے میں ان کو بڑی سے بڑی قربانی دینی پڑی۔

چند واقعات جو میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں ان میں سے کچھ مختصر ذکر کروں گا کیونکہ

واقعات بہت زیادہ ہیں لیکن خلاصۃً بات کرتے ہوئے آہستہ آہستہ ایسے واقعات کی طرف بڑھوں گا جو غیر معمولی طور پر دل پر اثر کرنے والے ہیں۔

ایک احمدی خاتون جو بیٹ ناصر آباد کی صدر لجنہ اماء اللہ ہیں وہ لکھتی ہیں کہ گذشتہ سے پیوستہ سال دشمنوں نے ان کو گھیرے میں لے لیا اور زدوکوب کرنے لگے۔ بار بار یہ کہتے تھے کلمہ پڑھو' کلمہ پڑھو۔ وہ کہتی ہیں کہ میں جب کلمہ سناتی تھی تو پھر مجھ پر مکوں اور گھونسوں کی بارش شروع ہو جاتی تھی اور کوئی تھپڑ مارتا تھا اور کوئی جو بھی ہاتھ میں چیز تھی اس سے تکلیف پہنچاتا تھا۔ یہاں تک کہ میں نڈھال ہو گئی اور مجھے سمجھ نہیں آتی تھی کہ میں کیا کروں۔ کیونکہ وہ کہتے تھے کلمہ پڑھو' اور میں کلمہ پڑھتی تھی تو آخر بات یہ کھلی کہ کہتے ہیں کہ یہ کلمہ تو ہمارا ہے۔ تم اپنا کلمہ پڑھو اور چونکہ ہمارا الگ کلمہ ہی کوئی نہیں اس لئے ان کا دماغ اس طرف جا ہی نہیں سکتا تھا کہ میں الگ کلمہ کونسا پڑھوں۔ غرضیکہ اسی حالت میں یہ کہتی ہیں کہ آخر انہوں نے مجھ پر یہ بات کھولی کہ اگر کلمہ پڑھنا ہے تو حضرت مسیح موعود کو گالیاں دو۔ اس پر انہوں نے کہا کہ جو کچھ بھی کرنا ہے کر گزرو مگر میں تو کلمہ پڑھوں گی اور میرے کلمہ میں کسی کو گالیاں دینا شامل نہیں۔

لجنہ اماء اللہ بہاولپور کی صدر لکھتی ہیں کہ 1957ء میں احمدیت قبول کی تھی۔ 1965ء میں میری شدید مخالفت شروع ہو گئی۔ محلے کے لوگوں نے بہت سختی کی۔ ایک بار انہوں نے گھر آکر انہیں مارا پیٹا۔ باہر لوگ اکٹھے کر لئے جو باہر نعرے لگا رہے تھے اور مجھے قتل کی دھمکیاں دے رہے تھے خوف کی وجہ سے کہتی ہیں میں نے اپنے خاوند اور بیٹے کو باہر بھجوا دیا تھا تاکہ وہ زندہ بچ جائیں لیکن خود اپنے چھوٹے بچوں کو ساتھ لے کر وہیں بیٹھی رہی۔ 1975ء میں پھر یہ جوش دوبارہ ابلا تو بڑے زور سے سارے محلے والوں نے ہم پر سختی شروع کر دی اور رات کے وقت مل کر حملہ کیا۔ کہتی ہیں کہ میرے خاوند کو گھسیٹ کر (اپنی) مسجد میں لے گئے اور بہت مارا پیٹا اور بار بار سختی کی۔ میرا سارا زیور چھین لیا اور جو پلاٹ تھا اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ میں نے سب کچھ بڑی ہمت اور حوصلے سے برداشت کیا اور یہ عہد کر لیا کہ اگر یہ مجھے آگ میں بھی ڈال دیں گے تو احمدیت کو نہیں چھوڑوں گی۔ چنانچہ دعائیں مقبول ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے بالآخر ان ظالموں سے مجھے نجات بخشی۔

ہاجرہ تبسم صاحبہ صدر لجنہ قصور بیان کرتی ہیں کہ 74ء میں قصور شہر کے تمام احمدی گھروں پر پہرہ لگا دیا گیا کہ کوئی کھانے کی چیز ان تک نہ پہنچ سکے۔ نہ پینے کا پانی' نہ دودھ' نہ کوئی کھانے کی چیز۔ ایک دن کارپوریشن کا عملہ پانی کا پائپ کاٹنے کے لئے بھی آ گیا۔ اور انہوں نے کہا کہ تم پانی پر زندہ ہو ہم یہ پانی بھی بند کریں گے۔ ان سے ان کی لمبی گفتگو ہوئی اور انہوں نے قتل کی بھی دھمکیاں دیں۔ آخر اس نے کہا کہ دیکھو تم ایک خون کی بات کر رہے ہو یہاں جو کچھ بھی ہے سب حاضر ہے۔ تم ہمارے خون کی ندی بہا دو گے تب بھی ہم اپنے دین اور ایمان کو نہیں چھوڑیں گے'

میں حاضر ہوں' میرے بچے حاضر ہیں' جو کرنا ہے کر گزرو۔ وہ کہتی ہیں اس بات کا ان پر ایسا اثر پڑا کہ وہ عملہ جو باقاعدہ اس غرض سے بھجوایا گیا تھا کہ پائپ کاٹ دیں' بغیر پائپ کاٹے واپس چلا گیا۔ اور یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ یہ لوگ اپنے عقیدے سے ٹلنے والے نہیں ہیں۔ اس لئے ان کے ساتھ جو کچھ بھی کرنا ہے بے کار ہے۔ اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔ اس کے باوجود بیس دن تک مسلسل ناکہ بندی جاری رہی۔

امۃ الحمید صاحبہ لکھتی ہیں کہ 1974ء میں مخالفین نے جلوس کی شکل میں فیصل آباد کے احمدی گھروں کا رخ کیا اور میرے میاں اور چار بیٹے نماز مغرب کے لئے ایک فرلانگ پر گئے ہوئے تھے اور گھروں میں میں اور میری چار معصوم بیٹیاں تھیں۔ میں خود بیمار تھی۔ ہم دوسری منزل پر چلے گئے۔ مردوں کی طرف سے بہت فکر مند تھے۔ میری بیٹی جو نسبتاً بڑی تھی وہ گھبرا کر نکلی اور پانچ فٹ کی دیوار پھلانگ کر ہمسائی سے جا کر منتیں کیں۔ اس کو رحم آیا تو وہ ساتھ لے کر جہاں میرے میاں اور بچے تھے ان کو اطلاع دینے پہنچ گئے۔ کہتی ہیں میں جلوس سے محو گفتگو تھی اور مسلسل ان کی باتوں کا جواب دے رہی تھی۔ جب ان کے پاس اور باتیں کرنے کی نہ رہیں۔ کوئی دلیل نہ رہی تو آخر انہوں نے فیصلہ کیا کہ نماز عشاء کے بعد بڑا جلوس اکٹھا ہو اور اینٹوں اور پتھروں کی بارش کی جائے۔ چنانچہ رات کے اندھیرے میں بہت خوفناک آوازوں کے ساتھ انہوں نے ہمارے مکان پر حملہ کیا۔ ہر طرف سے اینٹوں اور پتھروں کی بارش برسادی اور مجبور کیا کہ میرے میاں اور بیٹے کو کہ باہر نکلیں اور کلمہ شہادت سنائیں۔ چنانچہ ان کے کہنے میں آکر وہ باہر نکلے اور اس پر انہوں نے ان کو مارنا شروع کیا۔ اور ساتھ ساتھ کہتے جاتے تھے کہ کلمہ پڑھو۔ پھر وہی بات جب کلمہ پڑھتے تھے تو کہتے تھے یہ کلمہ کافی نہیں ہے مسلمان بنانے کے لئے۔ تم مرزا صاحب کو گالیاں دو۔ چنانچہ انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو اس سے پہلے خاتون نے دیا تھا کہ گالیوں والا کلمہ میں نہیں جانتا۔ جو کلمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ ہے وہ پڑھ کر سناؤں گا۔ وہی پڑھوں گا اس کے سوا اور کچھ نہیں کہوں گا۔ چنانچہ ان کو ادھ موا چھوڑ کر جب وہ چلے گئے تو کہتی ہیں بڑی مشکل تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضل فرمایا اور ہم بچ گئے۔ آخری کوشش انہوں نے یہ کی کہ ہمیں زندہ اپنے مکان میں جلا دیں لیکن تیل چھڑکنے کے باوجود بار بار اس کو شعلے دکھانے کے باوجود کوئی ایسی بات ہوئی کہ مکان کو آگ نہیں لگ سکی۔ چنانچہ ایسی حالت میں ہی ٹوٹے ہوئے دروازوں اور کھڑکیوں کے ساتھ ہم نے رات بسر کی اور بعد میں اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کہ ہمیں ان کے چنگل سے نجات بخشی۔

نسیم اختر صاحبہ اہلیہ ولایت خاں صاحب بیان کرتی ہیں کہ جب چک سکندر پر حملہ ہوا تو حملہ آوروں نے احمدی گھرانوں کو آگ لگانا شروع کر دی۔ ہمارے گھر آئے تو گھر کی کھڑکیاں' دروازے انہوں نے توڑ دیئے۔ سارا سامان باہر نکال کر جلا دیا۔ کچھ لوٹ کر لے گئے۔ ہم لوگ گھر کے پچھلے کمرے میں تھے۔ وہ لوگ آپس میں باتیں کرنے لگے۔ ان کو یہیں زندہ جلا دو۔ جب وہ لوگ سامان جلا رہے تھے تو میری زبان سے کلمہ طیبہ کے الفاظ نکل رہے تھے۔ ایک لڑکا قرآن پاک کو آگ میں پھینکنے لگا تو اس وقت مجھ سے برداشت نہ ہوا۔ میں بھاگ کر بے خطر اس کی طرف جھپٹی اور کہا دیکھو قرآن نہ پھینکو۔ وہ آگے بڑھا اور میرے منہ پر تھپڑ مارنے لگا۔ میں نے اپنا منہ آگے کر دیا اور کہا کہ دیکھو تھپڑ ضرور میرے مار لو' جتنے چاہو مار لو مگر قرآن پاک کو کچھ نہ کہو۔ مگر اس ظالم نے اس کے باوجود جلتی آگ میں قرآن پھینک دیا۔ ظالم آگ میں سامان ڈالتے اور کہتے اب تمہارا مرزا ہی ہے جو تمہیں سامان دے گا۔ اللہ کا فضل ہے کہ یہ گاؤں اب پھر آباد ہو چکا ہے۔ یہ سارے خدا کے فضل سے پہلے سے زیادہ بہتر ہیں۔ وہ کہتی ہیں میں نے کہا پہلے بھی خدا ہی دیتا تھا اب بھی خدا ہی دے گا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اب ان کو پہلے سے بڑھ کر سب کچھ عطا فرمایا ہے اور اس وقت وہ ڈش انٹینا کے ذریعہ ہمارا یہ اجلاس دیکھ رہے ہیں اور سن رہے ہیں۔

سید صادق شاہ صاحب بھگہ کی بیگم نیر سلطانہ صاحبہ لکھتی ہیں۔ کہ میں شادی کے بعد احمدی ہوئی۔ سسرال والے سب پہلے سے احمدی تھے لیکن سارا میکہ اور برادری غیر احمدی تھے۔ 74ء کے بعد بہت زیادہ مخالفت شروع ہو گئی۔ والد صاحب پر دباؤ ڈالا گیا کہ اپنی بیٹی کی علیحدگی کروا کر اسے گھر لے آؤ۔ انہوں نے کہا اس کے تین بچے ہیں میں اسے کیسے گھر لا سکتا ہوں۔ یعنی جو لکھنے والی ہیں کہتی ہیں میرے والد پر دباؤ ڈالا گیا کہ مجھے خاوند سے طلاق دلوا کر یا خلع دلوا کر باپ اپنے گھر لے جائے۔ 84ء کے بعد بھگہ میں شدید مخالفت ہوئی ہمارے گھر پر پتھراؤ کیا جاتا رہا۔ بچوں کو سکول جاتے ہوئے لوگ مارتے اور گالیاں دیتے۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ بیٹا خاوند اور گھر کے دوسرے افراد کلمہ پڑھنے کی وجہ سے جیل میں چلے گئے اور گھر میں صرف عورتیں رہ گئیں (-)

باہر کی دنیا کے لوگ ان باتوں کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ وہ آپ کو دیکھتے ہیں وہ سمجھتے ہیں عام سی عورتیں ہیں اسی طرح آگئی ہیں۔ حالانکہ آپ میں کثرت سے ایسی عورتیں بیٹھی ہوں گی جن کے گھروں پر کسی نہ کسی وقت احمدیت کی دشمنی میں کوئی قیامت ٹوٹی ہوگی۔ کئی ایسی مائیں ہوں گی جن کے بچے جب سکول سے واپس آتے تھے تو روتے ہوئے اس وجہ سے اپنے زخم دکھاتے آتے تھے کہ مار پڑی ہے محض اس لئے کہ میں احمدی ہوں اور روزانہ یہی ظلم بچوں پر ہوتا رہا۔

پس یہ وقت ہے کہ ہم ان ساری باتوں کی حفاظت کریں۔ ان کو اپنی تاریخ کا انمٹ حصہ بنائیں اور آئندہ نسلوں کو بھی بتائیں کہ ایمان کی قیمت دینی پڑتی ہے اور احمدی خواتین نے بھی بڑی بڑی قیمتیں دیکر اپنے ایمان کی حفاظت کی ہے۔ کہتی ہیں پھر انہوں نے گھر پر پتھراؤ کیا اور خاوند اور بیٹا تو جیل جا چکے تھے صرف عورتیں تھیں۔ ہم نے بہت صبر اور ثابت قدمی کے نمونے دکھائے اور اللہ تعالیٰ نے بالآخر ہمیں حفاظت سے وہاں سے نکال لیا۔

رحمت بی بی صاحبہ اہلیہ ماسٹر غلام محمد صاحب لکھتی ہیں کہ 74ء میں جب حالات خراب ہوئے تو رات کے اڑھائی تین بجے جلوس گھر آپہنچا۔ دروازے کھڑکیوں کو آگ لگا کر چلے گئے۔ گھر میں میری بیٹیوں کے چھوٹے چھوٹے بچے تھے جو سب سہم کر اپنی ماؤں کی چھاتیوں سے چمٹے ہوئے تھے ہم نے کوشش کر کے آگ بجھادی صبح پھر جلوس آگیا۔ ان کے ہاتھوں میں برچھیاں اور کلہاڑیاں اور ٹوکے تھے۔ انہوں نے دروازوں اور روشن دانوں کے شیشے توڑ دیئے۔ اور گھر کو گھیرے میں لے لیا۔ کوئی چیز باہر سے نہ اندر آسکتی تھی نہ باہر جا سکتی تھے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کو دودھ کی ضرورت تھی۔ دودھ ہم لا نہیں سکتے تھے۔ ہم پانی میں چینی گھول کر بچوں کو دیتے رہے۔ بچے روتے بلکتے لیکن تین دن رات تک ہم انہیں صرف میٹھا پانی پلاتے رہے۔ بڑی تکلیف کے دن تھے۔ الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے ثبات قدم بخشا اور ہمارے ایمان کو بچا لیا اور ہم نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

امۃ الامین اہلیہ عبدالرزاق شاہ صاحب بھگہ لکھتی ہیں کہ 74ء میں جب احمدیوں پر قیامت ٹوٹی تو ظالموں نے سب احمدیوں کے گھر لوٹ لئے اور ہمارا گھر بھی راکھ کا ڈھیر بن گیا۔ ہم نے سب ظلم و ستم برداشت کئے مگر احمدیت کو نہ چھوڑا اور مضبوطی سے اسے تھامے رکھا۔ جب بچے سکول جاتے تو روتے ہوئے گھر آتے۔ سکول ٹیچر سے احمدی ہونے کی وجہ سے مار پڑتی تھی۔ یہ (یعنی لکھنے والی) خود سکول گئیں اور ٹیچر سے کہا کہ بچے زخمی ہو جاتے ہیں تم کیا ظلم کر رہی ہو۔ تو اس نے کہا آسان بات ہے تم احمدیت چھوڑ دو تو میں مارنا چھوڑ دوں گی۔ پس ماں کے ثبات قدم اور ایمان کے نتیجے میں روزانہ بچوں کو مار مار کے ان کے ہاتھ زخمی کر دیئے جاتے۔

کہتی ہیں جب بچے سکول جاتے روتے ہوئے گھر آتے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہتی ہیں آپ کے گھر کے قریب غیر احمدیوں کی مسجد تھی جمعہ کے دن وہ لوگ آپ کے گھر پر پتھر پھینکنے آگئے۔ گھر کے سارے شیشے توڑ دیئے اور ہر جمعہ ہی رواج بن گیا کہ جمعہ کی نماز سے فارغ ہوئے اور مظلوم عورتوں اور بچوں پر پتھراؤ کرتے اور گندی گالیاں دیتے اور یہ فضل الٰہی کی تلاش کے نئے اسلوب ایجاد کر رہے تھے۔ کہتی ہیں بالآخر جب ہم نے استقامت دکھائی اور اسی حالت میں حال میں اس گھر میں ٹھہرے رہے تو ایک دن انہوں نے گھر کو اس طرح آگ لگائی کہ سارا گھر پھنک گیا اور سوائے خاکستر جلی ہوئی اینٹوں کے وہاں کچھ بھی نہ بچا ہم بمشکل ننگے پاؤں اور ننگے سر وہاں سے نکلے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کے پھندے سے نجات بخشی لیکن اس حال میں کہ گھر کا سامان' ساری عمر کی جائیداد' سب کچھ خاک کا ڈھیر بن چکا تھا۔

شمس النساء صاحبہ اہلیہ شیخ غلام احمد صاحب بہاول نگر لکھتی ہیں کہ 74ء میں ہنگامے شروع ہوئے تو ہر جگہ جلوس اور مار دھاڑ شروع ہو گئی۔ بہاول نگر میں جلوس نکلے۔ احمدیوں کو اور حضرت اقدس مسیح موعود (-) کو انتہائی گندی گالیاں دی گئیں۔ ان کے ہاتھ میں مٹی کے تیل کی بوتلیں اور ڈنڈے اور پتھر تھے۔ جب یہ جلوس بازار آیا تو پولیس بھی آگئی مگر وہ خاموش تماشائی بنی رہی۔ جلوس والوں نے میرے دیور کی کپڑے کی دوکان پر تیل چھڑک کر آگ لگادی اور باقی احمدیوں کی دکانوں کو بھی توڑ پھوڑ کر چلے گئے۔ اگلے دن ہماری دوکان کا دروازہ توڑا۔ جنرل سٹور کا سارا سامان لوٹ کر توڑ کر چلے گئے۔ یہ توڑ پھوڑ لوٹ مار ہر روز کا معمول بنا ہوا تھا۔ احمدیوں کے گھروں پر پتھراؤ کیا جاتا۔ سب لوگ گھروں میں بند دعاؤں کا ورد کرتے رہتے۔ ہمیں حضور کا حکم تھا کہ جگہ نہ چھوڑی جائے اور گالیوں کا جواب اشتعال میں آکر ہرگز نہ دیا جائے۔ ادھر انہوں نے سوشل بائیکاٹ بھی کر دیا۔ مکانوں پر پہرے بٹھا دیئے کہ ان کے گھروں میں کھانے پینے کی اشیاء نہ جائیں۔ مگر خدا ہمارا رازق تھا' کسی نہ کسی طرح کھانے پینے کی اشیاء ہم تک پہنچ ہی جاتی تھیں۔

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ ربوہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے خدام کی ٹیمیں مختلف جگہ بھجوائی جاتی تھیں اور دوسرے علاقوں سے بھی' سرگودھا کے دیہات سے بھی لوگ آتے تھے۔ بعض دوسرے ایسے علاقے جہاں نسبتاً امن تھا مثلاً سیالکوٹ وغیرہ۔ وہاں سے بھی بہت مخلص نوجوان اپنے آپ کو پیش کرتے تھے۔ اور دن رات ہمارا یہ کام تھا کہ مختلف علاقوں کی خبروں کے لئے ان کو استعمال کیا جائے۔ وہ ایسے بھیس بدل کر وہاں پہنچتے تھے جیسے شکل سے وہ احمدی پہچانے نہ جائیں۔ اور بسا اوقات وہ اچانک ان کا گھیرا توڑ کر کھانے پینے کی اشیاء لے کر مظلوم گھروں تک پہنچ جایا کرتے تھے۔ پھر جب واپس آتے تھے تو اس حال میں کہ ان کے چہرے بگڑے ہوئے۔ ان کا حلیہ پہچانا نہیں جاتا تھا۔ ایک ایسا ہی قافلہ جو خدام کا احمدی مظلوم گھروں کو خوراک دینے کے لئے بھجوایا گیا تھا جب وہ واپس آیا تو مجھے یاد ہے۔ میں قصر خلافت سے نکل کر (بیت) مبارک میں نماز کے لئے جا رہا تھا رستے میں ایک بڑی بھیانک شکل کا آدمی مجھے نظر آیا جس کا منہ سوجا ہوا اور کپڑے پھٹے ہوئے لیکن مسکرا رہا تھا۔ میں حیران کہ اس کو اندر آنے کیوں دیا گیا۔ یہ ہے کون؟ تو جب اس سے پوچھا تو پتہ لگا کہ وہ ہمارا ہی بھیجا ہوا خادم تھا اور خوشی سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کو یہ خبر دینے آیا تھا کہ خدا کے فضل سے ہم بھوکوں کو بھوک سے مرنے سے بچانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اور بڑی دردناک کہانی تھی جس طرح ان نوجوانوں نے پتھر کھاتے' ماریں کھاتے' ان پر ڈنڈے برسائے جا رہے تھے مگر قوت کے ساتھ' زور کے ساتھ دوڑ کر ان گھروں تک پہنچ گئے اور ان بچوں کو جو بھوک سے بلک رہے تھے ان کو خوراک مہیا کی۔ بہت ہی عظیم دور تھا جس کی یادیں اتنی گہری اور اتنی عظیم ہیں کہ ان کے تصور سے ہی انسان کی روح پگھل

جاتی ہے۔ آپ لوگ جن کو یہ تجربہ نہیں ہے آپ کو اندازہ نہیں کہ کیسے عجیب دن تھے وہ۔ اور خدا کے فضلوں کو بھی کس طرح ہم نے آسمان سے برستے دیکھا ہے غرضیکہ جیسا کہ اس خاتون نے گواہی دی ہے کہ کسی نہ کسی طرح اللہ تعالیٰ رزق کا انتظام کر ہی دیتا تھا۔ میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ اس رزق کے انتظام میں خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اسی کی دی ہوئی توفیق سے احمدی نوجوانوں کی عظیم قربانیاں شامل ہیں۔

کہتی ہیں ہمارا تمام کاروبار ختم ہو گیا۔ بچے چھوٹے چھوٹے تھے۔ بھوک سے روتے دیکھے نہ جاتے تھے مگر خدا کو ہمارا زندہ رہنا منظور تھا۔

شیر خوار بچے کے لئے دودھ کی بہت مشکل تھی۔ دودھ تو دودھ پانی بھی نہیں ملتا تھا۔

کہتی ہیں میرے میاں دکان پر تھے۔ جلوس آیا۔ پہلے پتھراؤ کیا۔ پھر ان کو دکان کے اندر بند کر دیا۔ ایک دن نہیں۔ کئی دن ایسا ہوتا رہا۔ پتھراؤ کرتے، سزا دیتے اور پھر اپنی ہی دکان میں تالا لگا کر چلے جاتے۔ سخت گرمی کے دن تھے جان کنی کی حالت ہو گئی۔ گھڑے میں تھوڑا سا پانی رہ گیا تھا۔ اس میں قمیض بھگو کر منہ اور جسم تر کرتے تا بے ہوش نہ ہو جائیں۔ باہر اتنا شور پڑا ہوتا تھا کہ کچھ سنائی نہیں دیتا تھا۔ کہتی ہیں ایک دفعہ صبح آٹھ بجے سے شام کے پانچ بجے تک دکان میں بند رہے۔ بعد میں کسی نے اتفاق سے پولیس کو اطلاع کی اور کوئی شریف النفس پولیس والا ایسا تھا جو گاڑی لے کر آیا اور پھر ان کو گھر چھوڑ گیا۔ یعنی کئی دن تک بیوی نے اپنے خاوند کا منہ نہیں دیکھا اور نہ پتہ تھا کہ کس حال میں ہیں۔ روزانہ ان کو وہیں بند کر کے رکھا جاتا اور طرح طرح سے عذاب میں مبتلا کیا جاتا۔ کہتی ہیں جب بھی جلوس آتا سب لوگ گھروں میں ایک دوسرے سے چمٹ کر بیٹھ جاتے اور ہر وقت دعائیں کرتے رہتے تھے۔ پھر ہمیں اعصابی طور پر بیمار کرنے کے لئے ہمارے گھروں کے سامنے پٹاخے چھوڑے جاتے۔ ساری ساری رات ڈھول بجاتے۔ کبھی پٹاخے چھوڑتے، کبھی چیخیں مارتے، غرضیکہ بچے جو پہلے ہی سہمے ہوتے تھے ان کو دو گھڑی سکون کی نیند بھی نصیب نہیں ہوتی تھی۔ کہتی ہیں میں نے تو بعض دفعہ ساری ساری رات اسی حالت میں جاگ کر گزاری۔

رقیہ صاحبہ اہلیہ محمد اسحاق صاحب

لکھتی ہیں۔ جون 74ء میں سرگودھا میں مخالفین نے ہمارے گھر پر حملہ کیا۔ پتھراؤ کیا لوٹا، کھڑکیاں اور دروازے توڑ دیئے۔ ان کا ارادہ رات کو آگ لگانے کا تھا۔ ہم ایک دوسرے گھر میں چلے گئے۔ مخالفین کو پتہ چلا وہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا اور مولویوں کو معلوم ہوا تو اس گھر کو بھی آگ لگانے کا منصوبہ بنایا گیا جو ایک غیر احمدی کا گھر تھا۔ مگر غالباً اس کے اثر و رسوخ کی وجہ سے یہ ارادہ بدل گیا۔ محلے والوں نے بائیکاٹ کر دیا۔ دوکاندار سودا نہیں دیتا تھا اور پولیس نے گھر کی تلاشی کے بہانے قیمتی چیزیں چرا لیں۔ بھائی چھپ کر ضرورت کی چیزیں لاتے اور احمدیوں کے گھروں میں پہنچاتے۔ ایک دفعہ مولویوں نے دیکھ لیا اور پکڑ کر خوب مارا اور کلمہ سنانے کے لئے کہا۔ جب کلمہ سنا دیا تو اسے مارتے ہوئے اپنی مسجد لے گئے اور منہ اور کپڑے کالے کر دیئے۔ انہیں دنوں میرا چھوٹا بھائی سرگودھا سے ربوہ آ رہا تھا تو راستے میں بہت سے آدمیوں نے اسے مارنا شروع کر دیا۔ اور ربوہ بس نہ روکی اور بس والا اسے دو پلوں سے گزار کر اس حالت میں کہ لوگ مارتے چلے جاتے تھے آخر چلتی ہوئی بس سے دھکا دے کر سڑک پر پھینک گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے بچایا اور اس کو زندگی بخشی غرضیکہ یہ وہ سختی کے دن تھے جن سے جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسی کے سہارے کے ساتھ زخمی مگر ایمان کو زندہ رکھتے ہوئے گزری۔

نسیمہ لطیف صاحبہ جمال پور سندھ

لکھتی ہیں۔ 24 یا 25 مئی 1985ء کا دن تھا کہ عصر کی نماز کے بعد ہماری گوٹھ جمال پور کو سکھر کی پولیس نے گھیرے میں لے لیا اور میرے شوہر لطیف اور آپ کے والد کو بھی گرفتار کر کے لے گئے۔ اور کہا جب تک ایوب نہیں ملتا آپ دونوں ہماری حراست میں رہیں گے۔ یہ ایوب اب خدا کے فضل سے انگلستان پہنچ چکا ہے۔ وہاں ٹھیک ٹھاک ہے سب کچھ۔ لیکن اس نے بہت سختیاں جھیلی ہیں آخر جب ایوب پکڑا گیا تو اس کو ساری ساری رات الٹا لٹکاتے تھے اور ساتھ ڈنڈوں، سوٹوں اور جوتیوں سے مارتے تھے اور کوئی جھوٹ بکوانا چاہتے تھے کہ بتاؤ وہ کون ہے جس نے مولویوں کے ایک مدرسے کو آگ لگائی تھی یا بم وہاں پھینکا تھا۔ حالانکہ کسی احمدی کا کام نہیں تھا تو یہ جب کہتا تھا کہ مجھے علم ہی نہیں مجھے پتہ ہی نہیں یہ کیا واقعات ہیں کیوں ایسی باتیں میری طرف منسوب کر رہے ہو یا کسی اور کی طرف کر رہے ہو تو پھر مارتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ اسی حالت میں بے ہوش ہو جاتا تھا اور میں نے جب انگلستان پہنچا ہے تو اس سے سوال کیا، ایوب سے، کہ یہ چھوٹا بچہ تھا جب ہم گوٹھوں میں جایا کرتے تھے اس لئے تکلف سے ذکر کرنے کی بجائے میں ایک لڑکے کے طور پر ذکر کر رہا ہوں میں نے کہا ایوب تمہیں جب یہ ہو رہا تھا سب کچھ تو تم برداشت کس طرح کرتے تھے۔ تعجب ہے کہ تم میں اتنی برداشت تھی۔ تو اس نے بتایا کہ آپ کو جتنی تکلیف ہو رہی ہے مجھے اس سے کم ہو رہی تھی۔ کیونکہ

اللہ تعالیٰ نے ایسا کچھ اثر کر دیا تھا کہ اس مار کے باوجود الٹا لٹکے ہوئے بھی مجھ میں تکلیف کا احساس ختم ہو گیا تھا۔

اور پولیس والے بھی حیران ہوتے تھے کہ یہ شخص ہے کس چیز کا بنا ہوا؟ اتنا ہم اس کو تکلیف پہنچا رہے ہیں لیکن اس کو کچھ نہیں ہو رہا۔ تو دراصل یہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بعض دفعہ خدا اس وقت غیر معمولی طور پر انسان کی حفاظت فرماتا ہے۔

یہی بات مجھے 74ء کے فسادات کے دنوں میں ایک اور احمدی نے بتائی جن کو اینٹوں سے کوٹا گیا تھا۔ ان کا منہ جو تھا وہ کرچیوں کا ایک تھیلا

بن چکا تھا۔ ہڈیاں ٹوٹیں، دانت ٹوٹے اور بہت ہی دردناک حالت تھی۔ اور خدا نے بچالیا۔ بعد میں جب سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہو گیا تو تب بھی ان کا منہ بے چارے کا اسی طرح زخموں سے بگڑا ہوا تھا۔ ان سے میں نے ایک دفعہ پوچھا کہ آپ مجھے بتائیں کہ اس وقت آپ کی حالت کیا تھا جب اس قدر خوفناک سزا دی جارہی تھی اینٹوں سے منہ کوٹنا کوئی معمولی بات تو نہیں ہے۔

تو مسکرا کے کہا کہ چپ ہی کر جائیں لوگ یہی سمجھتے ہیں میں نے بڑی قربانی کی ہے۔ مگر مجھے تو کچھ بھی نہیں پتہ لگا۔

اور اس وقت مجھے سمجھ آئی کہ لوگ شہادت کی دعائیں کیوں کیا کرتے تھے۔ تکلیفیں اٹھا کر، زخم کھا کر، پھر کیوں شہادت کی دعائیں کیا کرتے تھے۔ خدا اپنے فضل کے ساتھ اس وقت ایسی تائید فرماتا ہے کہ انسان کو شدید زخموں کے باوجود وہ دکھ نہیں ہوتا جو دشمن سمجھتا ہے کہ اسے ہم پہنچا رہے ہیں۔ اب میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہر زخمی ہونے والے کی یہی کیفیت ہوگی مگر یہ ایسی دو گواہیاں ہیں جن کا میں خود گواہ ہوں۔ اور بلا تکلف انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ایسے موقع پر ہماری حفاظت فرماتا رہا ہے۔

چنانچہ لکھتی ہیں سندھیوں کی طرف سے ہمیں پیغام آنے شروع ہوئے کہ ہم آپ کے گھروں اور بچوں کی حفاظت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن نسیمہ نے انہیں جواب دیا کہ ہم اپنے گھروں کی حفاظت خود کریں گے۔ چنانچہ وہ کہتی ہیں کہ ہم نے خود پہرے دیئے۔ لطیف صاحب اور والد صاحب کی طرف سے بہت پریشانی تھی کہ نامعلوم کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں۔ ان کے ساتھ ستائیس (۲۷) اور احمدیوں کو بھی گرفتار کر کے لے گئے۔ سکھر کے حالات سنگین صورت اختیار کر گئے۔ احمدیوں کی آزادی سلب ہو گئی گیارہ احمدی شہید ہو گئے۔ ان حالات میں سکھر کی نئی قیادت کی ضرورت تھی وہ کہتی ہیں کہ اس وقت میرے شوہر لطیف کے سوا کوئی اور ایسی چیز نہیں تھی جو میں دین کے لئے پیش کر سکتی اور میں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ یہ توفیق دے کہ میں اپنا پیارا خاوند دین کے لئے پیش کردوں۔ کہتی ہیں ایسی یہ دعا میری قبول ہوئی کہ ان شدید خطرات کے دنوں میں جبکہ سکھر جانا ہی ایک احمدی کے لئے خطرے کا موجب تھا ان کے میاں کو سکھر کا امیر مقرر کر دیا گیا اور ان کو لازماً اپنا زمیندارہ چھوڑ کر سکھر جانا پڑا اور یہ نسیمہ بھی ان کے ساتھ وہاں رہیں۔

کیونکہ میں اس زمانے میں ان سب لوگوں سے رابطے رکھتا تھا اور میری خدمات میں اولین خدمت ان حادثات سے متاثر ہونے والوں کے لئے وقف تھیں۔ اس لئے میں جانتا ہوں کہ ان کے ساتھ میرا مسلسل رابطہ رہا اور بڑے حوصلے اور ہمت سے نسیمہ اور ان کے والد اور لطیف کے والد اور پھر ان کے بچوں نے غیر معمولی بہادری اور ہمت سے احمدیت کی خاطر اپنے دوسرے مظلوم بھائیوں کی حفاظت کی اور ان کے مقدمے لڑے اور ان کی ضرورتیں پوری کیں اور اللہ تعالیٰ نے پھر اپنے فضل سے ان کو بھی خطرات سے بچالیا۔

ایک دفعہ انہوں نے مجھے لکھا کہ ہمارے گھروں پر موت کے نشان لگ چکے ہیں اور حملہ آور بھی آتے رہے ہیں اور ہمیں متنبہ کر دیا گیا ہے کہ اب تمہاری زندگی کے چند دن رہ گئے ہیں اور ساتھ ہی مجھے تسلی دی کہ آپ بالکل مطمئن رہیں، ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ جو مرضی کرنا ہے کریں ہم ایک ذرہ بھی اس جگہ سے نہیں ہٹیں گے۔ جو منصب جماعت نے ہمارے سپرد کیا ہے ہم اس پر قائم رہیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو منصب پر بھی قائم رکھا اور ان کی حفاظت بھی فرمائی۔

یہ خود بیان کرتی ہیں، اس قسم کی دھمکیوں کے متعلق کہتی ہیں ایک دن گیٹ پر ایک نامعلوم خط پڑا ملا۔ ایسے ہی خطوط پہلے شہداء کو بھی لکھے جاتے تھے۔ جو گیارہ شہید ہوئے تھے ان میں سے کچھ تو اکٹھے ایک جگہ شہید ہوئے تھے کچھ کو پہلے خط ملتا تھا اور بتایا جاتا تھا کہ تمہاری موت سر پر کھڑی ہے ابھی توبہ کرلو اور جب وہ ثابت قدم رہتا تھا تو پھر عین وقت مقررہ پر اسی طرح شہید کیا جاتا تھا۔ کہتی ہیں ایک دفعہ میں نے دروازہ کھولا تو میرے دروازے پر بھی وہ خط پڑا ہوا تھا۔ خط ہاتھ میں پکڑے ہوئے میرا جسم کانپ رہا تھا۔ دکھ کی شدت سے وہاں کھڑے کھڑے بے ساختہ انتہائی گریہ وزاری سے اپنے مولا کے حضور التجا کی کہ یا باری تعالیٰ اتنی جلدی! تین چار سال اور تو ہمیں خدمت کا موقع دیا ہوتا۔ اللہ نے ہی پھر حفاظت فرمائی اور وہ خط بے اثر رہا۔

خورشید بیگم صاحبہ اہلیہ محمد زمان صاحب لکھتی ہیں میں نے شروع سے ہی احمدیت کی راہ میں بہت تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ بہت ظلم برداشت کئے ہیں۔ چنیوٹ میں ہماری رہائش تھی۔ ایک دفعہ جلوس کی شکل میں مخالفین اکٹھے ہو کر آ گئے اور گھر کو آگ لگانے کی کوشش کی۔ ہمسایوں نے بڑی بہادری سے دفاع کیا اور اللہ نے اپنے فضل سے ہمیں محفوظ رکھا۔

یہ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اکثر جگہ یہ دیکھا گیا ہے کہ غیر احمدی شرفاء نے اپنے ہمسایوں کی اگر ظاہری نہیں تو خفیہ مدد ضرور کی ہے۔ یہ اس لئے میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ ساری قوم کو ہم ملزم نہیں کر سکتے، ساری قوم مجرم نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان میں شدید ترین مخالفت کے دوران بھی شرافت کی رگ ضرور زندہ رہی ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو احمدیوں کے اوپر جو ان کے بد ارادے تھے ان کا بہت بھیانک نتیجہ نکل سکتا تھا۔ میں نے چونکہ بعد میں تاریخ اکٹھی کرنے کی خاطر وقف جدید کے زمانے میں اپنے معلم بھیج کر انسپکٹر بھیج کر یا ویسے جماعتوں کو لکھ کر حالات اکٹھے کرنے شروع کئے تو اس دوران مجھے معلوم ہوا کہ بہت سے غیر احمدی شرفا ایسے تھے جنہوں نے خود اپنی جان پر خطرہ مول لینے کے باوجود اپنے احمدی ہمسایوں کو بچانے کی کوشش کی۔ اس لئے میں نے تاکید کی تھی کہ عامۃ الناس کے خلاف کوئی بد دعا نہیں کرنی۔ انہی میں بڑے بڑے قیمتی جوہر چھپے ہوئے ہیں اور اللہ توفیق عطا فرمائے گا تو ان جان لینے والوں میں سے جان قربان کرنے والے کثرت سے نکلیں گے۔ آپ سب لوگ بھی تو اسی معاشرے سے نکل کر آئے ہیں۔

اس لئے دعا یہ کریں کہ اللہ تعالیٰ اب یہ آزمائش کے دن جس میں خود اس نے ہمیں اپنے ہی فضل کے ساتھ صبر کی توفیق بخشی ہے۔ یہ دن اب ٹال دے اور نتائج اور ثواب کے دن چل پڑیں۔ اجر کے دن چل پڑیں اور لامتناہی ہو جائیں۔ اس قدر ان مظلوموں کی آہوں کو قبول کرتے ہوئے، ان پر رحم فرماتے ہوئے عالمگیر جماعت پر برکتیں نازل فرمائے کہ ان کا شمار کرنا ممکن نہ رہے۔ اور امر واقعہ یہ ہے کہ اس دور میں ہم داخل ہو چکے ہیں۔ جو آج تک آپ لوگ دیکھ چکے ہیں یا آپ خواتین دیکھ رہی ہیں۔ ہر سال دیکھیں کتنے بڑے سے بڑے فضل لے کر آرہا ہے۔

میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ آئندہ چند سالوں میں عظیم انقلاب رونما ہونے شروع ہو جائیں گے اور ملکوں کے ملک اور قوموں کی قومیں انشاء اللہ احمدیت میں داخل ہونگی۔ لیکن آپ یاد رکھیں کہ یہ ساری باتیں ان احمدی مظلوموں کی آہوں کا ثمرہ ہیں ان مار کھانے والے بچوں کی بلکتی ہوئی دعاؤں کا ثمرہ ہیں، ان سسکیوں کا ثمرہ ہیں جو ماؤں نے لیں جو اپنے بچوں اور بچیوں کے زخمی ہاتھ دیکھ کر کچھ نہیں کر سکتی تھیں۔

ہم بھول سکتے ہیں۔ ان باتوں کو؟ اور بسا اوقات قومیں اپنی ایسی دردناک تاریخ کو بھلا بھی دیا کرتی ہیں۔ مگر خدا نہیں بھولتا۔ اس کی قربانی کرنے والے کی ایک ایک ادا پر نظر ہوتی ہے۔ اس کی ایک ایک سانس کی قیمت ادا کرتا ہے۔ ہر دکھ کے بدلے احسانات کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع کر دیتا ہے۔ پس اب جو کچھ فضل جماعت پر ہو رہے ہیں اور یہاں آنے کے بعد جو آپ لوگوں کی کایا پلٹی ہے تو ہمیشہ ان مظلوموں کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں ان غریبوں اور بے کسوں اور بے سہاروں کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں جنہوں نے عظیم قربانیاں پیش کیں مگر اپنے ایمان کو بچایا اور راہ صداقت پر ثابت قدم رہیں۔

ان عورتوں کی قربانیاں بھی ہمیشہ انشاء اللہ احمدیت کی تاریخ میں زندہ رہیں گی اور اس لائق ہیں کہ زندہ رکھی جائیں۔

اس لئے میں نے یہ مضمون شروع کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باقاعدہ لجنات کو مقرر کر کے ایسے تمام گھروں کی فہرستیں بنوا کر ان کے دروازے کھٹکھٹا کھٹکھٹا کر وہاں سے یہ واقعات اکٹھے کئے گئے ہیں۔ ورنہ یہ واقعات ان کے ساتھ خاموشی کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہو جاتے اور ہماری تاریخ کا ایک قیمتی سرمایہ ہمارے ہاتھ سے نکل جاتا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اور بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا کیونکہ جماعت احمدیہ کی خواتین کی قربانیاں معمولی نہیں۔ ایسی نہیں ہیں کہ انہیں سو یا دو سو یا چار سو صفحات پر بھی محفوظ کیا جا سکے۔ کئی سلسلے کتابوں کے لکھے جا سکتے ہیں اور ابھی تو ہم نے مختصراً ان کے دل کے تاثرات لکھے ہیں۔ کئی مہینے تک روزانہ جو ان مظلوموں پر گزرتی رہی اور جن دردناک حالات سے وہ گزریں ان کا شمار کرنا ان کا احاطہ کرنا بہت مشکل کام ہے۔

پس لجنہ اماء اللہ جرمنی کو بھی چاہئے

کہ یہاں بھی وہ ایسی خواتین جو مختلف سخت وقتوں سے گزر کر آئی ہیں ان کا تتبع کریں۔ ان کی فہرستیں تیار کریں اور ان کی آپ بیتی خود ان کی زبان سے لکھوائیں۔ اگر زبان کمزور ہے تو اصلاح نہ کریں، جس زبان میں وہ لکھواتی ہیں اسی طرح لکھ دیں۔ اگر پنجابی بولتی ہیں تو پنجابی میں لکھ دیں۔ مگر جو حقیقت میں اس کی زبان کا لطف ہے جس پر سے گزری ہو وہ خواہ کیسی اچھی زبان ہو دوسرے کی زبان میں بات پیدا نہیں ہو سکتی۔ جس کے دل پر گزرتی ہے اس کے ٹوٹے پھوٹے فقرے میں بھی زیادہ طاقت ہوتی ہے بہ نسبت اس کے کہ کوئی اچھا قلم کار اس کی جگہ اس کے واقعہ کو بیان کرنے کی کوشش کرے۔ پس آپ سب کے پاس یہ جو امانتیں ہیں ان کی حفاظت کریں اور آئندہ اپنی نسلوں کو بھی یہ باتیں سناتی رہیں۔ کیونکہ

یہ احمدیت کے قیمتی سرمائے ہیں۔ یہ سرمائے نہیں، وہ سرمایہ کاری ہے جس کا ہم آج پھل کھا رہے ہیں اور کل بھی کھاتے رہیں گے۔ ساری صدی اس سرمایہ کاری کا پھل کھاتی رہے گی

مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم آرام پسندی اور تعیش کی زندگی میں داخل ہو جائیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس حقیقت کو چمٹے رہیں کہ قوموں کی زندگی ان کے ایثار سے وابستہ ہے۔ شہیدوں کے خون میں ہی قوموں کی حیات کا راز مضمر ہے۔ آب حیات کے قصے آپ نے سنے ہیں، ہر دوسرا قصہ جھوٹ ہے مگر شہید کا خون یقیناً آب حیات کا حکم رکھتا ہے۔ یہی بات ہے جو قرآن کریم نے بیان فرمائی ہے (-) شہیدوں کو مرا ہوا نہ کہو وہ تو زندہ ہیں لیکن تمہیں اس کا شعور نہیں ہے۔ پس یہ وہ آب حیات ہے جس کے جسم سے بہتا ہے اسے بھی زندہ کر جاتا ہے اور آنے والی نسلوں پر جن پر ان قربانیوں کے چھینٹے پڑتے ہیں ان کو بھی زندہ کر جاتا ہے۔ پس اس آب حیات کی قدر سمجھیں اور ان قربانیوں کے ساتھ چمٹی رہیں۔ آئندہ نسلوں کو بھی ہمیشہ قربانیوں پر

26- اگست 96ء جلسہ سالانہ جرمنی مستورات سے خطاب

آمادہ کرتی رہیں۔ اور یہ نہ سمجھیں کہ وہ قربانیوں کا دور صرف پاکستان کی حد تک ہی محدود ہے یا محدود رہے گا۔ جب بھی روحانی قومیں، جب بھی مذہبی قومیں دنیا میں ترقی کرتی ہیں تو ان کی ترقی کے ساتھ ساتھ حسد کی آگ ضرور بھڑکتی ہے اور ملک کا نام چاہے کوئی بھی ہو، خواہ وہ مشرق کا ملک ہو خواہ وہ مغرب کا ملک ہو جب بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ الٰہی جماعتیں نشوونما پاتی ہیں تو ان پر مظالم ہوتے ہیں اور بہت سخت مظالم ہوتے ہیں۔ یورپ کی زمین بھی اس بات پر گواہ ہے کہ مذہب کے نام پر یہاں بہت شدید مظالم کئے گئے ہیں۔ پس آپ امن میں نہیں ہیں۔ اگر یہ سمجھتی ہیں کہ آپ ہمیشہ کے لئے دنیا کے مظالم کے ہاتھوں سے امن میں آچکی ہیں تو یہ غلط خیال ہے۔

امن صرف اللہ کی حفاظت میں ہے، اللہ کے پیار میں ہے۔ اللہ ہی کی محبت ہے جو آپ کے امن کی ضمانت دے سکتی ہے۔ اس کے سوا کوئی ملک، کوئی قوم، کسی بڑی قوم کے ساتھ دوستی اور تعلقات آپ کے امن کی ضمانت نہیں ہیں۔

کیونکہ وہ زمانہ جرمنی پر بھی آسکتا ہے انگلستان پر بھی آسکتا ہے، یورپ کی دوسری قوموں پر بھی، فرانس پر اور سپین پر، سوئٹزرلینڈ پر یہ زمانے آسکتے ہیں۔ مگر وہی ان زمانوں کو دیکھیں گے جو ترقی کریں گے اور جن کی ترقی اس تیز رفتاری کے ساتھ ہونی شروع ہو جائے گی کہ قومیں سمجھیں گی کہ اب یہ غالب آنے والے ہیں۔ پس سب سے پہلے یہ خطرہ مجھے جرمنی میں محسوس ہو رہا ہے۔ کیونکہ آج یورپ میں سب سے زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ جرمنی کی جماعت ترقی کر رہی ہے۔ پس آج جب میں یہ بات کہہ رہا ہوں تو آپ کو عجیب لگے گا۔ لیکن یہ امر واقعہ ہے تمام مذہب کی تاریخ اس پر گواہ ہے کہ جس جگہ بھی، جس ملک میں بھی، جس قوم میں بھی خدا کے پیغام نے ترقی کی ہے خدا والوں نے ترقی کی ہے وہاں ضرور شدید ردعمل ظاہر ہوتا ہے۔ آج نہیں تو کل ایسا ہوگا۔ اس وقت کے لئے تیاری کریں۔ اس وقت کی تیاری کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے بچوں کو، اپنی نسلوں کو ان قربانیوں کے تذکرے، قصے سناتی رہیں۔ ان کے دلوں میں عزم پیدا کرنے کے لئے، ڈرانے کے لئے نہیں، اس حکمت کے ساتھ اور اس پورے عزم کے ساتھ کہ آپ کے تذکرے ان کے دل میں خوف نہیں بلکہ

قربانی کے لئے، ولولے پیدا کریں۔ نئے جوش سے ان کو بھر دیں اور وہ اپنے آپ کو ہمیشہ اس بات پر تیار پائیں کہ خدا کی خاطر دنیا کی جو سرزمین بھی خون مانگے گی وہ اپنا خون پیش کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہیں گے۔

اگر احمدی مائیں اس نصیحت پر عمل کریں تو پھر احمدیت کو دنیا میں کوئی طاقت نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ کیونکہ ایسی عظیم مائیں ہی ہیں جو اپنے دودھ میں بچوں کو قربانیوں کی تمنائیں پلاتی ہیں۔ شہادت کی آرزوئیں پلاتی ہیں اور صبر و استقامت کے راز پلاتی ہیں۔ اور ایسی ماؤں کے بچے ہمیشہ قوموں کی زندگی کا موجب بنا کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ فرماتا ہے کہ جب شہید بھی ہو جائیں تو ان کو مردہ نہ کہو کیونکہ وہ تو ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن ضروری نہیں کہ کل یہ واقعہ ہو یا پرسوں یا آئندہ کسی وقت لیکن میں تاریخ پر نظر رکھتے ہوئے آپ کو بتا رہا ہوں کہ خدا کی خاطر ترقی کرنے والی قومیں جو نہی آگے قدم بڑھاتی ہیں ان کے راستے میں ضرور گڑھے کھودے جاتے ہیں۔ ان کو ضرور آزمائشوں میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ لیکن یاد رکھیں کہ اگر آپ اللہ پر توکل رکھتے ہوئے اس طرح قربانی کے رستے پر آگے بڑھیں گی تو تمام آگیں آپ کے لئے ٹھنڈی کر دی جائیں گی۔ ہر تکلیف دوسروں کو دکھائی دے گی مگر آپ خوشی کے ساتھ مسکراتی ہوئی ان تکلیفوں میں سے گزر جائیں گی۔ ہمیشہ سے یہی ہوا ہے اور یہی روح ہے جو قرآن کریم نے ہمارے لئے ہمیشہ کے لئے محفوظ فرما دی ہے۔ قرآن فرماتا ہے کہ جب ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالنے کی تیاری ہو رہی تھی اور آگ میں جھونکنے کے لئے قوم تیار ہو چکی تھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا (-) اے آگ میرے بندے ابراہیمؑ پر ٹھنڈی ہو جا اور وہ آگ ٹھنڈی ہو گئی۔ یہ وہ حقیقت ہے جو ہمیشہ سے ابراہیمی صفت لوگوں کے حق میں پوری ہوتی چلی آئی ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ ماضی کا واقعہ ہے۔ ہزاروں سال پہلے کی بات ہے۔ صرف ابراہیمؑ کے لئے ہوئی تھی مگر ہرگز نہیں، ابراہیمی صفت رکھنے والے ہر بندے کیلئے خدا تعالیٰ کی طرف آسمان سے یہ آواز اترتی ہے (-) آپ جن کو نہایت تکلیف اور دکھوں کی حالت میں جان دیتے ہوئے دیکھتے ہیں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے آپ کو کیا پتہ کہ ان کی اپنی کیفیت کیا تھی۔ یقیناً ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں ان کو سکینت بخشتے ہیں۔ ان کو اطمینان دلاتے ہیں ان کے غموں کے ساتھی بن جاتے ہیں۔ ان کو آئندہ کی خوشخبریاں دیتے ہیں اور یہ بات جو میں کہہ رہا ہوں اپنے منہ سے نہیں، قرآن نے یہ بات سکھائی ہے قرآن ہی کا پیغام میں آپ تک پہنچا رہا ہوں۔ قرآن کریم فرماتا ہے (-) یقیناً وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے (-) پھر

اس بات پر قائم ہو جاتے ہیں اور کوئی آندھی، کوئی زلزلہ ان کو اپنی بات سے ٹال نہیں سکتا۔ پھر کیا ہوتا ہے (-) کثرت سے ان پر آسمان سے فرشتے نازل ہوتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ خوف نہیں کرنا اور جو کچھ تم نے کھو دیا ہے اس پر غم نہیں کرنا (-) ہمیں تو خدا نے اس لئے بھیجا ہے کہ اگر تم اس دنیا میں خوش رہو تب بھی اس دنیا میں

ہم تمہارے ساتھ رہیں گے (-) اور آخرت میں بھی تمہارا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔ پس یہ ایک حق بات ہے جو شہید ہوئے اور اس دنیا میں چلے گئے ان سے ہم پوچھ تو نہیں سکتے مگر جو شہادت کے قریب پہنچے اور واپس آئے وہ سب اس بات پر گواہ ہیں کہ جب خدا کی خاطر انہوں نے استقامت دکھائی تو واقعۃً ان کے دلوں پر فرشتے نازل ہوئے ہیں۔ ان کو غیر معمولی استقامت بخشی ہے اور وہ آگ جو دنیا کو آگ دکھائی دے رہی تھی ان کے لئے گلزار بن جاتی رہی۔ حضرت مسیح موعود (-) بھی اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

آگ ہے پر آگ سے وہ سب بچائے جائیں گے
جو کہ رکھتے ہیں خدائے ذوالعجائب سے پیار

جن کے دل میں اللہ کا پیار ہے ان پر آگ حرام کر دی جاتی ہے۔ وہ مر بھی جائیں تو زندہ رہتے ہیں۔ وہ زندہ رہیں تو فاتح اور غازی بن کر زندہ رہتے ہیں۔ پس آنے والی نسلوں کو اسی راہ پر گامزن رکھیں۔ آپ کل کی مائیں۔ آپ کل کی قوم کی سردار ہیں آب وہ ہیں جن کے متعلق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ ماؤں کے پاؤں تلے جنت ہے۔ آپ ہی کے پاؤں تلے جنت ہے اگر آپ جیسا کہ میں نے آپ سے عرض کیا ہے قرآنی تعلیم کے مطابق اپنے بچوں کی پرورش کریں لیکن اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو اس جنت کی پھر کوئی ضمانت نہیں ہے۔ ماؤں کے پاؤں تلے سے بعض لوگ جنہم بھی لے لیتے ہیں۔

مگر میں یقین رکھتا ہوں مجھے ذرہ بھی شک نہیں کہ انشاء اللہ احمدی مائیں نسلاً بعد نسلٍ ایسی مائیں بنی رہیں گی جن کے پاؤں تلے سے ان کی اولادیں جنت حاصل کرتی رہیں گی۔ اللہ ان جنتوں کو دائمی کردے۔

آپ کو اپنا پیار اور حقیقی پیار عطا کرے۔ وہ محبت عطا کرے جس محبت کے بعد ہر قربانی آسان دکھائی دیتی ہے۔ اور حقیقت میں یہ تلخی محبت ہی ہے جس کے ذریعے سے قربانیاں آسان ہوتی ہیں۔

میں نے آپ کے سامنے یہ واقعات رکھے ہیں۔ اب میں ان واقعات کے بعد آپ کو حوصلے دینے کی جو کوشش کر رہا ہوں اس کی ایک وجہ ہے کیونکہ میں نے یہ واقعات آپ کو ڈرانے کے لئے نہیں بتائے تھے۔ آپ کو سہا دینے کے لئے نہیں بتائے تھے بلکہ اس لئے بتائے تھے کہ آپ

اپنے سے پہلے گزرنے والی نسلوں کی قربانیوں کو یاد رکھیں۔ اور ان کے نقش قدم پر چلنے کے لئے اپنے دل میں نئے ولولے اور نئے عزم پیدا کریں اور ان ولولوں اور ان عزموں کی حفاظت کریں۔ اور ان مشکلات کی راہ سے گزرنے کا آسان راستہ بھی میں آپ کو بتا رہا ہوں۔ یہ ہر مشکل راہ محبت سے آسان ہوتی ہے محبت خواہ دنیا کی بھی ہو ہر مشکل کو آسان کر دیتی ہے۔

مجنوں پر کیا گزری تھی کہ عمر بھر دشت پیمائی کرتا رہا۔ صحرانوردی اس کا مقدر بن گیا۔ لیکن اس میں کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی تھی۔ کیونکہ وہ لیلیٰ کی تلاش میں صحرا صحرا کی ریت چھانتا پھرا اور اس امید پر کہ لیلیٰ کا محمل کبھی یہاں سے گزرے گا تو میں ایک نظر اس کو دیکھ لوں گا۔ اس نے اتنی شدید مشقتیں برداشت کیں۔ تو کیا اللہ کی محبت مجنوں کی محبت سے بھی کم درجے کی ہے۔ لیلیٰ کی محبت سے بھی کم درجے کی ہے۔ کیا خدا کے عاشق مجنوں سے کم مرتبہ ہوتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔

محبت میں ایک عظیم طاقت ہے۔ ایک ناقابل بیان قوت ہے جس کے ذریعے انسان کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ مشکل سے مشکل کام اس پر آسان ہو جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود کے یہ شعر میں نے پہلے بھی شاید آپ کو سنائے ہیں۔ کتنا پیارا کلام ہے۔ محبت کی طاقت کے متعلق فرماتے ہیں۔

اے محبت عجب آثار نمایاں کر دی
زخم و مرہم برہ یار تو یکساں کر دی

اے محبت میں تجھ پر قربان جاؤں "عجب آثار نمایاں کر دی" تو نے تو حیرت انگیز آثار ظاہر کر دیئے۔ "زخم و مرہم برہ یار تو یکساں کر دی" تو نے یار کے رستے میں زخم اور مرہم کو ایک جیسا ہی بنا دیا ہے۔ جیسے مرہم میں آرام ملتا ہے ویسے ہی یار کی راہ میں زخم کھانے سے آرام ملتا ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔

تا نہ دیوانہ شدم ہوش نیامد بسرم
اے جنوں گرد تو گردم کہ چہ احساں کر دی

اے محبت جب تک میں پاگل نہیں ہو گیا عشق میں اس وقت تک مجھے ہوش نہیں آیا "تا نہ دیوانہ شدم" جب تک میں دیوانہ نہیں ہو گیا "ہوش نہ آمد بسرم" میرے سر میں ہوش تو نہیں آیا "اے جنوں گردے تو گردی" اے جنوں میرا دل چاہتا ہے میں تیرا طواف کرتا رہوں جیسے خانہ کعبہ کا طواف کیا جاتا ہے "کہ چہ احساں کردی" "تو نے مجھ پر عجیب احسان کر دیا ہے۔

پس حضرت مسیح موعود (-) کو اللہ کی خاطر، محمد رسول اللہ کی خاطر جو زندگی بھر عظیم قربانیاں پیش کرنے کی توفیق ملی ہے وہ محبت ہی نے آسان کی تھیں۔ محبت ایک عجیب کیفیت ہے، جو ایک عجیب طاقت ہے۔ جو ناممکن کو ممکن کر دکھاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم کے زمانے میں جب صحابہ اور صحابیات کو قربانیوں کی توفیق ملی تو اس کا فلسفہ بھی یہی ہے کہ وہ محبت میں گم ہو چکے تھے۔ محبت میں فدا ہو چکے تھے۔ اگر محبت نہ ہوتی تو ان کے لئے ناممکن تھا کہ ان کڑی راہوں سے گزر سکتے۔ ان سختیوں کو جھیل سکتے ان مشقتوں کو برداشت کر سکتے جو دین کی راہ میں ان کو دیکھنی پڑیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ وآلہ وسلم کی محبت بھی خدا کی محبت کے بعد ان پر حیرت انگیز اثر دکھا رہی تھی اور اس محبت کی خاطر وہ دیوانہ وار ہر قربانی کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔

ایک جنگ کے موقع پر ایک مسلمان خاتون کا یہ واقعہ ہمیشہ اسلامی تاریخ پر ستاروں کی طرح روشن اور چمکتا رہے گا۔ اس نے جب یہ سنا کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم شہید ہو چکے ہیں تو مدینہ سے دیوانہ وار نکلی۔ کسی اور چیز کی ہوش نہیں رہی۔ میدان احد کی طرف دوڑی چلی جا رہی تھی اور ہر ایک سے پوچھتی تھی کہ محمد مصطفیٰ کا کیا ہوا۔ ایک موقع پر ایک آنے والا جانتا تھا کہ اس خاتون کا خاوند بھی شہید ہو چکا ہے اس کا بھائی بھی شہید ہو چکا ہے، اس کا بیٹا بھی شہید ہو چکا ہے۔ اس نے جب اس سے پوچھا کہ مجھے بتاؤ محمد مصطفیٰ کا کیا ہوا۔ اس نے کہا بی بی تمہارا خاوند شہید ہو چکا ہے اس نے کہا میں خاوند کا کب پوچھتی ہوں۔ مجھے بتاؤ محمد رسول اللہ کا کیا ہوا اس نے سمجھا شاید خاوند کی محبت نہیں۔ بعض لوگوں کو نہیں ہوتی۔ اس نے کہا بی بی تمہارا بھائی بھی شہید ہو گیا ہے۔ بڑے غصے سے پلٹ کے اس نے کہا۔ میں بھائی کا کب پوچھ رہی ہوں۔ مجھے بتاؤ میرے محبوب محمد رسول اللہ کا کیا ہوا اس نے پھر بھی یہی سمجھا کہ شاید وہ ماں ہے جو بیٹے کی محبت میں سرشار ہے۔ نہ بھائی کی پرواہ، نہ خاوند کی آخر اس نے یہ خبر توڑی کہ بی بی تمہارا بیٹا بھی شہید ہو چکا ہے۔ تڑپ گئی۔ میں بیٹے کا کب پوچھتی ہوں مجھے بتاؤ میرے محمد کا کیا بنا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیا بیتی۔ عجب اتفاق ہوا۔ خدا تعالیٰ کا تصرف تھا کہ ابھی وہ یہ کہہ رہی تھی کہ دور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو صحابہ کے جھرمٹ میں زخمی حالت میں ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے آتے ہوئے دیکھا۔ دوڑ کے گئی اور دیکھتے ہوئے مسرور ہو گئی۔ اور اس کے منہ سے یہ فقرہ بے اختیار نکلنا شروع ہوا۔

وکل مصیبۃ بعدک جلل
کل مصیبۃ بعدک جلل

کہ اے میرے محبوب! اگر تو زندہ ہے تو ہر دوسری مصیبت ٹل چکی ہے۔ میرے لئے آسان ہو گئی ہے۔ مجھے کچھ پرواہ نہیں ہے کہ اور مصیبتیں کیا ہیں۔

تو دیکھو یہ عشق ہی تھا جس نے ایک بیوہ کو اپنے خاوند کا غم برداشت کرنے کی توفیق بخشی۔ ایک ایسی عورت کو جس کا بھائی شہید ہو چکا تھا اس کا غم برداشت کرنے کی توفیق بخشی۔ ایک ایسی ماں کو جس کا بیٹا شہید ہو چکا تھا۔ اس کا غم برداشت کرنے کی توفیق بخشی۔ اور یہ سارے غم محمد رسول اللہ کی محبت کے سامنے بالکل حقیر اور بے معنی ہو کر دکھائی دینے لگے۔ پس مشقتوں کے قصے جب آپ سنتی ہیں تو ان سے مرعوب نہ ہوں۔ وہ مشقتیں جو خدا کی راہ میں آتی ہیں۔ ان کی توفیق بھی خدا سے عطا ہوا کرتی ہے اور اس کا راز محبت ہے اگر اللہ سے آپ محبت اپنے دلوں میں پیدا کر دیں گی تو اپنے بچے بھیڑ بکریوں کی طرح دکھائی دیں گے۔

ایک مسلمان عورت کے متعلق آتا ہے کہ اس کے سات بچے تھے۔ اس نے سات بچوں کو میدان جنگ میں جھونک دیا اور کہا میں ایک کو بھی واپس آتا نہ دیکھوں۔ اگر تم میں سے کوئی ایک میدان جنگ چھوڑ کر بھاگا تو میں تمہاری ماں نہیں۔ تم ساتوں جاؤ اور خدا کی راہ میں شہید ہو جاؤ۔

یہ عقل کی باتیں تو نہیں ہیں۔ یہ محبت کے قصے ہیں۔ پس محبت ہی ہے جو آپ کو آئندہ قربانیوں کے لئے تیار کرے گی۔

اللہ کا پیار اپنے دلوں میں پیدا کریں۔ اللہ کے پیار کو اپنے دلوں میں پالیں، اللہ کے پیار کو اپنے دودھ میں اپنے بچوں کو پلائیں، لوریوں میں ان کو سنائیں۔ بچپن سے خدا کے عشاق پیدا کر دیں پھر ہر مصیبت آسان ہی آسان ہے۔ دنیا کا کوئی ابتلاء آپ کو ڈرا نہیں سکے گا۔

یہ چند واقعات جو آپ نے احمدی ماؤں کی قربانیوں کے سنے ہیں یہ بالکل معمولی اور حقیری چیزیں دکھائی دینے لگیں گی۔ آپ ان سے بہت بڑھ چڑھ کر خدا کی محبت میں قربانیوں کے لئے اپنے آپ کو تیار پائیں گی۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ احمدی عورتوں کی نسلوں کے بعد نسلیں خدا کی محبت میں سرشار پیدا ہوتی چلی جائیں اور خدا کی محبت میں یہ سرشار نسلیں پیچھے چھوڑ کر رخصت ہوا کریں۔ آمین۔

اب میں باقی واقعات کو سردست چھوڑ دیتا ہوں کیونکہ وقت کافی ہو چکا ہے اور جو میرا مقصد تھا وہ میں نے کھول کر بیان کر دیا ہے۔ ان واقعات کو زندہ رکھنا ہمارا فرض ہے، ہماری ذمہ داری ہے۔ اور یہ ہمارا قرض ہے ان شہیدوں اور ان خدا کی راہ میں تکلیفیں اٹھانے والوں پر۔ لیکن اگر ہم اس قرض کو ادا کریں گے اور جیسا کہ میں نے آپ سے بیان کیا ہے خدا کی محبت میں سرشار ہو کر اس جذبہ قربانی کو اپنا لیں گے تو آئندہ نسلوں پر ہم احسان کرنے والے ہوں گے۔ ہم ایک ایسی قوم بن جائیں گے جو شہیدوں کی طرح ہمیشہ زندہ رہتی ہے۔ اللہ ہمیں ابدالآباد تک زندہ رکھے۔ اب آیئے دعا میں شامل ہو جائیں۔

☆......☆......☆......☆

زہے خُلقِ کامل زہے حسنِ تام ☆☆ علیک الصلوۃ علیک السلام

غزوات النّبی صلی اللہ علیہ وسلم میں خُلقِ عظیم

(تقریر جلسہ سالانہ 1976ء)

محترم سید میر محمود احمد صاحب ناصر

ہمارے نبی، ہمارے سید و مولیٰ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ فداہ نفسی و روحی و ابی و امی ہمارے رب جلّ جلالہ، و عزّ شانہ کے کامل مظہر ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تمام عظیم صفات حسنہ حضور ﷺ کے خلق عظیم اور شمائل حسنہ میں چمکتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

محمد عربی بادشاہ ہر دو سرا
کرے ہے روح قدس جس کے در کی دربانی
اسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پہ کہتا ہوں
کہ اس کے مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی

اگر ہمارے سید و مولیٰ ﷺ کے ان اخلاق پر ہی نظر ڈالی جائے۔ جو غزوات کے موقعہ پر ظاہر ہوئے تھے تو وہ بھی ایسی دلکشی اور عظمت اپنے اندر رکھتے ہیں جو تاریخ انسانیت ان کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

ہمارے حضور آپ پر اپنے رب کے ہزاروں سلام اور لاکھوں درود ہوں۔ غزوات میں صرف اپنے ربّ پر نہایت درجہ کامل توکل رکھتے مگر جامع اور اعلیٰ پایہ کی تدبیر بھی فرماتے۔ اپنے مولیٰ کریم کے حضور دعا اور التجا کو کمال تک پہنچاتے مگر ظاہری سامانوں کا انتظام بھی پوری طرح فرماتے۔ حضور شجاع اور بہادر تھے بقول حضرت انسؓ "اشجع الناس تھے" بقول حضرت براءؓ بن عازب جنگ کی شدت میں ہم سے وہ ہی بہادر سمجھا جاتا تھا۔ جو حضور کے ساتھ ٹھہر سکے مگر اس شجاعت کے باوجود طبیعت میں تہور نام کو بھی نہ تھا۔ حد درجہ غیرت مند تھے مگر ظلم اور بے انصافی سے "کلیتاً" پاک تھے۔ دشمن کے مقابلہ میں مدافعت کے ہر جائز پہلو کو اختیار فرماتے۔ مگر جارحیت اور جبر و اکراہ سے کبھی دامن آلودہ نہ ہوا۔ دشمن کی سرگرمیوں کے سدباب کے لئے فوری اور بروقت اقدام فرماتے مگر دشمن سے مٹھ بھیڑ کی خواہش کو ناپسند فرماتے اور اپنے رب سے عافیت طلب فرماتے۔ آپ کے رب نے آپ کو بے مثال فتوحات سے نوازا مگر اس کے شکر کے علاوہ کبھی غرور یا فخر کا شائبہ آپ کی طبیعت میں پیدا نہ ہوا۔ فاتحانہ شان کے ساتھ دشمن پر غالب آئے مگر دشمن کے انسانیت سوز ظلموں کے باوجود اس کو عفو و رحم سے نوازا۔ اپنی مہمات کے لئے پورا جذبہ و جوش رکھتے تھے مگر حکمت و دانشمندی کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھٹا۔ اپنے مؤقف کے لئے صحیح جدوجہد کی ہر راہ اختیار فرمائی مگر ہزار ظاہری فائدہ کے باوجود عہد و پیمان کی پابندی میں کبھی بال برابر کوتاہی نہ فرمائی۔ مشکلات، مصائب اور دشمن کی ظاہری لحاظ سے کئی گنا طاقت کا پورا احساس ہوتا تھا مگر عزم و ارادہ کی پختگی اور استقامت میں کبھی فرق نہ آیا۔ غزوات میں سارے لشکر کی قیادت کی ذمہ داری سرانجام دینے کے لئے پہلی صفوں سے ہٹ کر مقام قیادت سے رہنمائی بھی فرماتے مگر حسب موقعہ صف اول میں عام سپاہیوں کی طرح شریک بھی ہوتے اور جنگ سے پہلے اور بعد عام سپاہیوں کی طرح خدمات میں برابر شرکت فرماتے ظاہری اور مادی سامانوں کے لحاظ سے اور لشکر کی تعداد کے لحاظ سے کمی کا پورا علم اور احساس رکھتے ہوئے بھی خدا کے نام کی غیرت کے لئے خدا کی عظمت کا نعرہ بلند کرنے سے نہ رکتے۔ طاقت۔ قوت اور غلبہ رکھتے ہوئے بھی اگر دشمن صلح کی طرف مائل ہوتا تو صلح کو قبول فرماتے۔ دشمن کے جارحانہ حملوں کے توڑ کے لئے پوری قوت استعمال فرماتے مگر عورتوں اور بچوں، بوڑھوں اور راہبوں اور دشمن فوج کے ساتھ کام کرنے والے خادموں اور مزدوروں پر حملہ سے سختی سے منع فرماتے۔ باوجود حد درجہ بصیرت اور فہم اور دانائی اور حکمت کا مجسمہ ہونے کے اپنے ادنیٰ متبعین کی مفید رائے قبول فرماتے اور اس پر اظہار خوشنودی فرماتے۔ خونی دشمنوں اور جان کے پیاسے جارحانہ حملہ آوروں کے مقابلہ میں بھی فوری ردعمل اور تدبیر کا ایسا طریق اختیار فرماتے جس سے دشمن کا جانی و مالی نقصان کم سے کم ہو۔ جذبہ و شوق جہاد و شہادت طبیعت میں یہ خواہش پیدا کرتا تھا کہ ہر محاذ پر خود پہنچیں۔ ہر سریہ پر خود تشریف لے جائیں مگر حکمت و مصلحت اور شفقت علی خلق اللہ کی وجہ سے اس شدت خواہش کو بھی حدود میں پابند فرماتے۔

الغرض حضور ﷺ کے غزوات کے میدانوں میں بھی تلواروں کی چمک نہیں بلکہ خلق عظیم کی چمک پیدا ہوئی۔ صفات حسنہ کی تجلی کا ظہور ہوا اور یہ باتیں محض دعویٰ نہیں ٹھوس تاریخی واقعات کی شہادت اپنے ساتھ رکھتی ہیں۔ بدر کا میدان گواہ ہے کہ اس نے توکل اور متضرعانہ دعاؤں کا بے مثال مظاہرہ کیا۔ احد کا پہاڑ جاں فروشی اور صبر و ثبات اور خدا کے نام کے لئے غیرت کی گواہی دے رہا ہے۔ مدینہ کی خندق مسلسل بھوک کی برداشت بے پناہ محنت، جاں فشاں استقامت اور شانہ بشانہ شرکت عمل کا نشان ہے۔ حدیبیہ طاقت و قوت کے باوجود امن و صلح و آشتی سے پیار کا جھنڈا بلند کر رہی ہے فتح مکہ حسن انتظام و جامع planning اور عفو و رحمت عام اور فتح مبین کا نظارہ دکھلا رہی ہے۔ حنین کی وادی شجاعت و اقدام کا مافوق البشر مظاہرہ پیش کرتی ہے۔ طائف کی فصیل، تبوک اور جانی دشمنوں کے خلاف بھی بغض و کینہ سے پاک دل کی عظمت کا جلوہ دکھاتی ہے۔ غرض مکہ اور مدینہ، طائف اور تبوک، خیبر اور حدیبیہ، عرب کے صحرا اور نخلستان وادیاں اور ٹیلے، گھاٹیاں اور قلعے گواہ ہیں ان خلق عظیم کے جن کی ایک ہلکی سی جھلک پیش کرنا اس وقت مقصود ہے۔

اس وقت کسی تفصیلی ثبوت کے بیان کی ضرورت نہیں کہ حضور ﷺ کے غزوات کسی جارحانہ مقصد اور کسی جبر و اکرہ کے لئے نہ تھے۔ ایک زمانہ میں مخالفین اسلام کا سب سے بڑا اعتراض یہی تھا کہ اسلام نے جارحانہ جنگوں کا آغاز کیا۔ اب یہ مسئلہ سلسلہ کے لٹریچر اور خطبات و ملفوظات کے ذریعہ خوب صاف ہو چکا ہے اور مخالفین کے اس جھوٹے اعتراض کی کلیتاً بیخ کنی کی جا چکی ہے۔ کفار قریش مکہ نے مسلمانوں پر بے پناہ مظالم توڑے۔ ان کو بنیادی انسانی حقوق سے محروم کیا۔ بغیر کسی قصور کے ان کی عزت اور جان اور مال پر حملے کئے اور بالآخر ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ کے قتل کا اجتماعی سطح پر منصوبہ بنا کر حضور کے گھر کو گھیرے میں لے لیا۔ حضور ﷺ گھر سے نکلے۔ اپنے عزیز وطن کو چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت فرما گئے اور اس طرح قریش مکہ کی جارحیت پر آخری مہر ثبت ہو گئی اور جیسا کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ حضور ابھی مکہ سے باہر غار ثور میں ہی مقیم تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

کہ اب ان مسلمانوں کو جو مظلوم ہیں۔ دشمن کے حملوں کا مورد ہیں۔ جوابی حملہ کی اجازت دی جاتی ہے۔ (حج۔40)

ایک اور موقعہ پر قرآن شریف مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

"کہ تمہیں ان لوگوں سے لڑنے میں کیا ہچکچاہٹ ہے جنہوں نے عہد شکنی کی اور خدا کے رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا وھم بدء وکم اول مرۃ اور جنگ کی ابتدا جارحیت کا آغاز ان کی طرف سے ہوا تھا" (التوبہ۔ 13) اس بنیادی اصول کو سمجھ لینے کے بعد اس بحث میں جانے کی کوئی ضرورت نہیں رہتی کہ حضور ﷺ کے مختلف غزوات کے جواز کے اسباب اور وجوہ کیا تھے۔ قریش مکہ اور مشرکین عرب کے خلاف حضور ﷺ کے جملہ غزوات ایک ہی سلسلہ کی مختلف کڑیاں تھے اور اس سلسلہ کا نقطہ آغاز مخالفین کی جارحانہ و ظالمانہ سرگرمیاں تھیں۔

حضور ﷺ کے چھوٹے بڑے غزوات کی تعداد کم و بیش انیس تھی۔ ان میں سے پہلا اہم غزوہ جو ایک باقاعدہ جنگ کی صورت میں واقع ہوا بدر کے نام سے معروف ہے اور بدر میں حضور ﷺ کے خلق عظیم، اوصاف حسنہ کا ظہور چودھویں کے چاند کے حسن اور نور سے بڑھ کر ہوا۔ بدر کے موقعہ پر حضور ﷺ کے صحابہؓ اور قریش کے لشکر کے درمیان ظاہری تعداد اور مادی آلات جنگ اور سامانوں کے لحاظ سے کوئی نسبت نہ تھی۔ قریش کو کعبہ کے متولی ہونے کی وجہ سے سارے عرب میں احترام کا خاص مقام حاصل تھا اور بنو بکر کے سردار سے ایک تازہ معاہدہ کی وجہ سے وہ پشت کی طرف سے بالکل محفوظ تھے۔ ان کی تعداد مسلمانوں کے مقابلہ میں تین گنا سے زیادہ تھی اور وہ سب کے سب ماہر فن، جنگجو، اور بہترین زرہ بکتر اور ہتھیاروں سے لیس تھے۔ جبکہ صحابہؓ میں صرف چھ سات زرہ پوش تھے۔ سارے اسلامی لشکر میں بمشکل دو گھوڑے تھے اور اونٹ بھی اتنے کم کہ خود حضور ﷺ کے لئے کوئی الگ سواری نہ تھی جبکہ قریش کے لشکر میں روزانہ ایک دن نو اور ایک دن دس اونٹ صرف لشکر کے گوشت کی سپلائی کے لئے ذبح کئے جاتے تھے۔ شتر سوار فوج کے علاوہ قریش کا لشکر سو گھوڑوں کے ایک رسالہ پر مشتمل تھا۔ میدان جنگ کی ظاہری صورت کے لحاظ سے بھی۔ قریش کا لشکر پختہ زمین پر قبضہ کر چکا تھا جبکہ اسلامی لشکر ریتلی زمین پر ٹھہرنے پر مجبور ہوا جو نقل و حرکت میں روک تھا۔ مگر اس ظاہری بے سرو سامانی، اس عدم توازن طاقت کے باوجود ہمارے نبی ﷺ کی اولوالعزمی اور استقامت میں اور اسلام کی فتح پر پورے یقین میں کوئی تزلزل نہ پیدا ہوا کہ حضور ﷺ کا توکل نہ اپنی تدبیر پر تھا نہ اپنی تعداد اور مسلمانوں پر۔ آپ کا بھروسہ اپنے رب پر تھا۔ اپنے مولیٰ کریم کی نصرت پر تھا۔ اسی صادق الوعد کی تائید پر تھا۔

حضور ﷺ جب مدینہ سے نکلے اور مختلف وادیوں اور گھاٹیوں سے گزرتے ہوئے حکمت و تدبیر کے ساتھ نقل و حرکت کرتے ہوئے بدر کی طرف روانہ ہوئے تو لکھا ہے۔ کہ سواریوں کی کمی کی وجہ سے مسلمان باری باری سوار ہوتے۔ خود حضور ﷺ کے لئے بھی کوئی الگ سواری نہ تھی۔ آپ کو بھی دوسروں کے ساتھ باری باری سے چڑھنا اور اتر کر پیدل چلنا پڑتا تھا آپ کے دونوں ساتھی بڑے اصرار سے عرض کرتے کہ ہم پیدل چلتے ہیں۔ حضور سوار رہیں مگر آپ جواب میں فرماتے:۔

"کہ نہ تم مجھ سے پیدل چلنے میں زیادہ طاقتور ہو اور نہ خدا تعالیٰ سے ملنے والے اجر کی خواہش اور احتیاج مجھے تم سے کم ہے"

مدینہ سے بدر کے راستہ میں ایک واقعہ پیش آیا۔ جو انسانیت کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے اس واقعہ سے نہ صرف اس بات کی عکاسی ہوتی ہے کہ حضور ﷺ کا قلب مطہر ہر قسم کی باریک در باریک عہد شکنی اور وعدہ خلافی سے پاک تھا بلکہ آپ کی قوت قدسیہ

اور انفاس روحانیہ سے جو پاک تبدیلی پیدا ہوئی اس کی ایک خوبصورت تصویر بھی ہمارے سامنے آتی ہے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ بدر کے راستے میں زفران، مقام پر دشمن کے لشکر جرار کے متعلق ملنے والی رپورٹوں کے متعلق صحابہؓ کو اطلاع دیتے ہوئے دشمن سے ٹکر لینے کے متعلق مشورہ طلب کیا۔ خصوصیت سے حضورؐ کے ذہن میں اس موقعہ پر یہ بات کام کر رہی تھی کہ مکہ کے قیام کے پر آشوب زمانہ میں جب انصار مدینہ کا وفد حضورؐ سے ملا تھا تو انہوں نے حضورؐ سے درخواست کی کہ حضورؐ مدینہ ہجرت کر کے تشریف لے آئیں اور ساتھ ہی ان نمائندوں نے یہ ذمہ داری بھی قبول کی تھی کہ اگر کسی بیرونی دشمن نے حضورؐ پر مدینہ میں حملہ کیا تو ہم حفاظت کے ذمہ دار ہوں گے اور دشمن کے مقابلہ میں دفاع کریں گے۔ ابتدائی زمانہ کے معروف سیرت نگار ابن ہشام نے وضاحت کی ہے کہ اس گفتگو کی بناء پر حضور ﷺ کو احساس تھا کہ شاید انصار کو یہ خیال ہو کہ وہ مدینہ سے باہر جا کر لڑنے کے پابند نہیں اور اگرچہ یہ بات کسی باقاعدہ رسمی معاہدہ میں طے نہیں کی گئی تھی مگر حضورؐ کی پاک طینت نے یہ بھی پسند نہ فرمایا کہ مکہ کے زمانہ کی اس گفتگو سے اگر اس قسم کے عہد کا شائبہ بھی پیدا ہوتا ہے تو اس کی خلاف ورزی ہو چنانچہ حضورؐ نے دشمن کے لشکر کی تازہ اطلاعات کا تذکرہ فرما کر مشورہ طلب فرمایا مورخین کہتے ہیں کہ اس موقع پر بزرگ صحابہؓ میں سے حضرت ابو بکرؓ

اور حضرت عمرؓ نے بڑی خوبصورت تقاریر کیں۔ اس کے بعد نوجوانوں میں سے مقدادؓ بن اسود نے نوجوان نسل کے جواں سال اخلاص کی نمائندگی کا گویا حق ادا کر دیا۔ مقدادؓ کھڑے ہوئے اور عرض کی۔ "یا رسول اللہؐ! آپ خدا تعالیٰ کی راہ نمائی میں آگے بڑھئے۔ ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔ ہم بنی اسرائیل کی طرح یہ نہیں کہیں گے کہ "جا تو اور تیرا خدا جا کر لڑو ہم یہیں بیٹھے ہیں۔"

ہم آپؐ کے دائیں بھی لڑیں گے اور آپؐ کے بائیں بھی لڑیں گے۔ آپؐ کے آگے ہو کر بھی لڑیں گے اور آپؐ کے پیچھے ہو کر بھی لڑیں گے۔"

آپؐ نے یہ تقریر سنی تو آپ کا چہرہ مبارک خوشی سے تمتمانے لگا۔ مگر اس کے باوجود آپ کو وفائے عہد کے باریک پہلوؤں کا اس شدت سے احساس تھا کہ آپؐ انصار سے مکہ کے زمانہ کی گفتگو کی بناء پر ان کی طرف سے آزادانہ اظہار رائے کے منتظر تھے۔ ساتھ ہی حضور ﷺ کی پاکیزہ احتیاط کا یہ عالم تھا کہ کھل کر انصارؓ کو مشورہ کے لئے بھی ارشاد نہ فرماتے تھے کہ شاید اس میں بھی کوئی دباؤ کا پہلو نہ سمجھا جائے۔ ادھر انصار غالباً اس خیال سے قریش مکہ کے لشکر کے خلاف مقابلہ کی مہم میں پیش قدمی کے لئے کچھ نہ کہنا چاہتے تھے کہ قریش مکہ باوجود دشمن ہونے کے مسلمان مہاجرین کے قریبی عزیز اور بھائی بند تھے اور وہ مہاجرین کے جذبات کے انتہائی احترام کو مد نظر رکھتے ہوئے خاموش تھے بالآخر

سعد بن معاذؓ کو انصار کی نمائندگی کا شرف حاصل ہوا اور انہوں نے حضورؐ سے پوچھا کہ شاید حضورؐ کا اشارہ ہماری طرف ہے۔ فرمایا "ہاں!"

اس پر معاذؓ نے عرض کیا۔ حضورؐ ہم آپؐ پر ایمان لائے اور ہم نے آپؐ کی تصدیق کی اور ہم نے یہ گواہی دی کہ آپؐ جو کچھ لائے وہ حق ہے اور ہم نے آپؐ سے یہ پختہ عہد باندھا ہے اور ایک مضبوط میثاق آپؐ سے کیا ہے کہ ہم آپؐ کی باتیں سنیں گے اور آپؐ کی اطاعت کریں گے۔ یا رسول اللہؐ! آگے بڑھیئے اور ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ یہ جو سامنے سمندر ہے اگر آپؐ ہمیں اس میں کود جانے کو کہیں تو ہم کود جائیں گے اور ہم میں سے ایک فرد بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ ہم لڑائی میں صابر و ثابت قدم رہیں گے اور دشمن سے مقابلہ میں صدق کا نمونہ دکھائیں گے اور امید ہے کہ خدا ہمارے وجود میں آپ کو وہ نظارہ دکھائے گا جو آپؐ کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہوگا۔"

عہد کی پابندی کا جو احساس حضور ﷺ کے قلب مبارک میں تھا اس کا ایک اور عجیب نظارہ بھی اس غزوہ میں نظر آیا۔ حذیفہؓ بن یمان کہتے ہیں کہ میں غزوہ بدر میں شامل نہ ہو سکا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ میں اور میرا ایک ساتھی ابو حسیل سفر میں تھے کہ کفار مکہ نے ہمیں پکڑ لیا کہ تم محمد (ﷺ) کے پاس جا رہے ہو (تاکہ آپؐ کے ساتھ لشکر میں شامل ہو) ہم نے کہا۔ ہم تو مدینہ جا رہے ہیں اس پر انہوں نے ہم سے عہد لے کر چھوڑا کہ ہم مدینہ چلے جائیں گے۔ اور کفار کے خلاف لڑائی میں شامل نہ ہوں گے یہ عہد گو جارحانہ حملہ آوروں نے جبراً لیا تھا اور کسی معروف ضابطہ اخلاق کے مطابق اس کا ایفاء لازمی نہیں تھا مگر حضور ﷺ کو عہد کا اتنا پاس تھا کہ ایسے نازک وقت میں جبکہ ایک ایک سپاہی کی ضرورت تھی۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"تو پھر تم جاؤ اور اپنے عہد کو پورا کرو۔ ہم اللہ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور اسی کی نصرت پر ہمارا بھروسہ ہے۔"

مہاجرین و انصار کے جان نثارانہ مشورہ کے بعد حضور ﷺ آگے بڑھے اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اپنے ساتھ لے کر تیزی سے اسلامی لشکر سے آگے نکل گئے اور قریش کے لشکر کے متعلق معین رپورٹ لے کر واپس تشریف لائے اور ان کی لشکر گاہ کو مد نظر رکھ کر ایک میدان میں ڈیرہ ڈالنے کا ارشاد فرمایا اس پر حبابؓ بن منذر نے عرض کیا:۔

کہ حضورؐ یہ مقام جس پر حضورؐ اتر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے ہے اگر ایسا ہے تو ہم کسی تبدیلی کے مجاز نہیں یا یہ مقام رائے اور فوجی تدابیر کی بناء پر اختیار کیا گیا ہے؟

آپؐ نے جواب دیا کہ یہ فیصلہ رائے اور تدبیر پر مبنی ہے۔ حبابؓ نے عرض کی۔ حضورؐ لشکر کو فلاں مقام پر لے جائیں جہاں یہ یہ فائدے ہوں گے۔ حضورؐ نے اپنے سابقہ فیصلہ کو تبدیل فرماتے ہوئے ایک نسبتاً غیر معروف صحابیؓ کی

رائے کو قبول فرمایا اور ان کو اظہار خوشنودی سے نوازا۔

ان تمام تر ظاہری تدبیروں کے باوجود حضور ﷺ کا بھروسہ صرف اپنے رب پر تھا اور بدر کے میدان نے پر سوز دعاؤں اور متضرعانہ التجاؤں کا ایک بے مثال نظارہ دیکھا حضور ﷺ نے رات بھر خدا کے حضور گریہ وزاری سے دعائیں کیں اور لکھا ہے کہ سارے لشکر میں صرف آپؐ ہی تھے جو رات بھر جاگے۔ باقی لوگ باری باری اپنی نیند سو لئے۔ دوسری صبح جب کفار کا تین گنا بڑا لشکر زرہ بکتر سے مسلح اپنے گھڑ سوار دستہ کے ساتھ بڑے کروفر سے سامنے آیا تو حضورؐ نے دعا کی:۔

"اے میرے اللہ یہ قریش تکبر اور غرور کے نشہ میں مست آئے ہیں۔ یہ تیری مخالفت کرتے ہیں۔ تیرے رسولؐ کی تکذیب کرتے ہیں۔ اے میرے اللہ! اب میری وہ مدد فرما جس کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اور آج کی صبح ان کی ہلاکت کے سامان فرما۔"

اور جب قریش نے عام حملہ کے لئے پیش قدمی کی اس وقت حضور ﷺ نہایت رقت کے ساتھ خدا تعالیٰ کے سامنے ہاتھ پھیلائے ہوئے دعائیں کر رہے تھے۔ اور نہایت اضطراب کی حالت میں فرماتے تھے:۔

اے میرے خدا اپنے وعدہ کو اپنے عہد کو پورا فرما۔ اے میرے اللہ اگر مسلمانوں کی یہ جماعت آج ہلاک ہو گئی تو دنیا میں تجھے پوجنے والا کوئی نہیں رہے گا۔

اس وقت آپؐ اس قدر کرب کی حالت میں تھے کہ کبھی آپؐ سجدہ میں گر جاتے اور کبھی کھڑے ہو کر خدا کو پکارتے تھے اور آپؐ کی چادر آپؐ کے کندھوں سے گر گر پڑتی تھی۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ مجھے لڑتے لڑتے آنحضرت ﷺ کا خیال آتا اور میں دوڑ کر آپؐ کے پاس پہنچتا تو دیکھتا کہ آپؐ سجدہ میں ہیں اور آپ کی زبان پر "یاحیّ یاقیوم' یاحیّ قیوم" کے الفاظ جاری ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ جوش فدائیت میں آپؐ کی اس حالت کو دیکھ کر بے چین ہوئے جاتے اور عرض کرتے۔ "یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپؐ گھبرائیں نہیں اللہ اپنے وعدے ضرور پورے کرے گا۔" مگر اس مقولہ کے مطابق کہ:۔

"ہر کہ عارف تراست ترساں تر"

برابر دعا و گریہ وزاری میں مصروف رہے۔

لڑائی شروع ہونے سے پہلے جب حضور ﷺ اپنے صحابہؓ کی صف آرائی فرما رہے تھے۔ تو خلق عظیم کی عجیب چمکار ظاہر ہوئی۔ حضورؐ کے دست مبارک میں ایک تیر تھا۔ سوادؓ نامی ایک انصاری صحابی صف سے باہر نکلے ہوئے تھے حضورؐ نے اس تیر سے ان کے بدن کو چھو کر ہدایت فرمائی صف سیدھی کریں۔ سوادؓ نے کہا:۔

یا رسول اللہؐ! آپؐ کے ہاتھ سے مجھے تکلیف پہنچی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو حق اور انصاف کی تعلیم دے کر بھیجا ہے آپؐ اس کا بدلہ دیجئے!"

حضور ﷺ نے اپنے بدن مبارک سے کپڑا ہٹا دیا اور کہا۔ کہ بدلہ لے لو! اور سوادؓ بے اختیار حضورؐ کو چمٹ گئے اور آپؐ کے بدن مبارک کا بوسہ لیا۔ حضورؐ نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟" سوادؓ نے عرض کی:۔

"حضورؐ! صورت جو اس وقت ہے آپؐ کے سامنے ہے۔ میں نے چاہا کہ آخری ملاقات سے پہلے میرا جسم آپ کے جسم مبارک سے چھو جائے۔"

گھمسان کی لڑائی شروع ہونے سے پہلے عرب کے قدیم دستور کے مطابق لشکر قریش کا ایک چوٹی کا جنگجو سردار عتبہ اپنے بھائی شیبہ اور بیٹے ولید کو لے کر سامنے آیا۔ اور انفرادی لڑائی کے لئے چیلنج دیا۔ قبل اس کے حضور ﷺ کی طرف اس بارہ میں کوئی اشارہ ہو انصار جو اپنے اندر فدائیت کا ایک جوش رکھتے تھے۔ میں سے چند نوجوان مقابلہ کے لئے آگے بڑھے۔ طبقات ابن سعد کے بیان کے مطابق حضور ﷺ کے ارشاد پر یہ انصار نوجوان واپس لوٹ آئے اور ان سرداران قریش نے مطالبہ کیا کہ ان کے ہم مرتبہ مقابلہ کے لئے بھیجے جائیں۔ اس موقعہ پر بھی حضورؐ کے خلق عظیم کا اظہار ہوا۔ حضور نے اس نازک ترین موقعہ پر سارے لشکر میں سے اپنے عزیز ترین اور قریب ترین رشتہ داروں کا انتخاب فرما کر ارشاد فرمایا اٹھو(۔)

حضرت حمزہؓ حضورؐ کے سگے چچا اور رضاعی بھائی تھے۔ حضرت علیؓ آپؐ کے چچا زاد بھائی۔ آپؐ کی پیاری بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے ہونے والے شوہر اور آپؐ کے گھر میں پرورش پانے کے سبب سے آپؐ کے بچوں کی طرح تھے اور حضرت عبیدہؓ بن الحارث آپؐ کی قریبی برداری سے تعلق رکھتے تھے۔

جنگ بدر کے ابتدائی مراحل کے بعد حضور ﷺ متضرعانہ دعا میں مصروف تھے کہ ایک لحہ کے لئے حضورؐ پر ربودگی کی سی کیفیت پیدا ہوئی جس میں حضور ﷺ کو فتح کی بشارت دی گئی۔ حضورؐ نے حضرت ابو بکرؓ کو اس بشارت کی اطلاع فرمائی اور سیھزم الجمع ویولون الدبر کی آیت پڑھتے ہوئے حضورؐ آگے بڑھے اور کنکروں کی ایک مٹھی اٹھائی اور اسے کفار کی طرف پھینکا اور جوش کے ساتھ فرمایا "شاہت الوجوہ"۔ (دشمنوں کے منہ بگڑ جائیں) اور ساتھ ہی صحابہؓ کو بلند آواز سے حکم دیا "شدوا" (زور سے حملہ کرو) ابن ہشام کہتے ہیں۔" کہ حضورؐ کے اس ارشاد کے ساتھ قریش کے لشکر جرار کے پاؤں اکھڑنے شروع ہو گئے ادھر آپؐ کا مٹھی بھر کر پھینکنا تھا کہ ایسی آندھی کا جھونکا آیا کہ کفار کی آنکھیں اور منہ اور ناک ریت اور کنکر سے بھرنے شروع ہو گئے اور آپؐ نے فرمایا کہ ملائکہ کی فوج ہماری نصرت کو آئی ہے۔ مسلمانوں کے فوری حملہ اور آندھی کے اچانک جھونکے کے نتیجہ میں قریش کے لشکر میں بھاگڑ پڑ گئی اور تھوڑی دیر میں میدان صاف تھا۔

اس عظیم فتح کے بعد ہمارے نبی ﷺ کی ذات اقدس کی طرف سے کسی فخر و غرور کا اظہار نہیں

ہوا کسی تکبر اور نخوت کا مظاہرہ نہیں ہوا۔ اس وقت قلب مطہر کی جو کیفیت تھی اس کا بیان حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی زبان مبارک سے سنیے۔ فرماتے ہیں:۔

"جب دوسرے کاموں سے فراغت حاصل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کہ رؤسائے قریش کو ایک جگہ جمع کر کے دفن کر دیا جائے۔ چنانچہ ایک گڑھے میں چوبیس رؤسا کی لاشوں کو اکٹھا کر کے دفن کر دیا گیا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کا یہ عام طریق تھا کہ حتی الوسع کسی لاش کو کھلا نہیں رہنے دیتے تھے خواہ دشمن ہی کی کیوں نہ ہو۔ واپسی سے قبل آپؐ اس گڑھے کے پاس تشریف لے گئے جس میں رؤسائے قریش دفن کئے گئے تھے۔ پھر ان میں سے ایک ایک کا نام لے کر پکارا اور فرمایا تم نے اس وعدہ کو حق پایا جو خدا نے میرے ذریعہ تم سے کیا تھا تحقیق میں نے تو اس وعدہ کو حق پا لیا ہے جو خدا نے مجھ سے کیا تھا نیز فرمایا اے گڑھے میں پڑے ہوئے لوگو! تم اپنے نبیؐ کے بہت برے رشتہ دار بنے۔ تم نے مجھے جھٹلایا اور دوسرے لوگوں نے میری تصدیق کی۔ تم نے مجھے میرے وطن سے نکالا اور دوسروں نے مجھے پناہ دی تم نے میرے خلاف جنگ کی اور دوسروں نے میری مدد کی...... آنحضرت ﷺ کے یہ کلمات جو اوپر درج کئے گئے ہیں اپنے اندر ایک عجیب دردوالم کی آمیزش رکھتے ہیں اور ان سے اس قلبی کیفیت کا کچھ تھوڑا سا اندازہ ہو سکتا ہے جو اس وقت آپؐ پر طاری تھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت قریش کی مخالفت کی گزشتہ تاریخ آپؐ کی آنکھوں کے سامنے تھی اور آپؐ عالم تخیل میں اس کا ایک ایک ورق الٹائے جاتے تھے۔ اور آپؐ کا دل ان اوراق کے مطالعہ سے بے چین تھا۔ آپؐ کے یہ الفاظ اس بات کا بھی یقینی ثبوت ہیں کہ اس سلسلہ جنگ کے آغاز کی ذمہ داری کلیتاً کفار مکہ پر تھی جیسا کہ آپؐ کے الفاظ قاتلتمونی و نصرنی الناس سے ظاہر ہے یعنی اے میری قوم کے لوگو تم نے مجھ سے جنگ کی اور دوسروں نے میری مدد کی اور کم از کم ان الفاظ سے یہ تو ضرور ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی جگہ یہی یقین رکھتے تھے کہ ان جنگوں کی ابتداء کفار کی طرف سے ہوئی ہے اور آپؐ نے مجبور ہو کر محض خود حفاظتی میں تلوار اٹھائی ہے۔"

(سیرۃ خاتم النبیینؐ" جلد دوم ص 154)

جنگ بدر میں جانی دشمنوں کے لشکر کے بہت سے سپاہی مسلمانوں کی قید میں آئے۔ اور ان قیدیوں سے حضور ﷺ کی نرمی اور شفقت کی ایک جھلک خود ایک قیدی کے اس بیان سے نظر آتی ہے جو سیرۃ نگاروں نے بتکرار درج کیا ہے۔ ابن ہشام" کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے قیدیوں سے نیک سلوک کی تاکید فرمائی تھی۔ ایک قیدی ابو عزیز بن عمیر کا بیان ہے کہ:۔

"آنحضرت (ﷺ) کے حکم کی وجہ سے انصار مجھے تو پکی ہوئی روٹی دیتے تھے خود کھجور کھا کر گذارہ کر لیتے تھے۔ کبھی ان کے پاس روٹی کا چھوٹا سا ٹکڑا بھی ہوتا تو وہ مجھے دے دیتے خود نہ کھاتے اگر میں کبھی شرم کی وجہ سے واپس کرتا تو وہ اس کو ہاتھ بھی نہ لگاتے۔"

سر ولیم میور جیسے متعصب مغربی مصنف نے بعض قیدیوں کی اس شہادت کو ان الفاظ میں درج کیا ہے:۔

"خدا بھلا کرے مدینہ والوں کا وہ ہم کو سوار کرتے تھے اور آپ پیدل چلتے تھے ہم کو گندم کی پکی ہوئی روٹی دیتے تھے اور آپ صرف کھجوریں کھا کر پڑ رہتے تھے۔" (لائف آف محمدؐ)

بدر کے موقعہ پر قید ہونے والوں میں حضورؐ کے حقیقی چچا حضرت عباسؓ بھی تھے۔ حضرت عباسؓ نے اگرچہ ظاہراً بیعت نہیں کی تھی۔ مگر وہ ہجرت سے پہلے مکہ میں حضور ﷺ کی تائید اور حفاظت میں لگے رہتے اور انصارؓ مدینہ کے وفد سے مکہ میں جو ملاقات ہوئی جس میں حضورؐ کے مدینہ ہجرت کرنے کا معاملہ زیر غور آیا تھا۔ اس میں بھی حضرت عباسؓ نے حضورؐ کے خاندان کی طرف سے نمائندگی کی تھی اور اب مکہ میں بغیر ظاہری طور پر بیعت کرنے کے اسلامی مفادات کے تحفظ کی نمائندگی کرتے تھے مگر چونکہ ظاہراً کفار کے لشکر میں شامل تھے اس لئے قیدی ہونے کی صورت میں پہلی رات دوسرے قیدیوں کی طرح مسجد نبویؐ میں باندھ کر رکھے گئے تاوقتیکہ قیدیوں کے فدیہ کے متعلق اصولی فیصلہ ہو۔ طبعاً حضرت عباسؓ کے لئے یہ صورت حال تکلیف دہ تھی اور ان کے کراہنے کی آواز بلند ہو رہی تھی اور حضور ﷺ کا شفقت بھرا دل اس آواز سے بے چین تھا اور آپؐ کو نیند نہ آتی تھی انصار کو اس کا علم ہوا انہوں نے حضرت عباسؓ کے بندھن کھول دیئے اور ان کے کراہنے کی آواز بند ہو گئی۔ حضور ﷺ کو فوراً اس کا احساس ہوا اور حضورؐ نے ہرگز روا نہ رکھا کہ حضورؐ سے رشتہ داری کی بناء پر کوئی رورعایت کی جائے اور حکم فرمایا کہ باقی قیدیوں کے بندھن بھی کھول دیئے جائیں اور اس طرح قیدیوں کے پہرہ کی ذمہ داری کلیتاً مسلمانوں پر آ پڑی۔

اس ضمن میں حضورؐ کے جذبہ عدل و انصاف کا ایک اور ظہور ہوا جب یہ فیصلہ ہوا کہ صاحب استطاعت قیدیوں سے فدیہ لے کر ان کو رہا کر دیا جائے تو انصار نے چاہا کہ حضرت عباسؓ کا فدیہ نہ لیا جائے۔ یہ تو وہ جانتے تھے کہ حضورؐ سے تعلق کی بناء پر اگر یہ درخواست حضورؐ کی خدمت کی گئی تو کبھی منظور نہ ہو گی اس لئے حضرت عباسؓ کی دادی جو مدینہ کی رہنے والی تھیں کے رشتہ کو واسطہ بنا کر انہوں نے عرض کیا کہ عباسؓ ہمارے بھانجے ہیں ان سے فدیہ نہ لیا جائے انصارؓ کے اس حسن طلب کا اصل محرک تو حضرت عباسؓ کا حضورؐ سے تعلق رشتہ داری ہی تھا اور اگرچہ قرآن شریف کی رو سے قیدیوں کو بغیر فدیہ لئے چھوڑنا جائز تھا مگر حضور ﷺ نے عدل و انصاف کے اظہار کے باریک تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے ہدایت فرمائی کہ عباسؓ کے فدیہ میں سے ایک درہم بھی معاف نہیں کیا جائے گا۔

بدر کی فتح ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے ایک غیر معمولی فتح تھی اس جنگ میں ائمہ کفر کاٹ کر رکھ دیئے گئے تھے۔ مکہ کے جگر گوشے صفحہ ہستی سے مٹ گئے تھے۔ قیدیوں کی بڑی تعداد اور جنگی سازو سامان کی بڑی مقدار مسلمانوں کے ہاتھ میں آئی تھی۔ دوسرے فاتحین ایسی فتح کو مزید فتوحات کا ذریعہ بناتے اور رہے سہے دشمن کو مغلوب کرنے کا وسیلہ بناتے ہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مطہر دل کی وسعت حوصلہ اور عالی ظرفی کی عکاسی ان آیات قرآنی سے ہوتی ہے جو اس موقعہ پر نازل ہوئیں۔ بجائے اس کے کہ اس عظیم فتح کو دشمن کی مزید مغلوبیت اور ذلت کا ذریعہ بنایا جاتا اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں قریش مکہ کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

اے کفار مکہ! تم فتح کا نشان مانگتے تھے تو وہ نشان فتح تو تمہیں مل گیا اور اب اگر تم جنگ سے رک جاؤ تو تمہارا ہی فائدہ ہے اور اگر تم پہلے کی طرح دوبارہ حملہ کرو گے تو ہم بھی دوبارہ مقابلہ کریں گے اور تمہارا جتھہ خواہ وہ کتنا ہی مضبوط ہو۔ ہرگز تمہیں کوئی فائدہ نہ دے گا اور اللہ تعالیٰ مومنوں کے ساتھ ہے۔ (انفال 20)

اور حضورؐ کی زبان مبارک سے ان کو پھر ایک موقعہ دیا:۔

"تم ان کفار سے۔ کہ جو کفر کے مرتکب ہوئے کہہ دو کہ اگر وہ رک جائیں تو جو غلطی وہ پہلے کر چکے ہیں۔ کو معاف کر دیا جائے گا اور اگر وہ دوبارہ حملہ کریں گے تو یاد رکھیں کہ ماضی میں اس کا نمونہ موجود ہے"۔ (انفال 39)

یہ قرآنی آیات جو حضورؐ کے قلب مطہر سے گہری مناسبت کی وجہ سے حضورؐ پر نازل ہوئیں ایک منشرح سینہ اور عالی ظرف کی عکاسی کرتی ہیں۔

بدر کے بعد دو اہم غزوات غزوہ احد مع غزوہ حمراء الاسد اور غزوہ خندق کے نام سے معروف ہیں ان غزوات میں ایک عجیب اور نرالے رنگ میں خلق عظیم کی تجلیات چمکیں جانفروشی، صبر و استقامت، عزم و استقلال، ہمت اور شجاعت، ان تھک سپاہیانہ محنت، جانفشانی، شرکت و تعاون فی العمل، بھوک کی برداشت، تحمل شدائد، نازک سے نازک مقام پر خدا کے نام کی غیرت وغیرہ صفات حسنہ کا عظیم الشان مظاہرہ ہوا اور اگرچہ دلی جوش دامن دل کو اس طرف کھینچ رہا ہے کہ خون و پسینہ سے سینچے ہوئے لالہ و گل سے بھرپور ان دو وادیوں کے روح پرور نظارہ کا نسبتاً تفصیلی مشاہدہ کیا جائے مگر پابندی وقت اس راہ میں حائل ہے۔

اور یہی امر خلق عظیم کی اس عظیم تجلی کی تفصیل کے بیان سے مانع ہے جو فتح مکہ کے وقت ظہور میں آئی۔ فتح مکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زبردست حسن تدبر، بے نظیر عفو و رحمت اور مبین فتح کا عجیب اظہار ہے۔ لشکر کی تیاری نقل و حرکت ایسے رنگ میں ہوئی اور فتح کی سکیم ایسی احتیاط کے ساتھ تیار کی گئی کہ کشت و خون کی نوبت نہ آئے اور اس طرح فتح ہو جائے کہ دشمن کا جانی و مالی نقصان نہ ہو۔ جانی دشمنوں کے مرکز میں جب قدوسیوں کی فوج داخل ہونے کو تھی تو قتل و غارت اور کشت و خون کی آوازوں کے بجائے یہ آواز سنائی دی:۔

"جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو جائے اس کو پناہ دی جاتی ہے۔ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کو بھی پناہ دی جاتی ہے جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے اس کو بھی پناہ دی جاتی ہے۔ جو شخص بلالؓ کے جھنڈے کے سایہ میں کھڑا ہو جائے اس کو بھی پناہ دی جاتی ہے جو شخص ہتھیار پھینک دے اس کو بھی پناہ دی جاتی ہے۔"

اور قدوسیوں کے اس لشکر کی کمان کرتے ہوئے اس مکہ میں جس کا گوشہ گوشہ اور گلی گلی مسلمانوں پر وحشیانہ مظالم کی یادگار تھا خدا کا پہلوان صلی اللہ علیہ وسلم فاتحانہ شان کے ساتھ داخل ہوا تو کسی تکبر اور غرور کا تو کیا ذکر؟ عاجزی اور انکساری اور فروتنی کا یہ عالم تھا کہ سر جھکا ہوا تھا اتنا جھکا ہوا تھا کہ پیشانی مبارک سواری کے کجاوہ کو قریب قریب چھو رہی تھی۔ اور مکہ پہنچ کر جب اہل مکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوئے تو انسانیت کی تاریخ نے عفو و رحمت کا وہ بے نظیر نظارہ دیکھا جس کی مثال نہ اس سے پہلے کبھی ملتی ہے نہ بعد میں۔ وہ اہل مکہ جن کے ہاتھ گذشتہ بیس سال سے مسلمانوں کے خون سے رنگین تھے ان کے لئے ان مبارک ہونٹوں سے یہ آواز بلند ہوئی:۔

"لاتثریب علیکم الیوم اذھبوا انتم الطلقاء"

آج تم پر کوئی گرفت نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔

وقت ہو چکا ہے مگر ذکر حبیبؐ کی خواہش ابھی باقی ہے۔ طائف کے غزوہ کے متعلق ایک بات کہہ کر بیان ختم کرتا ہوں۔

فتح مکہ کے بعد حنین کی وادی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود سے جرأت و اقدام کا مافوق البشر اظہار دیکھنے میں آیا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم طائف کی طرف بڑھے اور ارد گرد کا سارا علاقہ فتح ہو چکا تھا مگر طائف والوں نے قلعہ بندی کر لی اور اسلامی لشکر نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ لمبا ہوتا چلا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بدوی سردار سے مشورہ کیا۔ اس نے کہا۔ لومڑی اپنے بھٹ میں چھپ گئی ہے اگر آپؐ سختی کریں تو پکڑی بھی جا سکتی ہے لیکن اگر چھوڑ دیں تو کوئی ضرر بھی نہیں دے سکتی۔ چنانچہ بعض صحابہؓ کی طبیعت پر بوجھل ہونے کے باوجود حضورؐ محاصرہ اٹھا کر تشریف لے گئے اور کچھ عرصہ کے بعد طائف کے لوگ خود بخود مسلمان ہو کر مطیع ہو گئے۔ یہ غزوہ اپنے اندر خلق نبویؐ کا ایک نرالا اظہار رکھتا ہے طائف کا غزوہ وہ واحد غزوہ ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہؓ کے لشکر نے کسی علاقہ پر پیش قدمی کی ہو مگر اس کو فتح کئے بغیر چھوڑ دیا ہو۔ طائف وہ شہر ہے جس کے باشندوں کی اذیتوں کا ذکر کرتے ہوئے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے دن کو اپنی زندگی کا سخت ترین دن قرار دیا۔ طائف والوں کے ہاتھوں جو اذیتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھائیں ان کا بیان نہایت درد انگیز ہے۔ دور تک حضورؐ پتھروں کی مسلسل بارش سے گذرتے ہوئے لہولہان ہو گئے آپؐ کی جوتیاں خون سے بھر گئیں مگر طائف ہی ایک ایسی بستی ہے جس پر پیش قدمی کے باوجود جس کا محاصرہ کر لینے کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی ظاہری طاقت کی برتری کے باوجود اپنے قبضہ میں نہیں لیا۔ کوئی ہلاکو یا ہٹلر ہوتا وہ کسی اور جگہ کو فتح کرتا یا نہ کرتا مگر ایسی جگہ پر اس کی برتر طاقت اپنے پورے زور کے ساتھ حملہ کرتی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک تمام تر شجاعت کے باوجود تہور سے پاک تھا۔ بغض و کینہ سے صاف تھا۔ دشمنوں سے لمبے مقابلہ میں صرف ایک مقام تھا جہاں باوجود پیش قدمی کے اور ظاہری طور پر برتر قوت رکھنے کے آپؐ نے اس مقام کو فتح نہیں کیا اور وہی آپؐ کے عظیم فاتحانہ اخلاق کا ایک زبردست نشان ہے۔

اللھم صل علی محمد و آل محمد افضل صلوتک و بارک وسلم انک حمید مجید۔

(خالد اپریل 1977ء)

Shahtaj Sugar

...crowning our combined efforts with sweet rewards

TOP COMPANY AWARD 1988

THE KARACHI STOCK EXCHANGE (GUARANTEE) LIMITED

SHAHTAJ SUGAR MILLS LTD

The Karachi Stock Exchange (Guarantee) Ltd

Top Companies Award 1988

SHAHTAJ SUGAR MILLS LIMITED

Karachi Stock Exchange Top Company Award

Shahtaj Sugar – the sweet fruit of the joint efforts of growers, workers, directors – is bringing ever-sweeter returns for all ... richer gains for the grower, handsome wages for the worker, higher dividends for the shareholder.

What's more, Shahtaj is contributing its bit towards the economic progress of the nation.

Shahtaj – pulsating with productive activity.

SHAHTAJ

Shahtaj Sugar Mills Limited

Plant: Mandi Bahauddin. Phones: (0456) 3796, 3797, 501147, FAX: (0456) 501768

Head Office: 39/A Zafar Ali Road, Gulberg-V, Lahore.
Phones: 5710482-84. Telex: 47144 SHTAJ PK. FAX: 5711904.

Regd. Office: 19 West Wharf, Karachi. Phone: (021) 200146-50.

﴿جو مجھے دیا گیا ہے وہ محبت کے ملک کی بادشاہت ہے۔﴾ (حضرت مسیح موعود)

محبت الٰہی کے متعلق حضرت مسیح موعود کی تعلیم

حضرت مرزا عبدالحق صاحب - امیر جماعتہائے صوبہ پنجاب

محبت الٰہی کے مضمون پر حضرت مسیح موعود کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ کسی موضوع پر بھی حضور تحریر فرما رہے ہوں۔ پھر پھرا کر اسی مرکزی نقطہ پر پہنچ جاتے ہیں۔ اور اس وقت حضور کی تحریر میں اس قسم کی روانی پیدا ہو جاتی ہے کہ خوبصورت سے خوبصورت فقرے نکلتے چلے آتے ہیں جو در حقیقت حضور کے دل کا آئینہ ہوتے ہیں۔ اور پڑھنے والے پر ایک وجد کی کیفیت طاری کر دیتے ہیں۔ حضور کی 80 (اسی) کے قریب کتابیں ہیں۔ جن میں سے بیس کے قریب عربی زبان میں ہیں۔ اگر ان کا نچوڑ نکالا جائے تو وہ محبت الٰہی ہے۔ حضور اپنے متعلق فرماتے ہیں:۔

"جو مجھے دیا گیا ہے وہ محبت کے ملک کی بادشاہت ہے اور معارف الٰہی کے خزانے ہیں جن کو .بفضلہ تعالیٰ اس قدر دوں گا کہ لوگ لیتے لیتے تھک جائیں گے۔"

(ازالہ اوہام طبع اول ص 856)

خدا تعالیٰ سے حضرت مسیح موعود کا تعلق

اس محبت کے ملک کی بادشاہت کا ایک حد تک اندازہ تو ان لوگوں نے لگایا جن کو حضور کی مبارک صحبت نصیب ہوئی۔ اور کسی قدر اندازہ ان کتابوں سے لگ سکتا ہے جو حضور نے ہمارے لئے چھوڑیں۔ گو یہ حقیقت کے مقابل میں بہت ہی کم ہے حضور ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

"خدا تعالیٰ اس بات کو جانتا ہے ... وہ ہر ایک امر پر بہتر گواہ ہے کہ وہ چیز جو اس کے راہ میں مجھے سب سے پہلے دی گئی وہ قلب سلیم تھا۔ یعنی ایسا دل کہ حقیقی تعلق اس کا بجز خدائے عزوجل کے کسی چیز کے ساتھ نہ تھا۔ میں کسی زمانہ میں جوان تھا اور اب بوڑھا ہوا۔ مگر میں نے کسی حصہ عمر میں بجز خدائے عزوجل کے کسی کے ساتھ اپنا حقیقی تعلق نہ پایا۔ گویا رومی مولوی صاحب نے میرے لئے ہی یہ دو شعر بنائے تھے۔

من بہر جمعیتے نالاں شدم
جفت خوشحالاں و بد حالاں شدم
ہر کسے از ظنِ خود شدیارِ من
وز درونِ من نجست اسرارِ من

اگرچہ خدا نے کسی چیز میں میرے ساتھ کمی نہیں رکھی۔ اور اس درجہ تک ہر ایک نعمت اور راحت مجھے عطا کی کہ میرے دل اور زبان کو یہ طاقت ہرگز نہیں کہ میں اس کا شکریہ ادا کر سکوں۔ تاہم میری فطرت کو اس نے ایسا بنایا ہے کہ میں دنیا کی فانی چیزوں سے ہمیشہ دل برداشتہ رہا ہوں۔ اور اس زمانہ میں بھی جبکہ میں اس دنیا میں ایک نیا مسافر تھا۔ اور میرے بالغ ہونے کے ایام ابھی تھوڑے تھے۔ میں اس تپش محبت سے خالی نہیں تھا جو خدائے عزوجل سے ہونی چاہئے۔"

(حقیقۃ الوحی ص 57)

ایک اور جگہ اپنی حالت حضور مثال کے طور پر فرماتے ہیں:۔

ترجمہ:۔ "یقیناً میری مثال ایک ایسے شخص کی مثال ہے جس نے محبت کو ہر چیز پر چن لیا ہو اور خدا کی طرف پورا جھک گیا ہو۔ اور قُرب کے میدانوں میں سعی کرتا ہو۔ اور اس کے ملنے کے لئے وطن سے دوری اختیار کی ہو۔ اور وطن کی مٹی کو اور ہم عمروں کی صحبت کو چھوڑا ہو۔ اور اپنے محبوب کے شہر کا قصد کیا ہو۔ اور چلا ہو اور اس کی محبت کے لئے گھر اور چاندی اور سونے کو چھوڑا ہو۔ اور اپنے محبوب کے لئے اپنے نفس کو ترک کیا ہو۔ یہاں تک کہ فانیوں کی طرح ہو گیا ہو۔ اور خدا کی عزت اور جلال کی قسم کہ میں نے اپنے رب کے چہرے کو ہر چہرے پر ترجیح دی۔ اور اس کے دروازے کو تمام دروازوں پر چن لیا۔ اور اس کی رضا کو سب رضاؤں پر اختیار کیا۔ اور اس کی عزت کی قسم کہ وہ میرے ساتھ ہے ہر وقت اور میں اس کے ساتھ ہوں تمام وقتوں میں۔ میں نے دین کی دولت کو پسند کر لیا اور وہ میرے لئے کافی ہے۔ اور اگرچہ میری تجہیز و تکفین کے لئے بھی کوئی جبہ نہ ہو۔ اور میں باوجود مفلس کے منعم ہوں۔ اور نفس اور باقی چیزوں سے فارغ ہوں۔ اور میرے رب نے مجھے انتہائی محبت دی ہے۔ اور میرے دل میں یہ محبت رچ گئی ہے۔ اور میں اس کے نزدیک ایسا درجہ رکھتا ہوں کہ اس کو دنیا میں کوئی نہیں جانتا۔"

(تحفہ بغداد ص 15)

میں نے یہاں بعض عربی عبارتوں کو لیا ہے۔ اردو عبارتیں تو دوستوں کے سامنے آتی رہتی ہیں لیکن عربی کی کتابوں کو اس کثرت سے دیکھنے والے نہیں ہوتے۔ اس لئے میں نے ان میں سے اقتباسات لینے مناسب سمجھے ہیں۔ ایک اور جگہ حضور فرماتے ہیں:۔

ترجمہ:۔ "اس نے اپنی نعمتیں مجھ پر کامل کیں اور اپنے فضل پورے کئے (-) اور اس نے مجھے پاکیزہ اور صاف علوم دیئے۔ اور خالص اور اعلیٰ درجہ کے معارف دیئے۔ اور مجھے وہ کچھ سکھایا جو اس زمانہ میں اور کسی کو نہ سکھایا۔ اور میرے دل میں ایسی چیز ڈالی جس کا احاطہ علم نہیں کر سکتا۔ اور مجھے وہ نور دیا جس کو اور کسی نے نہ چھوا۔ اور مجھے انعام والوں میں سے بنایا۔ اور اس کی عظیم الشان نعمتوں سے یہ ہے کہ اس نے مجھے وہ اسرار دیئے۔ جو اولیاء پر منکشف ہوتے ہیں۔ اور وہ روح دی جو صرف اہل اصطفاء میں پھونکی جاتی ہے۔ اور مجھے وہ کلمات عطا کئے جو دوستوں کو دیئے جاتے ہیں۔ اس نے مجھے صاف کیا اور پاک کیا۔ اور میرے سینے کو کھولا۔ اور میرے چاند کو پورا کیا اور مجھے ان باتوں کی خبر دی جو اس کے ارادہ ازلی میں تھیں اور اس نے مجھے اپنی محبت کے رنگ سے رنگین کیا۔ اور اپنی فرمانبرداری کی راہیں سکھائیں۔ اور مجھے محجوبوں میں سے نکال دیا۔ اور اس کی نعمتوں میں سے یہ ہے کہ اس نے مجھے نیکیوں کی توفیق دی۔ اور نیک اور پاک کاموں کی طرف ہدایت کی۔ اور میرے دل کے لطائف کو جاری اور خوب جاری کیا۔ اور اس کے چشموں اور پانی کو پاک کیا۔ اور اس کے نور اور صفائی کو پورا کیا۔ اور اس کی نالیاں اور صحن کو پاکیزہ کیا۔ اور اس نے میری زمین کو ایک اور زمین کے ساتھ بدل دیا۔ اور مجھے مطہرین میں سے بنایا۔ اور اس کی نعمتوں سے یہ ہے کہ اس نے مجھے اپنے چہرے کی محبت دی۔ اور کمال درجہ کی محبت دی۔ اور اکمل اور اتم صدق دیا۔ میں نے اس سے سوال کیا تھا کہ وہ مجھے ایسی محبت دے کہ میرے بعد اس سے زیادہ کسی کو نہ مل سکے۔ پس مجھے اس سے معلوم ہوا ہے کہ اس نے میری دعا کو قبول کر لیا ہے اور میری مراد مجھے دی ہے۔ اور اپنے فضل اور رحم کے ساتھ میرا احاطہ کیا ہے۔ پس تمام تعریف اس اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جو سب محسنوں سے زیادہ احسان کرنے والا ہے۔ سب تعریف اسی کے لئے ہے جس نے میرا غم دور کیا اور مجھے وہ کچھ دیا جو کسی اور کو اس جہان میں نہ دیا گیا۔ اور میں نے یہ اپنی طرف سے نہیں کہا۔ بلکہ وہی کہا ہے جو میرے رب نے آسمانوں پر کہا۔ اور میری یہ طاقت نہ تھی کہ میں تکبر کرتا اور اپنے نفس کو بڑا بناتا۔ اللہ تکبر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ بلکہ یہ حضرت عزت کی طرف سے الہام ہے۔"

(انجام آتھم ص 75 تا 78)

محبت الٰہی کے حصول کے لئے دعا

حضور کی اس عبارت میں جس دعا کا ذکر ہے وہ آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ 5، 6 پر حسب ذیل الفاظ میں مرقوم ہے:۔

ترجمہ:۔ اے میرے رب تو ہو جا اپنے فضل سے میری قوت اور میری آنکھوں کا نور۔ اور جو کچھ کہ میرے دل میں ہے۔ اور میری زندگی اور موت کا قبلہ۔ اور مجھے محبت میں محو کر دے۔ اور ایسی محبت دے کہ میرے بعد کوئی اس میں بڑھ نہ سکے۔ اے میرے رب میری دعا کو قبول کر اور میری مراد دے۔ اور مجھے صاف کر دے۔ اور عافیت میں لے آ۔ اور مجھے اپنی طرف کھینچ لے۔ اور مجھے خود چلا۔ اور میری تائید کر۔ اور مطابقت فرما۔ اور مجھے پاک کر اور منور کر اور مجھے سارے کا سارا اپنا بنا لے اور خود بھی سب میرا ہو جا۔ اے میرے رب میری طرف ہر دروازہ سے آ۔ اور مجھے ہر حجاب سے خلاصی بخش۔ اور ہر ایک شراب مجھے پلا۔ اور نفس کے ہیجان اور اس کے جذبات کے وقت میرے لئے کافی ہو جا۔ اور مجھے جدائی کے خطرات اور اس کی ظلمتوں سے محفوظ رکھ۔ اور مجھے لحہ بھر بھی نفس کی طرف جھکنے نہ دے۔ اور مجھے اس کی بدیوں سے بچا۔ اور مجھے اپنی طرف بلند کر۔ اور میرے وجود کے ہر ایک ذرہ میں داخل ہو جا۔ اور مجھے ان لوگوں میں سے بنا جو تیرے سمندروں میں تیرتے ہیں۔ اور تیرے انوار کے باغوں میں ان کی چراگاہیں ہیں۔ اور تیری قضا اور قدر سے راضی ہیں۔ اور میرے اور اپنے غیر کے درمیان دوری ڈال دے۔ اے میرے رب تجھے تیرے فضل اور چہرے کے نور کی قسم کہ مجھے اپنا جمال دکھا۔ اور اپنا شفاف پانی پلا۔ اور مجھے ہر قسم کے حجاب اور غبار سے نکال لے۔ اور مجھے ان لوگوں میں سے نہ بنا جو ظلمت میں اوندھے کئے گئے اور برکتوں اور روشنیوں اور نوروں سے دور ہو گئے۔ اور عقل ناقص کے ساتھ لوٹ گئے۔ اور مجھے اپنے چہرے کی خالص اطاعت اور اپنے حضور میں دائمی سجدہ عنایت فرما۔ اور مجھے ایسی ہمت دے۔ جس میں تیری عنایت کا چشمہ بہہ رہا ہو۔ اور مجھے ایسی چیز دے جو تو اپنے مقبولوں میں سے صرف ایک کو دیتا ہے۔ اور مجھ پر ایسی رحمت نازل فرما۔ جو تو اپنے محبوبوں میں سے صرف ایک پر نازل کرتا ہے۔ اے میرے رب تو میری کوشش اور ہمت اور دعا اور کلام سے (دین) کو زندہ کر۔ اور میرے ذریعہ اس کی خوبصورتی کو ظاہر فرما۔ اور ہر ایک دشمن اور اس کے کبر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ اے میرے رب تو مجھے دکھا کہ تو کس طرح مردوں کو زندہ کرتا ہے۔ مجھے ایسے منہ دکھا جو ایمانی شمائل رکھنے والے ہوں اور ایسے لوگ جو حکمت یمانی رکھنے والے ہوں۔ اور ایسی آنکھیں جو تیرے خوف سے رونے والی ہوں۔ اور ایسے دل جو تیرے ذکر کے وقت کانپ جانے والے ہوں اور ایسی خالص فطرت رکھنے والے جو حق اور صواب کی

طرف لوٹنے والی ہو۔ اور مجذوبوں اور قطبوں کے سائے کے پیچھے چلنے والی ہو۔"

یہ صرف چند عبارتیں ہیں جو یہاں نقل کی گئی ہیں۔ ورنہ اس قسم کی بیسیوں اور عبارتیں ہیں۔

لفظ محبت کے معنی

محبت کے لفظ کے معنی بھی حضور نے فرمائے ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

"محبت ایک عربی لفظ ہے اور اس کے معنی پُر ہو جانا ہے۔ چنانچہ عرب میں یہ مثل مشہور ہے تحبب الحمار (یعنی جب عربوں کو یہ کہنا منظور ہوتا ہے کہ گدھے کا پیٹ پانی سے بھر گیا تو کہتے ہیں تحبب الحمار) اور جب یہ کہنا منظور ہوتا ہے کہ اونٹ نے اتنا پانی پیا کہ وہ پانی سے پُر ہو گیا تو کہتے ہیں۔ شربت الابل حتیٰ تحبب اور حب جو دانہ کو کہتے ہیں وہ بھی اسی سے نکلا ہے۔ جس سے یہ مطلب ہے کہ وہ پہلے دانہ کی تمام کیفیت سے بھر گیا۔ اور اسی بناء پر احباب سونے کو کہتے ہیں۔ کیونکہ جو دوسرے سے بھر جائے گا وہ اپنے وجود کو کھودے گا گویا سو جائے گا اور اپنے وجود کی کچھ حس اسے باقی نہیں رہے گی۔"

(نور القرآن صفحہ 3)

محبت کے مطابق حضور "علامات المقربین" میں اولیاء اللہ کے متعلق بھی فرماتے ہیں۔ تحسبھم ایقاظاً وھم رقود فی مھد الوصال۔ یعنی تو ان کو جاگتا ہوا خیال کرتا ہے۔ حالانکہ وہ وصال کے بستر میں سوئے رہتے ہیں (علامات المقربین ص 281) اس میں گویا کمال انقطاع عن الغیر کا مفہوم ہے۔

محبت کے متعلق حضور فرماتے ہیں کہ یہ انسانی قوٰے میں سے ایک قوت ہے جو ہر انسان میں رکھی گئی ہے۔ کسی میں زیادہ اور کسی میں کم۔ لیکن جیسا کہ آگے آئے گا۔ چونکہ نجات انسانی اس محبت پر موقوف ہے جو انسان کو خدا تعالیٰ کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس لئے یہ قوت رکھی ہر انسان میں گئی ہے۔ اور وہ باقی قوتوں کی طرح اس کو ترقی دے سکتا ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"اب جاننا چاہئے کہ محبت کوئی تصنع یا تکلف کا کام نہیں۔ بلکہ انسانی قویٰ میں سے یہ بھی ایک قوت ہے۔ کہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ دل کا ایک چیز کو پسند کر کے اس کی طرف کھینچا جانا۔ اور جیسا کہ ہر ایک چیز کے اصلی خواص اس کے کمال کے وقت بدیہی طور پر محسوس ہوتے ہیں۔ یہی محبت کا حال ہے کہ اس کے جوہر بھی اس وقت کھلے کھلے ظاہر ہوتے ہیں کہ جب اتم اور اکمل درجہ پر پہنچ جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انہوں نے گئوسالہ سے ایسی محبت کی۔ کہ گویا ان کو گئوسالہ شربت کی طرح پلا دیا گیا۔ درحقیقت جو شخص کسی سے کامل محبت کرتا ہے تو گویا اسے پی لیتا ہے یا کھا لیتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا روپ ہو جاتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ یہی بھید ہے کہ جو شخص خدا سے محبت کرتا ہے وہ ظلی طور پر بقدر اپنی استعداد کے اس نور کو حاصل کر لیتا ہے جو خدا تعالیٰ کی ذات میں ہے۔ اور شیطان سے محبت کرنے والا وہ تاریکی حاصل کر لیتا ہے جو شیطان میں ہے۔"

(نور القرآن صفحہ 36)

محبت انسانی قوتوں کا اصل مقصود ہے

حضور اسے انسانی قویٰ میں سے ایک قوت ہی نہیں فرماتے۔ بلکہ انسان کی قوتوں کا اصل مقصود قرار دیتے ہیں:۔

"اب ہم مختصر طور پر صرف یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ انسان کو جو اندرونی اور بیرونی اعضاء دیئے گئے ہیں۔ یا جو کچھ قوتیں عنایت ہوئی ہیں۔ اصل مقصود ان سے خدا کی معرفت اور خدا کی پرستش اور خدا کی محبت ہے۔ اسی وجہ سے انسان دنیا میں ہزاروں مشغلوں کو اختیار کر کے پھر بھی بغیر خدا کے اپنی سچی خوشحالی کسی میں نہیں پاتا۔ بڑا دولت مند ہو کر۔ بڑا عہدہ پا کر۔ بڑا تاجر بن کر۔ بڑی بادشاہی تک پہنچ کر۔ بڑا فلاسفر کہلوا کر آخر دنیوی گرفتاریوں سے بڑی حسرتوں کے ساتھ جاتا ہے اور ہمیشہ دل اس کا دنیا کے استغراق سے اس کو ملزم کرتا رہتا ہے...... جب ہم انسان کی قوتوں کو ٹٹولتے ہیں کہ ان میں اعلیٰ سے اعلیٰ کون سی قوت ہے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ خدائے اعلیٰ اور برتر کی اس میں تلاش پائی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ چاہتا ہے کہ خدا کی محبت میں ایسا گداز اور محو ہو کہ اس کا اپنا کچھ بھی نہ رہے۔ سب خدا کا ہو جائے۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ 138-139)

پھر حضور فرماتے ہیں کہ یہ محبت کا خلق اللہ تعالیٰ نے انسان میں اپنے لئے پیدا کیا ہے۔

ترجمہ:۔ محبت ایک شریف جوہر اور خلق اعظم انسان میں ہے۔ اور اللہ نے اس کو انسان میں اس لئے رکھا ہے کہ تا وہ اپنے نفس کو اپنے رب منان کے جمال کی تصویر میں فنا کر دے۔ اور اپنی روح اور دل سے اس کا ہو جائے۔ اس کی محبت کے راستوں میں بڑھتا جائے۔ اور اس کا کوئی نشان باقی نہ رہے۔ اور اس کا وجود عشق اور سخت جذبہ کی آگ میں پگھل جائے۔

(لجۃ النور ص 53)

آریوں کو جواب دیتے ہوئے انسانی روحوں کو خدا کی پیدا کردہ ثابت کرنے کے لئے حضور فرماتے ہیں:۔

"اگر انسانی روحیں خدا کے ہاتھ سے نہیں نکلیں۔ اور اس کی پیدا کردہ نہیں۔ تو خدا کی محبت کا نمک کس نے ان کی فطرت پر چھڑک دیا۔ اور کیوں انسان جب اس کی آنکھ کھلتی ہے اور پردہ غفلت دور ہوتا ہے تو دل اس کا خدا کی طرف کھینچا جاتا ہے اور محبت الٰہی کا دریا اس کے صحن سینہ میں بہنے لگتا ہے۔ آخر ان روحوں کا خدا سے کوئی رشتہ تو ہوتا ہے جو ان کو محبت الٰہی میں دیوانہ کی طرح بنا دیتا ہے۔ وہ خدا کی محبت میں ایسے کھوئے جاتے ہیں کہ تمام چیزیں اس کی راہ میں قربان کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ عجیب تعلق ہے۔ ایسا تعلق نہ ماں کا ہوتا ہے نہ باپ کا۔ پس اگر بقول آریوں کے روحیں خود بخود ہیں تو یہ تعلق کیوں پیدا ہو گیا اور

کس نے یہ محبت اور عشق کی قوتیں خداتعالیٰ کے ساتھ روحوں میں رکھ دیں۔ یہ مقام سوچنے کا مقام ہے۔ اور یہی مقام سچی معرفت کی کنجی ہے۔"

(چشمہ معرفت ص 158-159)

محبت کی اصل غرض

محبت الٰہی ہے

اس کے بعد میں وہ عبارتیں لیتا ہوں جن میں حضور نے مذہب کی اصل غرض بیان فرمائی حضور فرماتے ہیں:۔

"مذہب کی اصل غرض اس سچے خدا کو پہچاننا ہے جس نے اس تمام عالم کو پیدا ہے۔ اور اس کی محبت میں اس مقام تک پہنچنا ہے جو غیر کی محبت کو جلا دیتا ہے اور اس کی مخلوق سے ہمدردی کرنا ہے۔ اور حقیقی پاکیزگی کا جامہ پہننا ہے۔"

(لیکچر لاہور صفحہ 2)

"یہ سچی بات ہے کہ گناہ سے بچنا اور خداتعالیٰ کی محبت میں محو ہونا انسان کے لئے ایک عظیم الشان مقصود ہے۔ اور یہی وہ راحت حقیقی ہے جس کو ہم بہشتی زندگی سے تعبیر کرسکتے ہیں۔ تمام خواہش جو خدا کی رضامندی کے مخالف ہے دوزخ کی آگ ہے۔ اور ان خواہشوں کی پیروی میں عمر بسر کرنا ایک جہنمی زندگی ہے۔ مگر اس جگہ سوال یہ ہے کہ اس جہنمی زندگی سے نجات کیونکر حاصل ہو۔ اس کے جواب میں جو علم خدا نے مجھے دیا ہے وہ یہی ہے کہ اس آتش خانہ سے نجات ایسی معرفت الٰہی پر موقوف ہے جو حقیقی اور کامل ہو۔ کیونکہ انسانی جذبات جو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں۔ وہ ایک کامل درجہ کا سیلاب ہے جو انسان کو تباہ کرنے کے لئے بڑے زور سے بہہ رہا ہے اور کامل کا تدارک بغیر کامل کے غیر ممکن ہے۔ پس اسی وجہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے ایک کامل معرفت کی ضرورت ہے۔"

(لیکچر لاہور صفحہ 3)

"مذہب کی جڑھ خدا شناسی اور معرفت نعمائے الٰہی ہے۔ اور اس کی شاخیں اعمال صالحہ۔ اور اس کے پھول اخلاق فاضلہ ہیں۔ اور اس کا پھل برکات روحانیہ اور نہایت لطیف محبت ہے جو رب اور اس کے بندہ میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس پھل سے متمتع ہونا روحانی تقدس و پاکیزگی کا مثمر ہے...... کمالیت محبت۔ کمالیت معرفت سے پیدا ہوتی ہے۔ اور عشق الٰہی بقدر معرفت جوش مارتا ہے اور جب محبت ذاتیہ پیدا ہو جاتی ہے تو وہی دن نئی پیدائش کا پہلا دن ہوتا ہے۔ اور وہی ساعت نئے عالم کی پہلی ساعت ہوتی ہے۔"

(سرمہ چشم آریہ ص 233)

سچی خوشحالی اور نجات

محبت الٰہی سے حاصل ہوتی ہے

اس کے متعلق حضور فرماتے ہیں:۔

"دراصل نجات اس دائمی خوشحالی کے حصول کا نام ہے جس کی بھوک اور پیاس انسانی فطرت کو لگا دی گئی ہے۔ جو محض خداتعالیٰ کی ذاتی محبت اور اس کی پوری معرفت اور اس کے پورے تعلق کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ جس میں شرط ہے کہ دونوں طرف سے محبت جوش مارے۔ لیکن بسا اوقات انسان اپنی غلط کاریوں سے ایسی چیزوں میں اپنی خوشحالی کو طلب کرتا ہے کہ جن سے آخرکار تکلیف اور ناخوشی اور بھی بڑھتی ہے۔ چنانچہ اکثر لوگ دنیا کی نفسانی عیاشیوں میں اس خوشحالی کو طلب کرتے ہیں۔ اور دن رات میخواری اور شہوات نفسانیہ کا شغل رکھ کر انجام کار طرح طرح کی مہلک امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں......

سو طالب حق کے لئے جو قابل غور سوال ہے وہ یہی سوال ہے کہ سچی خوشحالی کیونکر حاصل ہو جو دائمی مسرت اور خوشی کا موجب ہو۔ اور درحقیقت سچے مذہب کی یہی نشانی ہے کہ وہ اس خوشحالی تک پہنچا دے۔ سو ہم قرآن شریف کی ہدایت سے اس دقیق در دقیق نکتہ تک پہنچتے ہیں کہ وہ ابدی خوشحالی خداتعالیٰ کی صحیح معرفت اور پھر اس یگانہ کی پاک اور کامل اور ذاتی محبت اور کامل ایمان میں ہے جو دل میں عاشقانہ بے قراری پیدا کرے۔ یہ چند لفظ کہنے کو تو بہت تھوڑے ہیں لیکن ان کی کیفیت بیان کرنے کے لئے ایک دفتر بھی متحمل نہیں ہو سکتا۔"

(چشمہ مسیحی مطبوعہ 14۔ مارچ 1916ء ص 21-22)

"(کیونکہ) نجات کا تمام مدار خداتعالیٰ کی محبت ذاتیہ پر ہے۔ اور محبت ذاتیہ اس محبت کا نام ہے۔ جو روحوں کی فطرت میں خداتعالیٰ کی طرف سے مخلوق ہے۔"

(چشمہ مسیحی ص 25)

"اصل حقیقت اور اصل سرچشمہ نجات کا محبت ذاتی ہے جو وصال الٰہی تک پہنچاتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ کوئی محب اپنے محبوب سے جدا نہیں ہو سکتا اور چونکہ خدا خود نور ہے اس لئے اس کی محبت سے نور نجات پیدا ہو جاتا ہے اور وہ محبت جو انسان کی فطرت میں ہے۔ خداتعالیٰ کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اسی طرح خداتعالیٰ کی محبت ذاتی انسان کی محبت ذاتی میں خارق عادت جوش بخشتی ہے۔ اور ان دونوں محبتوں کے ملنے سے ایک فنا کی صورت پیدا ہو کر بقاباللہ کا نور پیدا ہو جاتا ہے۔ اور یہ بات کہ دونوں محبتوں کا باہم ملنا ضروری طور پر اس نتیجہ کو پیدا کرتا ہے۔ کہ ایسے انسان کا انجام فنافی اللہ ہو۔ اور خاکستر کی طرح یہ وجود ہو کر (جو حجاب ہے) سراسر عشق الٰہی میں روح غرق ہو جائے۔ اس کی مثال وہ حالت ہے۔ کہ جب انسان پر آسمان سے صاعقہ پڑتی ہے تو اس آگ کی کشش سے انسان کے بدن کی اندرونی آگ یک دفعہ باہر آجاتی ہے تو اس کا نتیجہ جسمانی فنا ہوتا ہے۔ پس دراصل یہ روحانی موت بھی اسی طرح دو قسم کی آگ کو چاہتی ہے۔ ایک آسمانی آگ اور ایک اندرونی آگ۔ اور دونوں کے ملنے سے وہ فنا پیدا ہو جاتی ہے جس کے بغیر سلوک تمام نہیں ہو سکتا۔ یہی فنا وہ چیز ہے جس پر سالکوں کا سلوک ختم ہو جاتا ہے جو انسانی مجاہدات کی آخری حد ہے۔ اسی فنا کے بعد فضل اور موہبت کے طور پر مرتبہ بقا کا انسان کو حاصل ہوتا ہے۔ اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ صراط الذین انعمت علیھم۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص کو یہ مرتبہ ملا۔ انعام کے طور پر ملا۔ یعنی محض فضل سے نہ کسی عمل کا اجر۔ اور یہ عشق الٰہی کا آخری نتیجہ ہے جس سے ہمیشہ کی زندگی حاصل ہوتی ہے اور موت سے نجات ہوتی ہے۔ ہمیشہ کی زندگی بغیر خداتعالیٰ کے کسی کا حق نہیں وہی ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔ پس انسانوں میں سے اسی انسان کو جاودانی زندگی ملتی ہے جو غیروں کی محبت سے اپنا تعلق توڑ کر اور اپنی محبت ذاتی کے ساتھ خداتعالیٰ میں فنا ہو کر ظلی طور پر اس سے حیات جاودانی کا حصہ لیتا ہے۔"

(چشمہ مسیحی ص 26، 27)

سچی محبت کی علامات

"پھر معرفت کے بعد بڑی ضروری چیز نجات کے لئے محبت الٰہی ہے۔ یہ بات نہایت واضح اور بدیہی ہے کہ کوئی شخص اپنے محبت کرنے والے کو عذاب دینا نہیں چاہتا۔ بلکہ محبت محبت کو جذب کرتی اور اپنی طرف کھینچتی ہے۔ جس شخص سے کوئی سچے دل سے محبت کرتا ہے اس کو یقین کرنا چاہئے کہ وہ دوسرا شخص بھی جس سے محبت کی گئی ہے اس سے دشمنی نہیں کر سکتا۔ اگر ایک شخص ایک شخص کو جس سے وہ اپنے دل سے محبت رکھتا ہے۔ اپنی اس محبت سے اطلاع بھی نہ دے تب بھی اس قدر تو اثر ضرور ہوتا ہے کہ وہ شخص اس سے دشمنی نہیں کر سکتا۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ دل کو دل سے راہ ہوتا ہے۔ اور خدا کے نبیوں اور رسولوں میں جو ایک قوت جذب اور کشش پائی جاتی ہے اور ہزارہا لوگ ان کی طرف کھنچے جاتے ہیں اور ان سے محبت کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اپنی جان بھی ان پر فدا کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا سبب یہی ہے کہ بنی نوع کی بھلائی اور ہمدردی ان کے دل میں ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ ماں سے بھی زیادہ انسانوں سے پیار کرتے ہیں۔ اپنے تئیں دکھ اور درد میں ڈال کر بھی ان کے آرام کے خواہشمند ہوتے ہیں۔ آخر ان کی سچی کشش سعید دلوں کو اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیتی ہے۔ پھر جبکہ انسان باوجودیکہ وہ عالم الغیب نہیں دوسرے شخص کی مخفی محبت پر اطلاع پالیتا ہے۔ تو پھر کیونکر خداتعالیٰ جو عالم الغیب ہے کسی کی خالص محبت سے بے خبر رہ سکتا ہے۔ محبت عجیب چیز ہے اس کی آگ گناہوں کی آگ کو جلاتی اور معصیت کے شعلہ کو بھسم کر دیتی ہے۔ سچی اور ذاتی اور کامل محبت کے ساتھ عذاب جمع ہو ہی نہیں سکتا۔ اور سچی محبت کے علامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کی فطرت میں یہ بات منقوش ہوتی ہے کہ اپنے محبوب کے قطع تعلق کا اس کو نہایت خوف ہوتا ہے اور ایک ادنیٰ سے ادنیٰ قصور کے ساتھ اپنے تئیں ہلاک شدہ سمجھتا ہے اور اپنے محبوب کی مخالفت کو اپنے لئے ایک زہر خیال کرتا ہے اور نیز اپنے محبوب کے وصال کے پانے کے لئے نہایت بے تاب رہتا ہے۔ اور بُعد اور دوری کے صدمہ سے ایسا گداز ہوتا ہے کہ بس مرہی جاتا ہے۔ اس لئے وہ صرف ان باتوں کو گناہ نہیں سمجھتا کہ جو عوام سمجھتے ہیں کہ قتل نہ کر۔ خون نہ کر۔ زنا نہ کر۔ چوری نہ کر۔ جھوٹی گواہی نہ دے۔ بلکہ وہ ایک ادنیٰ غفلت کو اور ادنیٰ التفات کو جو خدا کو چھوڑ کر غیر کی طرف کی جائے ایک کبیرہ گناہ خیال کرتا ہے۔ اس لئے اپنے محبوب ازلی کے جناب میں دوام استغفار اس کا ورد ہوتا ہے۔ اور چونکہ اس بات پر اس کی فطرت راضی نہیں ہوتی کہ وہ کسی وقت بھی خداتعالیٰ سے الگ رہے اس لئے بشریت کے تقاضا سے ایک ذرہ غفلت بھی اگر صادر ہو تو اس کو ایک پہاڑ کی طرح گناہ سمجھتا ہے۔ یہی بھید ہے کہ خداتعالیٰ سے پاک اور کامل تعلق رکھنے والے ہمیشہ استغفار میں مشغول رہتے ہیں کیونکہ یہ محبت کا تقاضا ہے کہ ایک محب صادق اس پر ناراض نہ ہو جائے۔ اور چونکہ اس کے دل میں ایک پیاس لگا دی جاتی ہے کہ خدا کامل طور پر اس سے راضی ہو اس لئے اگر خداتعالیٰ یہ بھی کہے کہ تجھ سے راضی ہوں۔ تب بھی وہ اس پر صبر نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جیسا کہ شراب کے دور کے وقت ایک شراب پینے والا ہر دم ایک مرتبہ پی کر دوسری مرتبہ مانگتا ہے۔ اسی طرح جب انسان کے اندر محبت کا چشمہ جوش مارتا ہے تو وہ محبت طبعاً تقاضا کرتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ خدا کی رضا حاصل ہو۔ سچی محبت کی کثرت کی وجہ سے استغفار کی بھی کثرت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خداتعالیٰ سے کامل طور پر پیار کرنے والے ہر دم اور ہر لحظہ استغفار کو اپنا ورد رکھتے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر معصوم کی یہی نشانی ہے کہ وہ سب سے زیادہ استغفار میں مشغول رہے۔ اور استغفار کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ ہر ایک لغزش اور قصور جو بوجہ ضعف بشریت انسان سے صادر ہو سکتی ہے اس امکانی کمزوری کو دور کرنے کے لئے خدا سے مدد مانگی جائے۔ تا خدا کے فضل سے وہ کمزوری ظہور میں نہ آئے۔ اور مستور و مخفی رہے۔ پھر بعد اس کے استغفار کے معنی عام لوگوں کے لئے وسیع کئے گئے۔ اور یہ امر بھی استغفار میں داخل ہوا کہ جو کچھ لغزش اور قصور صادر ہو چکا۔ خداتعالیٰ اس کے بد نتائج اور زہریلی تاثیروں سے دنیا اور آخرت میں محفوظ رکھے۔ پس نجات حقیقی کا سرچشمہ محبت ذاتی خدائے عزوجل کی ہے۔ جو عجز و نیاز اور دائمی استغفار کے ذریعہ سے خداتعالیٰ کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اور جب انسان کمال درجہ تک اپنی محبت کو پہنچاتا ہے۔ اور محبت کی آگ سے اپنے جذبات نفسانیت کو جلا دیتا ہے۔ تب یک دفعہ ایک شعلہ کی طرح خداتعالیٰ کی محبت جو خداتعالیٰ اس سے کرتا ہے اس کے دل پر گرتی ہے۔ اور اس کو سفلی زندگی کے گندوں سے باہر لے آتی ہے اور خدا ئے حی و قیوم کی پاکیزگی کا رنگ اس کے نفس پر چڑھ جاتا ہے۔ بلکہ تمام صفات الٰہیہ سے ظلی طور پر اس کو حصہ ملتا ہے۔ تب وہ تجلیات الٰہیہ کا مظہر ہو جاتا ہے۔"

(چشمہ [illegible] 37، 39)

محبت الٰہی کے حصول کے طریق

اب حضور مذہب کی اصل غرض بیان کرنے کے ساتھ محبت الٰہی کے حصول کے طریق بیان فرماتے ہیں:۔

"مذہب سے غرض یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو ہر ایک بدی سے پاک کر کے اس لائق بنا دے کہ اس کی روح ہر وقت خدا تعالیٰ کے آستانہ پر گری رہے۔ اور یقین اور محبت اور معرفت اور صدق اور وفا سے بھر جائے۔ اور اس میں ایک خاص تبدیلی پیدا ہو جائے۔ تا اس دنیا میں بہشتی زندگی اس کو حاصل ہو...... بلکہ حقیقی پاکی تب حاصل ہوتی ہے۔ جب انسان ایک گندی زندگی سے توبہ کر کے ایک پاک زندگی کا خواہاں ہو۔ اور اس کے حصول کے لئے صرف تین باتیں ضروری ہیں۔

اول:۔ تدبیر اور مجاہدہ کہ جہاں تک ممکن ہو گندی زندگی سے باہر آنے کی کوشش کرے اور (دوسرے) دعا کہ ہر وقت جناب الٰہی میں نالاں رہے۔ تا وہ گندی زندگی سے اپنے ہاتھ سے اس کو باہر نکالے۔ اور ایک ایسی آگ اس میں پیدا کرے جو بدی کے خس و خاشاک کو بھسم کر دے۔ اور ایک ایسی قوت عنایت کرے جو انسانی جذبات پر غالب آجائے۔ اور چاہئے کہ اسی طرح دعا میں لگا رہے جب تک کہ وہ وقت آجائے کہ ایک الٰہی نور اس کے دل پر نازل ہو۔ اور ایک ایسا چمکتا ہوا شعاع اس کے نفس پر گرے کہ تمام تاریکیوں کو دور کر دے اور اس کی کمزوریاں دور فرمائے اور اس میں پاک تبدیلی پیدا کرے۔ کیونکہ دعاؤں میں بلاشبہ تاثیر ہے۔ اگر مردے زندہ ہو سکتے ہیں تو دعاؤں سے۔ مگر دعا کرنا اور مرنا قریب قریب ہے۔

تیسرا طریق صحبت کاملین اور صالحین ہے۔ کیونکہ ایک چراغ کے ذریعے دوسرا چراغ روشن ہو سکتا ہے۔ غرض یہ تین طریق ہی گناہوں سے نجات پانے کے ہیں۔ جن کے اجتماع سے آخر کار فضل شامل حال ہو جاتا ہے۔"

(لیکچر سیالکوٹ ص 40 تا 42)

محبت الٰہی کس طرح پیدا ہوتی ہے

اس کے متعلق حضور فرماتے ہیں:۔

"نجات کا سرچشمہ جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں محبت اور معرفت ہے۔ اور معرفت ایک ایسی چیز ہے کہ جس قدر معرفت زیادہ ہوتی ہے اسی قدر محبت بھی زیادہ ہوتی ہے کیونکہ محبت کا جوش مارنے کا باعث حسن یا احسان ہے۔ یہ دونوں چیزیں ہیں جن کی وجہ سے محبت جوش مارتی ہے۔ پس جبکہ انسان کو خدا تعالیٰ کے حسن اور احسان کا علم ہوتا ہے اور وہ اس بات کا مشاہدہ کر لیتا ہے کہ وہ ہمارا خدا اپنی لامحدود ذاتی خوبیوں کی وجہ سے کیسا حسین ہے۔ اور پھر کس طرح پر اس کے لامتناہی احسان ہم پر احاطہ کر رہے ہیں۔ تو اس علم کے بعد بالطبع انسان کی وہ محبت جو ازل سے اُس کی فطرت میں مرکوز ہے۔ جوش مارتی ہے۔ اور گو محبت الٰہی کا تخم ازل سے انسان کی سرشت میں رکھا گیا تھا۔ مگر اس تخم کی آبپاشی معرفت ہی کرتی ہے۔ کیونکہ کوئی محبوب بجز معرفت کے اور بجز تجلیات حسن و جمال اور اخلاق اور وصال کے کسی عاشق کو اپنی طرف کھینچ نہیں سکتا۔ اور جب معرفت تامہ حاصل ہو جاتی ہے تبھی وہ وقت آتا ہے کہ محبت الٰہی کا ایک چمکتا ہوا شعلہ انسان کے دل پر گرتا ہے اور یک دفعہ اس کو خدا تعالیٰ کی طرف کھینچ لیتا ہے۔ تب انسانی روح محبوب ازلی کے آستانہ پر عاشقانہ انکسار کے ساتھ گرتی ہے اور حضرت احدیت کے دریائے ناپیدا کنار میں غوطہ لگا کر ایسی پاک و صاف ہو جاتی ہے کہ تمام سفلی کثافتیں دور ہو جاتی ہیں اور ایک نورانی تبدیلی اس کے اندر پیدا ہو جاتی ہے۔ تب وہ روح ناپاک باتوں سے ایسی نفرت کرتی ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ کو نفرت ہے اور خدا کی رضا اس کی رضا ہوتی ہے اور خدا کی خوشنودی اس کی خوشنودی ہو جاتی ہے۔"

(چشمہ مسیحی ص 42، 43)

اسی طرح ایک اور جگہ فرماتے ہیں:۔

"بعد اس کے واضح ہو کہ اگرچہ قرآن کریم نے حقیقت (دین) کی تحصیل کے لئے بہت سے وسائل بیان فرمائے ہیں۔ مگر در حقیقت ان سب کا مآل دو قسم پر ہی جا پڑتا ہے۔ اول یہ کہ خدا تعالیٰ کی ہستی اور اس کی مالکیت تامہ اور اس کی قدرت تامہ اور اس کی حکومت تامہ اور اس کے علم تام اور اس کے حساب تام اور نیز اس کے واحد لاشریک۔ اور حی و قیوم اور حاضر و ناظر ذوالاقتدار اور ازلی ابدی ہونے۔ اور اس کی تمام قوتوں اور طاقتوں اور جمیع جلال و کمال کے ساتھ یگانہ ہونے میں پورا پورا یقین ہو جائے۔ یہاں تک کہ ہر ایک ذرہ اپنے وجود اور اس تمام عالم کے وجود کا اس کے تصرف اور حکم میں دکھائی دے اور...... یہاں تک کہ اس کی عظمت اور کبریائی تمام نفسانی جذبات کو اپنی قہری شعاعوں سے مضمحل اور خیرہ کر کے ان کی جگہ لے لے۔ اور ایک دائمی رعب اپنے دل پر جما دیوے۔ اور اپنے قہری حملہ سے نفسانی سلطنت کے تخت کو خاک مذلت میں پھینک دیوے۔ اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیوے۔ اور اپنے خوفناک کرشموں سے غفلت کی دیواروں کو گرا دیوے۔ اور تکبر کے مینار کو توڑ دیوے۔ اور ظلمت بشری کی حکومتیں وجود انسانی کی دارالسلطنت سے بکلی اٹھا دیوے اور جو جذبات نفس امارہ کے طبیعت انسانی پر حکومت کرتے تھے اور باعزت سمجھے گئے تھے ان کو ذلیل اور خوار اور ہیچ اور بے مقدار کر کے دکھا دیوے۔

دوئم:۔ یہ کہ اللہ جل شانہ کے حسن و احسان پر اطلاع وافر پیدا کرے۔ کیونکہ کامل درجہ کی محبت یا تو حسن کے ذریعہ سے پیدا ہوتی ہے یا احسان کے ذریعہ سے..... اللہ جل شانہ کا حسن اس کی ذات اور صفات کی خوبیاں ہیں۔ اور خوبیاں یہ ہیں کہ وہ خیر محض ہے۔ اور مبدأ ہے جمیع فیضوں کا۔ اور مصدر ہے تمام خیرات کا۔ اور جامع ہے تمام کمالات کا۔ اور مرجع ہے ہر یک امر کا۔ اور موجد ہے تمام وجودوں کا۔ اور علت العلل ہے ہریک موثر کا جس کی تاثیر یا عدم تاثیر ہریک وقت اس کے قبضہ میں ہے۔ اور واحد لاشریک ہے اپنی ذات میں اور صفات میں اور اقوال میں اور افعال میں اور تمام کمالوں میں۔ اور ازلی اور ابدی ہے اپنی جمیع صفات کاملہ کے ساتھ۔ بڑا [illegible]نک اور بڑا ہی رحیم۔ باوجود قدرت کاملہ سزادہی کے ہزاروں برسوں کی خطائیں ایک دم کے رجوع میں بخشنے والا۔ بڑا ہی حلیم اور بردبار اور پردہ پوش۔ کروڑہا نفرت کے کاموں اور مکروہ گناہوں کو دیکھنے والا اور ہر جگہ نہ پکڑنے والا۔ اگر اس کا روحانی جمال تمثل کے طور پر ظاہر ہو تو ہریک دل پروانہ کی طرح اس پر گرے۔ پر اس نے اپنا جمال غیروں سے چھپایا اور انہی پر ظاہر کیا جو صدق سے اس کو ڈھونڈتے ہیں۔ اس نے ہریک خوبصورت چیز پر اپنے حسن کا پرتو ڈالا۔ اگر آفتاب ہے یا ماہتاب یا وہ سیارے جو چمکتے ہوئے نہایت پیارے معلوم ہوتے ہیں۔ یا خوبصورت انسانوں کے منہ جو دلکش اور ملیح دکھائی دیتے ہیں۔ یا وہ تازہ اور تر بتر اور خوشنما پھول جو اپنے رنگ اور بو اور آب و تاب سے دلوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں یہ در حقیقت ظلی طور پر اس حسن لازوال سے ایک ذرہ کے موافق حصہ لیتے ہیں۔ وہ حسن ظن اور وہم اور خیال نہیں۔ بلکہ یقینی اور قطعی اور نہایت روشن ہے۔ جس کے تصور سے تمام نظریں خیرہ ہوتی ہیں اور پاک دل اس کی طرف کھینچے جاتے ہیں۔"

(آئینہ کمالات اسلام ص 180 تا 182)

پھر فرمایا "جو لوگ خدا کی مرضی کو چھوڑ کر اپنے عزیزوں اور اپنے مالوں سے پیار کرتے ہیں وہ خدا کی نظر میں بدکار ہیں۔ وہ ضرور ہلاک ہوں گے کیونکہ انہوں نے غیر کو خدا پر مقدم رکھا۔ یہی وہ تیسرا مرتبہ ہے جس میں وہ شخص باخدا بنتا ہے۔ کیونکہ جو اس کے لئے ہزاروں بلائیں خریدے اور خدا کی طرف ایسے صدق اور اخلاق سے جھک جائے کہ خدا کے سوا کوئی اس کا نہ رہے گویا سب مر گئے۔ پس سچ تو ہے کہ جب تک ہم خود نہ مریں زندہ خدا نظر نہیں آ سکتا۔ خدا کے ظہور کا دن وہی ہوتا ہے کہ جب ہماری جسمانی زندگی پر موت آوے۔ ہم اندھے ہیں جب تک غیر کے دیکھنے سے اندھے نہ ہو جائیں۔ ہم مردہ ہیں جب تک خدا کے ہاتھ میں مردہ کی طرح نہ ہو جائیں۔ جب ہمارا منہ ٹھیک ٹھیک اس کے محاذات میں پڑے گا تب وہ واقعی استقامت جو تمام نفسانی جذبات پر غالب آتی ہے ہمیں حاصل ہو گی۔ اس سے پہلے نہیں۔ اور یہی وہ استقامت ہے جس سے نفسانی زندگی پر موت آجاتی ہے۔ (اسلامی اصول کی فلاسفی ص 88)

محبت الٰہی پیدا کرنے کے لئے جماعت کو نصیحت

نفس کو پاک کرنے اور محبت الٰہی کے لئے اس میں جگہ بنانے کے لئے حضرت مسیح موعود نے اپنی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔

"خدا کے لئے سب پر رحم کرو تا کہ آسمان سے تم پر رحم ہو۔ آؤ میں تمہیں ایسی راہ سکھاتا ہوں جس سے تمہارا نور تمام نوروں پر غالب رہے۔ اور وہ یہ ہے کہ تم تمام سفلی کینوں اور حسدوں کو چھوڑ دو۔ اور ہمدرد نوع انسان ہو جاؤ۔ اور خدا میں کھوئے جاؤ۔ اور اس کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی صفائی حاصل کرو۔ کہ یہی طریق ہے جس سے کرامتیں صادر ہوتی ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں اور فرشتے مدد کے لئے اترتے ہیں۔ مگر یہ ایک دن کا کام نہیں۔ ترقی کرو۔ ترقی کرو۔ اس دھوبی سے سبق سیکھو۔ جو کپڑوں کو اول بھٹی میں جوش دیتا ہے اور دیئے جاتا ہے۔ یہاں تک کہ آخر آگ کی تاثیریں تمام میل اور چرک کو کپڑوں سے علیحدہ کر دیتی ہیں۔ تب صبح اٹھتا ہے اور پانی پر پہنچتا ہے اور پانی میں کپڑوں کو تر کرتا ہے اور بار بار پتھروں پر مارتا ہے۔ تب وہ میل جو کپڑوں کے اندر تھی اور ان کا جز بن گئی تھی۔ کچھ آگ کے صدمات اٹھا کر اور کچھ پانی میں دھوبی کے بازو سے مار کھا کر یک دفعہ جدا ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ کپڑے ایسے سفید ہو جاتے ہیں جیسے ابتداء میں تھے۔ یہی انسانی نفس کے سفید ہونے کی تدبیر ہے۔ اور تمہاری ساری نجات اس سفیدی پر موقوف ہے۔

(رسالہ جہاد ص 13 تا 16)

اسی طرح جماعت کو تعلیم دیتے ہوئے (التعلیم للجماعتہ) ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:۔

ترجمہ:۔ فلاح پا گیا جس نے اپنے نفس کو پاک کیا۔ اور نامراد ہو گیا۔ جس نے اس کو بدی میں دھنسا دیا۔ اور صرف بیعت کر لینے کو ہی کافی نہ سمجھ لو بغیر پاکیزگی اور تزکیہ کے۔ اور تم حضرت کی تیاری کے بغیر ایسی دختر کی طرح ہو جس کی شادی بلوغت سے قبل ہو گئی ہو۔ اور تم معرفت کا چشمہ ان لوگوں میں تلاش نہ کرو جن کو بصیرت کی آنکھ نہیں دی گئی۔ اور میرے ساتھ اسی طرح تعلق پکڑو جس طرح شگوفہ درخت کے ساتھ پکڑتا ہے تا کہ تم شگوفہ سے پھل بن جاؤ۔ تقویٰ اختیار کرو۔ تقویٰ اختیار کرو۔ اے عقلمندو! اس کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنی باگ شہوات کی طرف موڑلی ہو۔ اور تم اس رب کی عظمت کو نہ بھول جاؤ جو تمہاری ہر حرکت کو دیکھتا ہے۔ اللہ نہیں محبت کرتا مگر صاف دلوں کے ساتھ اور پاک نفسوں کے ساتھ اور انتہائی کوشش کرنے والی ہمتوں کے ساتھ۔ پس جب تم اس طریق کو چھوڑتے ہو تو اس کی نگاہ میں ردی چیز کی طرح ہو جاتے ہو۔ پس تم سستی اور غافلوں کی زندگی سے بچو۔ اور اپنے رب کو راضی کرو۔ اس کے حضور کھڑے ہو کر اور سجدے کر کے اس طرح کہ تمہیں چین نہ آئے۔ اور اس کی حدود کی حفاظت کرو۔ اور خالص بندے بن جاؤ۔ اور چاہئے کہ اس کریم کے ذکر سے جو تمہارا حقیقی غمگسار ہے تمہارے غم دور ہو جائیں۔ اور تمہیں نیند کس طرح آتی ہے حالانکہ ڈر کے وقت تمہارا توکل اس خلاق پر نہیں ہے۔ تم نور کی پیروی کرو اور رات کے چلنے کو ترجیح نہ دو۔ اور اللہ کے چہرے کی طرف دیکھو اور مخلوق کی طرف نہ دیکھو۔ زمین کے حکام کا بھی شکریہ ادا کرو۔ اور اس حاکم کو بھی نہ بھول جاؤ جو آسمان میں ہے۔ اور کوئی تمہیں نفع نہیں دے سکتا مگر جب تمہارا رب ارادہ کرے۔ پس تم اپنے رب سے دور نہ ہو۔ اے عقلمندو! تم دیکھتے ہو کہ مخلوق میں کس طرح تلواریں رکھی گئی ہیں اور پے در پے موتیں آ رہی ہیں اور تم قضا و قدر کے حملے اور لوگوں کی بے تابی کو دیکھتے ہو۔ پس تمہارے لئے ضروری ہے کہ رکن شدید کی طرف پناہ لو۔ اور وہ اللہ ہے جو کہ قوی ہے۔ اور عرش مجید والا ہے۔ اللہ کے لئے ہو جاؤ اور امان میں داخل ہو جاؤ۔ اور آج اللہ کے سوا کوئی بچانے والا نہیں۔ اے جوانو! زمینی حیلوں کے ساتھ اپنے نفسوں کو دھوکہ مت دو۔ کیونکہ اب معاملہ سارا خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اے دانشمندو! اپنے اور حضرت عزت کے درمیان فرق نہ رکھو۔ کیونکہ پھر اس کی طرف سے بھی فرق ہو جائے گا اور تم ذلت کے ساتھ ہلاک کئے جاؤ گے۔ اس رحمٰن کے سوا باقیوں سے اپنی امید قطع کر دو۔ وہ تم پر رحم کرے گا اور تمہیں آگوں سے نجات دے گا۔ میں آسمان پر غضب دیکھتا ہوں۔ پس ڈرو اللہ کے بندو اس رب کے غضب سے اور آسمان سے فضل تلاش کرو۔ اور گوہ کی طرح زمین کی طرف نہ جھک جاؤ۔ طلب میں انتہا کر دو۔ اور حاجت پوری کرنے میں اصرار پورا کرو تو تم بے قراری سے نجات پاؤ گے۔"

(مواہب الرحمٰن ص 96)

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

صدیوں کی اس دھوپ چھاؤں میں کوئی ہمیں بتلائے — پوری ہوتی کون سی اس کی بات نہیں دیکھی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رؤیا و کشوف اور پیشگوئیاں

محترم حافظ مظفر احمد صاحب ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد - دعوت الی اللہ

پیشگوئی۔ قبل از وقت بیان کی گئی بات کو کہتے ہیں جو خدا تعالیٰ اپنے نبیوں اور رسولوں کو ان کی صداقت کے نشان کے طور پر عطا فرماتا ہے۔ عالم الغیب خدا انہیں نہ صرف قبل از وقت غیب کی خبریں دیتا بلکہ ان پر غلبہ بخشتا ہے اور مستقبل میں ظاہر ہونے والی باتوں سے متعلق غیر معمولی علم عطا فرماتا ہے (الجن : 27) جس کا ذریعہ وحی و الہام اور رؤیا و کشوف ہیں (الشوریٰ : 52)

سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو "بشیر اور نذیر" کے القابات سے نوازا گیا۔ آپ کو قرآن شریف میں بیان فرمودہ اصولی بشارات اور تنبیہات کی تفاصیل رؤیا و کشوف کے ذریعہ عطا فرمائی گئیں اور امت مرحومہ میں قیامت تک رونما ہونے والے واقعات کے نظارے اس جزئی تفصیل کے ساتھ آپ کو کروائے گئے کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ مثلاً ایک نظارہ نماز کسوف کے دوران آپ کو کروایا گیا جس کے بارے میں اس (نماز کے بعد) صحابہ کے اس استفسار پر کہ آپ حالت نماز میں ہی آگے بھی بڑھے اور پیچھے بھی ہٹے تو اس کا کیا سبب تھا؟ آپ نے اپنے اس کشف کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا "مجھے ابھی اس مقام پر آئندہ کے وہ تمام نظارے کروائے گئے جن کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے" یہاں تک کہ جنت و دوزخ (کی کیفیات) بھی (دکھائی گئیں) اس واضح اور جلی کشف میں بعض نعماء جنت اپنے سامنے دیکھ کر آپ انہیں لینے کے لئے آگے بڑھے اور جہنم کی شدت و تمازت کا نظارہ کر کے پیچھے ہٹے (بخاری کتاب الکسوف)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان رؤیا و کشوف کی تفاصیل کتب حدیث میں موجود ہیں جن کے مطالعہ سے ان کی مختلف انواع اور کیفیات کا پتہ چلتا ہے جن کا ذکر اس جگہ مناسب ہو گا۔

1- وہ کشوف اور پیشگوئیاں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ہی ظاہری رنگ میں پوری ہو گئیں۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہؓ کے ساتھ شادی سے قبل آپؐ کو ان کی تصویر دکھا کر بتایا گیا کہ یہ آپ کی بیوی ہے اس پیشگی غیبی خبر پر کامل ایمان کے باوجود آپؐ نے کمال احتیاط سے اس کی تعبیر کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا ظاہری رنگ میں پورا ہونا ہی مراد ہے تو وہ خود اس کے سامان پیدا فرماوے گا (بخاری کتاب النکاح) اور پھر بظاہر ناموافق حالات کے باوجود ایسا ہی ہوا۔

2- وہ کشوف اور پیشگوئیاں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پوری ہو گئیں مگر ظاہراً نہیں بلکہ ایسی تعبیر کی شکل میں جو اس وقت واضح نہیں تھی ایسے کشوف کثرت سے پائے جاتے ہیں جیسے غزوہ احد سے قبل حضورؐ کا حالت کشف میں چند گائیوں کو ذبح کرنا اور اپنی تلوار کو لہرانا اور اس کا اگلا حصہ ٹوٹ جانا (بخاری کتاب المغازی)

اس کشف کی تعبیر احد میں ستر مسلمانوں کی شہادت کی قربانی اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی ہونے اور دندان مبارک کے شہید ہونے کے رنگ میں ظاہر ہو گئی تو پتہ چلا کہ اس رؤیا کی یہ تعبیر تھی۔

3- وہ رؤیا و کشوف جن کی تعبیر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ظاہر تو ہو گئی مگر اس تعبیر سے مختلف رنگ میں ظاہر ہوئی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاً اس سے مراد لی تھی گویا کشف کے وقت اس کی تعبیر کی تفہیم کئی حکمتوں کے پیش نظر بیان نہیں فرمائی گئی تعبیر ظاہر ہونے پر کھلا کہ مفہوم کیا تھا جیسے نبی کریم کو ایک کھجوروں والی جگہ دار الہجرت کے طور پر دکھائی گئی اول آپ نے یمامہ کی سرزمین مراد لی مگر بعد میں کھلا کہ اس سے مراد یثرب یعنی مدینتہ الرسول تھا (بخاری کتاب التعبیر)

4- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ کشوف جو بظاہر نظر آپ کی ذات والاصفات کے بارہ میں معلوم ہوتے ہیں مگر ان کی تعبیر کی تفہیم کے مطابق آپ نے اپنی وفات کے بعد ان کے ظہور کی پیشگوئی فرمائی۔ اور پھر ایسا ہی ظہور میں آیا۔ جیسا کہ دو کذاب مدعیان نبوت کے بارہ میں کشف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ میرے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن ہیں اور میں نے ان کو ناپسند کرتے ہوئے کاٹ دیا ہے۔ پھر مجھے اذن ہوا اور میں نے ان دونوں کو پھونک ماری اور وہ دونوں اڑ گئے میں نے اس کی تعبیر دو کذابوں سے کی جو (میرے بعد) خروج کریں گے۔ عبید اللہ کہتے تھے ان سے مراد اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب تھے (بخاری کتاب المغازی و کتاب التعبیر)

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں یہاں تک کہ میں نے اپنے ہاتھوں میں رکھیں ابوہریرہؓ کہتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو وفات پا گئے اور اب تم ان خزانوں کو حاصل کر رہے ہو (بخاری کتاب التعبیر)

5- وہ رؤیا و کشوف جن کا تعلق آخری زمانہ سے ہے اس میں انذاری اور تبشیری دونوں قسم کے کشوف شامل ہیں جن کی تعبیرات رسول اللہ پر ظاہر نہیں کی گئیں نہ ہی آپ نے ان کا ذکر فرمایا۔ البتہ بعد میں اپنے وقت پر بعض تعبیرات کے ظہور پر خود زمانہ نے گواہی دی اور بعض کے ظہور کا ہنوز انتظار ہے مثلاً رؤیا میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود اور دجال کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا (بخاری کتاب التعبیر)

بعض دوسری احادیث صحیحہ کے مطابق چونکہ دجال مکہ میں داخل نہیں ہو گا اس لئے علماء نے اس کشف کی تعبیر یہ کی کہ دجال کے طواف کعبہ سے مراد اسلام کی تباہی و بربادی کی کوششیں ہیں اور مسیح موعود کے طواف سے مراد خانہ کعبہ اور دین حق کی حفاظت کی سعی ہے۔ (مظاہر الحق شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد 4 صفحہ 359- عالمگیر پریس لاہور)

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی امت کی کثرت اور شان و شوکت کے نظارے بھی کرائے گئے آپ نے فرمایا کہ اس کثرت کو دیکھ کر مجھے تعجب ہوا جس نے میدان بھرے ہوئے تھے (مسند احمد بن حنبل جلد 1 صفحہ 43 دار الفکر بیروت)

بعض ایسے ہی خوش قسمت گروہوں کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ میری امت جو ہندوستان سے جہاد کرے گی اور دوسری وہ جماعت جو مسیح موعود کے ساتھ ہو گی (نسائی کتاب الجہاد)

اس پیشگوئی کا پہلا حصہ بڑی شان کے ساتھ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں اس وقت پورا ہوا جب محمد بن قاسم کے ذریعہ سندھ کی فتح سے ہندوستان کی فتوحات کا آغاز ہوا۔ اور انہوں نے سندھ کے باسیوں کو وہاں کے ظالم حکمرانوں سے نجات دلا کر عدل و انصاف کی حکومت قائم کی اور اپنے اعلیٰ کردار اور پاکیزہ اقدار سے اہل سندھ کو اپنا گرویدہ کر لیا اور یوں یہاں اسلام کا آغاز ہوا۔ ہمارے نزدیک پیشگوئی کے دوسرے حصے کا تعلق مسیح موعود کے زمانہ اور اس کی جماعت سے ہے جسے مسیح موعود کی روحانی قیادت میں دین کی خاطر جدوجہد اور قربانیوں کی توفیق ملے گی۔

دین کی عالمگیر فتوحات کا وہ یہی زمانہ معلوم ہوتا ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کشف کی تعبیر بھی پوری شان کے ساتھ جلوہ گر ہو گی جس میں آپ نے بیان فرمایا کہ۔

"اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کے مشرق اور مغرب کے کنارے سمیٹ کر دکھائے" اور پھر اس کی تعبیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "میری حکومت بالآخر ضرور ان سرزمینوں پر قائم ہو گی جو مجھے عالم رؤیا میں دکھائی گئی ہیں (مسلم کتاب الفتن)

شام ایران اور مدائن کی فتوحات کی خوش خبری

آئندہ زمانہ میں ان رؤیا و کشوف کی تعبیرات کے ظہور پر ہمارا ایمان اور یقین اس وقت اور پختہ ہو جاتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ ماضی میں ہمارے آقا و مولا مخبر صادق محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی کمزور زمانہ میں اپنے رؤیا و کشوف کی بناء پر جو احوال بیان فرمائے وہ پوری آب و تاب کے ساتھ پورے ہو چکے ہیں اس جگہ دو کشوف کا تفصیلی تذکرہ بطور نمونہ کیا جاتا ہے۔ ایک نہایت اہم اور غیر معمولی شان کا حامل لطیف کشف وہ ہے جس کا نظارہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوہ احزاب کے اس ہولناک ابتلاء میں کروایا گیا جب اہل مدینہ ایک طرف کفار مکہ کے امکانی حملہ سے بچنے کی خاطر شہر کے گرد خندق کھود رہے تھے اور دوسری طرف اندرونی طور پر وہ سخت قحط سالی کا شکار تھے اور جیسا کہ حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ خندق کی کھدائی میں مصروف تھے اور مسلسل تین دن کے فاقہ سے تھے دریں اثناء کھدائی میں ایک سخت چٹان آ گئی (جو ٹوٹتی نہ تھی) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر پانی پھینکو پھر آپ نے اللہ کا نام لیکر کدال کی ضرب لگائی تو وہ ریزہ ریزہ ہو گئی اچانک میری نظر پڑی تو کیا دیکھتا ہوں کہ (فاقہ کی شدت سے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ پر پتھر باندھ رکھا ہے (بخاری کتاب المغازی)

حضرت براء بن عازب اس واقعہ کی مزید تفصیل بیان کرتے ہیں کہ خندق کی کھدائی کے دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب ایک پتھریلی چٹان کے نہ ٹوٹنے کی شکایت کی گئی اور آپ نے اللہ کا نام لیکر کدال کی پہلی ضرب لگائی تو پتھر شکستہ ہو گیا اور اس کا ایک بڑا حصہ ٹوٹ گرا آپ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور فرمایا کہ شام کی کنجیاں میرے حوالے کی گئی ہیں اور خدا کی قسم! میں شام کے سرخ محلات اپنی اس جگہ سے دیکھ رہا ہوں پھر آپ نے اللہ کا نام لیکر کدال کی دوسری ضرب لگائی پتھر کا ایک اور

حصہ شکستہ ہو کر ٹوٹا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کر کے فرمایا مجھے ایران کی چابیاں عطا کی گئی ہیں اور خدا کی قسم میں مدائن اور اس کے سفید محلات اس جگہ سے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہا ہوں پھر آپؐ نے اللہ کا نام لیکر تیسری ضرب لگائی اور باقی پتھر بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا آپؐ نے تیسری بار اللہ اکبر کا نعرہ بلند کر کے فرمایا! "مجھے یمن کی چابیاں سپرد کی گئی ہیں اور خدا کی قسم! میں صنعاء کے محلات کا نظارہ اپنی اس جگہ سے کر رہا ہوں (مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 303 دار الفکر بیروت)

یہ عظیم الشان روحانی کشف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے زبردست یقین پر بھی دلالت کرتا ہے کہ ایک طرف فاقہ کشی کے اس عالم میں جب دشمن کے حملے کے خطرے سے جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں اور خود حفاظت کے لئے خندق کھودنے کی دفاعی تدبیروں میں مصروف ہیں لیکن الٰہی وعدوں پر ایسا پختہ ایمان ہے کہ اپنے دور کی دو عظیم طاقتور سلطنتوں کی فتح کی خبر کمزور نہتے مسلمانوں کو دے رہے ہیں اور وہ بھی اس یقین پر قائم نعرہ ہائے تکبیر بلند کر رہے ہیں کہ بظاہر یہ انہونی باتیں ایک دن ہو کر رہیں گی اور پھر خدا کی شان دیکھو کہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت سے ان فتوحات کا آغاز ہو جاتا ہے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ اور ابو عبیدہؓ اسلامی فوجوں کے ساتھ شام کو فتح کرتے ہیں اور حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ان فتوحات کی تکمیل ہو جاتی ہے اور سعد بن ابی وقاص کی سرکردگی میں مسلمان ایران کی فتوحات حاصل کرتے ہیں اور صرف چند سال کے مختصر عرصہ میں دنیا کی دو بڑی سلطنتیں روم و ایران ان فاقہ کش مگر یقین محکم رکھنے والے مسلمانوں کے زیر نگیں ہو جاتی ہیں۔

دوسرے عظیم الشان کشف کا تعلق اسلامی بحری جنگوں سے ہے

بحری فتوحات کا نظارہ

مدنی زندگی کے اس دور میں جب بری سفروں اور جنگوں کے پورے سامان بھی مسلمانوں کو میسر نہیں تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کی بحری جنگوں کی خبر دیتے ہوئے نظارہ کروایا گیا۔ حضرت ام حرام بنت ملحان بیان کرتی ہیں کہ حضور ہمارے گھر محو استراحت تھے کہ عالم خواب سے اچانک مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے۔ میں نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کئے گئے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے اس سمندر میں اس شان سے سفر کریں گے جیسے بادشاہ تخت پر بیٹھے ہوتے ہیں۔ ام حرامؓ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان لوگوں میں سے بنا دے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی کہ اے اللہ اسے بھی ان میں شامل کر دے۔ پھر آپؐ کو اونگھ آگئی اور آنکھ کھلی تو مسکرا رہے تھے میں نے وجہ پوچھی تو آپؐ نے پہلے کی طرح امت کے ایک اور گروہ کا ذکر کیا جو خدا کی راہ میں جہاد کی خاطر نکلیں گے اور بادشاہوں کی طرح تخت پر بیٹھے سمندری سفر کریں گے ام حرامؓ نے پھر دعا کی درخواست کی کہ وہ اس گروہ میں بھی شامل ہوں آپ نے فرمایا آپ گروہ اولین میں شامل ہونگی اور گروہ آخرین میں شریک نہیں۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ پھر حضرت ام حرامؓ فاختہ بنت قرظہ سمندری سفر میں شامل ہوئیں۔ اور اسی سفر سے واپسی پر سواری سے گر کر وفات پائی۔ (بخاری کتاب الجہاد)

اس حدیث میں جزیرۂ قبرص کے بحری سفر کی طرف اشارہ ہے جو حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں ہوا۔ جب وہ شام کے گورنر تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں حضرت معاویہؓ کو پہلے عظیم اسلامی بحری بیڑے کی تیاری کی توفیق ملی۔ حالانکہ اس سے قبل مسلمانوں کو کوئی کشتی تک میسر نہ تھی۔ اور پھر حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں ہی حضرت معاویہؓ نے اسلامی فوجوں کی بحری کمان سنبھالتے ہوئے جزیرۂ قبرص کی طرف بحری سفر اختیار کیا۔ جو اسلامی تاریخ میں پہلا بحری جہاد تھا۔ جس کے نتیجہ میں قبرص فتح ہوا اور بعد میں ہونے والی بحری فتوحات کی بنیادیں رکھی گئیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کی وہ بات پوری ہوئی جو آپؐ نے فرمایا تھا۔

کہ دین اسلام غالب آئے گا یہاں تک کہ سمندر پار کی دنیاؤں میں بھی اس کا پیغام پہنچے گا اور مسلمانوں کے گھڑسوار دستے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے سمندروں کو بھی چیر جائیں گے۔ (کنز العمال جلد 10 صفحہ 212 مطبع اصیل حلب)

یہ پیش گوئی اس شان کے ساتھ جلوہ گر ہوئی کہ اس زمانہ کی زبردست ایرانی اور رومی بحری قوتوں کے مقابل پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں مسلمانوں نے اپنی بحری قوت کا لوہا منوایا۔ اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کی سرکردگی میں اسلامی بحری بیڑے نے بحیرہ روم کے پانیوں میں اپنی دھاک بٹھا کر اسلامی حکومت کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے۔ چنانچہ فتح قبرص کے بعد کی اسلامی مہمات میں جہاں مسلمان ایک طرف بحیرہ اسود و احمر کے بھی اس پار پہنچے اور بحر ظلمات میں بھی گھوڑے دوڑائے تو دوسری طرف مسلمان فاتحین نے بحیرہ روم کو عبور کر کے جزیرہ رودس، صقلیہ اور قسطنطنیہ کو فتح کیا۔ تیسری طرف طارق بن زیاد فاتح سپین نے بحیرۂ روم کو چیرتے ہوئے بحر اوقیانوس کے کنارے جبرالٹر پر پہنچ کر ہرچہ باداباد کہہ کر اپنے سفینے جلا دیئے تو چوتھی طرف محمد بن قاسم نے بحیرہ عرب اور بحر ہند کے سینے چیر ڈالے اور یوں مسلمانوں نے جریدۂ عالم پر، بحری دنیا میں کیا بلحاظ سمندری علوم میں ترقی، کیا بلحاظ صنعت اور کیا بلحاظ جہاز رانی ان مٹ نقوش ثبت کئے جو رہتی دنیا تک یاد رہیں گے، نئی بندرگاہیں تعمیر ہوئیں، جہاز سازی کے کارخانے بنے۔ بحری راستوں کی نشان دہی اور سمندروں کی پیمائش کے اصول وضع ہوئے، اور مسلمان سمندروں پر بھی حکومت کرنے لگے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے رؤیا و کشوف کمال شان کے ساتھ پورے ہوئے۔

ہم پر کرم کیا ہے خدائے غیور نے
پورے ہوئے وہ وعدے کئے جو حضور نے

اور یہ بات آج بھی ہمارے لئے ازدیاد ایمان و یقین کا موجب ہے کہ دین کی نشأۃ ثانیہ کے وہ وعدے بھی ضرور بالضرور پورے ہونگے جو ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہم سے کئے گئے۔

جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

☆......☆......☆......☆

احمدیت کی دوسری صدی کے دس سال

عالمی ترقیات پر ایک طائرانہ نظر

دیں کی نصرت کے لئے اب آسماں پر شور ہے
اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

(محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب مؤرخ احمدیت)

مجدد الف آخر کا منصب

رب ذوالجلال نے حضرت مسیح موعود کو "مجدد الف آخر" کے عدیم المثال منصب پر فائز کیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"چونکہ یہ آخری ہزار ہے اس لئے ضرور تھا کہ امام آخرالزمان اس کے سر پر پیدا ہو (-) اور یہ امام جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود کہلاتا ہے وہ مجدد صدی بھی ہے اور مجدد الف آخر بھی"

(لیکچر سیالکوٹ طبع اول صفحہ 7۔ لیکچر 2۔ نومبر 1905ء)

اس حقیقت کے اعتبار سے خلافت احمدیہ کی ہزار سالہ تاریخ کے قافلہ سالار حضرت مسیح موعود ہیں اور خلفاء احمدیت آپ کے نائب حقیقی اور ظل کامل ہیں۔

سنگ میل واقعات کی خبر

یہی وجہ ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو دس صدیوں کے سنگ میل واقعات کی خبریں دی گئیں آپ کا ارشاد ہے کہ:۔

"جہاں تک میں دور بین نظر سے دیکھتا ہوں تمام دنیا اپنی سچائی کے تحت اقدام دیکھتا ہوں اور قریب ہے کہ میں عظیم الشان فتح پاؤں...... ہر یک وہ شخص جس پر توبہ کا دروازہ بند نہیں عنقریب دیکھ لے گا کہ میں اپنی طرف سے نہیں ہوں کیا وہ آنکھیں بینا ہیں جو صادق کو شناخت نہیں کر سکتیں۔ کیا وہ بھی زندہ ہے۔

جس کو آسمانی صدا کا احساس نہیں"

(ازالہ اوہام" حصہ دوم صفحہ 563 اشاعت جولائی 1891ء)

سامان خارق عادت ہوں گے

حضرت میر قاسم علی صاحب پہلی بار 20۔ جون 1901ء کو کرنال سے قادیان آئے۔ اگلے روز صبح کی سیر کے دوران آپ نے حضرت مسیح موعود کی خدمت میں عرض کیا کہ دین حق دنیا میں کیسے پھیلے گا؟ حضور اس روز بسراواں کی راہ تشریف لے گئے تھے اور اس وقت مطلع بالکل صاف تھا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ خدا کے کاموں سے انسان واقف نہیں یہ سب کچھ ضرور ہوگا اور دین حق اپنی شان کے ساتھ پھر دنیا میں قبولیت حاصل کرے گا۔ دیکھو خدا ایک دم میں سب سامان پیدا کر دیتا ہے گرمی حد کمال تک پہنچ جاتی ہے تو پھر باران رحمت کے سامان ایک دم آسمان پر نمودار ہونے لگتے ہیں ابر آتا ہے اور چھما چھم برسنے لگتا ہے سو خدا کے لئے کوئی سامان پیدا کر دینا کوئی مشکل کام نہیں ادھر حضور نے یہ مثال دی ادھر یکایک ایک چھوٹا سا ٹکڑا ابر کا آیا اور دیکھتے ہی دیکھتے آسمان پر چھا گیا حضور ابھی سیر کو جا ہی رہے تھے کہ یک لخت موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ حضور نے واپسی کا ارشاد فرمایا اور رستہ میں ہی میر قاسم علی صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:۔

"دیکھا ہمارا خدا ایسا خدا ہے کہ آناً فاناً ابر بھی آ گیا اور بارش بھی برس گئی حالانکہ جب سیر کو چلے تھے اس وقت بارش کا خیال یا ابر کا کوئی نشان نہ تھا۔ مگر ہمارے خدا نے یہ اس لئے دکھایا کہ جس طرح ایسی صورت میں جبکہ کسی کو بارش کا وہم و گمان بھی نہ تھا یکایک سامان باراں کر کے بارش برسا دی اسی طرح

وہ غلبہ (احمدیت) کے اور دنیا میں (احمدیت) کے پھیلانے کے...... ایسے اسباب پیدا کر دے گا کہ دیکھ کر سب حیران رہیں گے۔ غرض (دین) دنیا میں پھیلے گا اور ضرور پھیلے گا جس طرح اب بارش ہوئی جبکہ کوئی نشان بارش کا نہ تھا اسی طرح خدا ترقی (احمدیت) کے سب سامان خارق عادت کے طور پر پیدا کر دے گا مگر آج لوگ سمجھ نہیں سکتے۔"

(الحکم قادیان 14۔21 نومبر 1935ء صفحہ 4۔5)

ایک آسمانی سامان کی واضح تشریح

ان خارق عادت سامانوں کی ایک واضح تشریح ہمیں حضرت اقدس ہی کے مبارک الفاظ میں "خطبہ الہامیہ" میں ملتی ہے۔ اصل عبارت عربی میں ہے جس کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ

"نزول کے لفظ میں...... یہ اشارہ ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں امر اور نصرت انسان کے ہاتھ کے وسیلہ کے بغیر اور مجاہدین کے جہاد کے بغیر آسمان سے نازل ہو گی اور مدبروں کی تدبیر کے بغیر تمام چیزیں اوپر سے نیچے آئیں گی گویا مسیح موعود بارش کی طرح فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھ کر آسمان سے اترے گا...... اس کی دعوت اور محبت زمین میں چاروں طرف بہت جلد پھیل جائے گی۔

اس بجلی کی طرح جو ایک سمت میں ظاہر ہو کر ایک دم میں سب طرف چمک جاتی ہے یہی حال اس زمانہ میں واقع ہو گا... نور کی اشاعت کے لئے صور پھونکا جائے گا اور سلیم طبیعتیں ہدایت پانے کے لئے پکاریں گی اس وقت مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب کے فرقے خدا کے حکم سے جمع ہو جائیں گے...... اس زمانہ میں (دین حق) بدر کامل کی طرح ہو جائے گا"

(روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 283 تا 287)

اگر چشم بصیرت سے دیکھا جائے تو احمدیت کی دوسری صدی کے دس سال (1989ء تا 1998ء) مندرجہ بالا عظیم الشان پیشگوئی کے عالمی سطح پر عملی ظہور کا حیرت انگیز نقطہ آغاز ہیں۔ اور جس طرح کرہ ارض سورج کے گرد چکر لگا رہا ہے اسی طرح خلافت رابعہ کے اس تاریخ ساز اور انقلاب آفریں دور کی مثالی ترقیات و فتوحات خدا کے پیدا کردہ خارق عادت سامان۔ یعنی۔ ایم۔ ٹی۔ اے۔ کے ساتھ گھوم رہی ہیں۔ آسمانی اسباب کا یہ بے نظیر نشان مسلم سپین کے دردناک سقوط (897ھ مطابق 1492ء) کے ٹھیک پانچ سو سال کے بعد جلوہ گر ہوا جبکہ 21۔ اگست 1992ء کو ہمارے مقدس و محبوب آقا سیدنا

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطبہ جمعہ مواصلاتی سیارہ کے ذریعہ پہلی بار چار براعظموں میں ٹیلی کاسٹ ہوا۔

(صفحہ 1۔ الفضل 24۔ اگست 1992ء)

یہ کوئی اتفاقی امر نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے خدائے علیم و قدیر کی ازلی اور قدیم تقدیریں کارفرما ہیں اللہ جلشانہ نے انیسویں صدی کے آخر میں بذریعہ الہام یہ بشارت دی تھی:۔

"میرا لُوٹا ہوا مال تجھے ملے گا"

(کتاب البریہ صفحہ 83۔ اشاعت جنوری 1898ء)

جماعت احمدیہ کے فتح نصیب امام ہمام کی ولولہ انگیز اور فقید المثال شخصیت اور کامیاب عالمی قیادت کی ایک دنیا مداح ہے ملک کے ایک فاضل و ادیب جناب قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب تحریر کرتے ہیں:۔

"قادیانیت کے سربراہ کو ہم نے بعافیت نکال کر آج دنیا کے عظیم مرکز میں پہنچا دیا ہے وہ وہاں بیٹھ کر دنیا بھر کے قادیانیوں کو کنٹرول کر رہا ہے۔ مگر ہمارا کیا حال ہے ہم کنتم خیر امۃ کی تلاوت تو کرتے ہیں مگر ہمارا کوئی مرکز نہیں۔ جس کے ساتھ دو آدمی ہیں وہ بھی عالمی مرکز کا صدر کہلا رہا ہے کیا یہ صورت حال خطرناک نہیں؟ پہلے وحدت مرکز پیدا کی جائے اس کے بعد انفرادی کاموں کی بجائے ایک عالمی امیر ہو۔ جس امت کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ صرف دو ہوں تب بھی ایک امام اور ایک مقتدی بن جائے اس ایک ارب افراد کا کوئی امیر نہیں"

(رسالہ "الحق" اکوڑہ خٹک۔ اگست 1994ء صفحہ 44)

ہمارے محبوب و مقدس رہنما حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے مسند امامت پر متمکن ہونے کے صرف چند ماہ بعد 10۔ ستمبر 1982ء کو سپین کی بیت بشارت کا افتتاح فرمایا دعوت الی اللہ کی بے پناہ روحانی قوتوں سے نہ صرف سپین کی واپسی بلکہ دنیا بھر کے قلوب کو محمد رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں جمع کرنے کی بین الاقوامی مساعی تیز کر دیں جو 1992ء سے ایم۔ ٹی۔ اے کی نشریات کی بدولت ایک نئے اور فیصلہ کن دور میں داخل ہو گئی ہیں۔ ممالک عالم کی سعید روحیں فوج در فوج دین حق کو قبول کر رہی ہیں' خدا کے گھروں کی وسیع پیمانے میں تعمیر جاری ہو چکی ہے' دینی لٹریچر کی اس کثرت سے اشاعت ہو رہی ہے جس کی کوئی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی' مشنوں اور دعوت و ارشاد کرنے والوں کا ایک جال بچھ گیا ہے اور دینی ضرورتوں کی جلد تکمیل کے لئے عالمی نظام مالیات مستحکم بنیادوں پر قائم ہو چکا ہے اور علم و معرفت کے میدان میں دنیا کی دوسری تمام قوموں پر واضح برتری حاصل کرنے کے لئے نونہالان احمدیت سرگرم عمل ہیں۔ یہ ایک مثالی اور حسین انتقام ہے جو ان صلیبی قوتوں سے ہر براعظم' ہر ملک بلکہ ہر بستی میں لیا جا رہا ہے جنہوں نے توحید کے پرستاروں کو سپین سے نہایت بے دردی اور ظالمانہ طریق پر بے دخل کیا۔

جہاں سیاسی اور مادی طاقت کی تلواریں دلوں کو فتح کرنے میں ناکام ہو چکی ہیں وہاں تسخیر

القلوب کے زبردست اور کارگر ہتھیار کی کامیابیوں اور کامرانیوں نے دھوم مچادی ہے اور وہی آفتاب صداقت افق مغرب پر اپنی آسمانی تجلیات کے ساتھ طلوع ہو رہا ہے۔ اب اس جہان نو کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیے۔

عالمی بیعت کا روح پرور نظارہ

ایم ٹی اے کی چار براعظموں میں نشریات کے آغاز کے بعد اگلے سال 1993ء سے عالمی بیعت ایسے روح پرور نظاروں کا سلسلہ شروع ہو گیا جسے آج تک چشم فلک نے نہیں دیکھا تھا۔ روزنامہ "نیشن" (Nation) لندن اپنی 3۔ اگست 1998ء کی اشاعت میں امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کے جلسہ سالانہ انگلستان سے خطاب کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"1993ء میں پہلی عالمی بیعت کی تقریب منعقد ہوئی تھی عالمی بیعت میں دنیا بھر کی مختلف قوموں کے افراد اپنے اپنے ملک میں بذریعہ سٹیلائٹ امام جماعت احمدیہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوتے ہیں انہوں نے بتایا

آج تک عالمی بیعت کے ذریعہ بیعتوں کی تعداد ایک کروڑ بنتی ہے"

ماہنامہ "دفاع" کراچی اگست 1997ء کے صفحہ 40 پر ایک صاحب بصیرت مسلمان کا یہ بیان شائع ہوا کہ:۔

"قادیانیوں کی روز افزوں ترقی۔ لاکھوں کی تعداد میں لوگوں کا قادیانی مذہب میں داخل ہونا اور دنیا کا قادیانیت کی طرف بڑھتا ہوا سیلاب بظاہر اس بات کی علامت معلوم ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ ان کی طرف ہے...... جس رفتار سے قادیانیت کا یہ سیلاب بڑھ رہا ہے اس کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ آئندہ چند برسوں میں یہ ساری دنیا... کو بھی بہالے جائے گا۔"

بیوت الذکر میں اضافہ

خلافت رابعہ کے اس دس سالہ بابرکت دور میں پانچ ہزار دو سو انیس بیوت الذکر کا اضافہ ہوا۔ (الفضل 19۔ اگست 1998ء صفحہ 1 و اخبار نیشن لندن مورخہ 3۔ اگست 1998ء)

اس عہد مبارک میں جو بیوت حمد تعمیر ہوئیں ان میں گوئٹے مالا' کینیڈا' واشنگٹن' اور سین ہوزے (Sanjose) ریاست کیلیفورنیا) کے عالی شان خدا کے گھر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

رابطہ عالم اسلامی کے مکہ معظمہ سے چھپنے والے ترجمان "الرابطہ" نے جون 1998ء کے شمارہ میں صفحہ 38۔39 پر جماعت احمدیہ کی عالمی ترقیات کا ذکر کرتے ہوئے ایم۔ٹی۔اے کا تذکرہ کرنے کے علاوہ مندرجہ ذیل ممالک کے بیوت الذکر کی تعداد بھی بتلائی ہے۔ نائیجیریا۔ غانا۔ انڈونیشیا۔ سیرالیون۔ ماریشس۔ جرمنی۔ انگلینڈ۔ ٹرینیڈاڈ۔ جزائر فجی۔

جلسہ سالانہ انگلستان

شاہراہ ترقی پر

جلسہ سالانہ انگلستان وحدت اقوام عالم کا پر کیف نظارہ پیش کرتا ہے یہ عدیم النظیر اجتماع ہر سال ترقی کی نئی منازل طے کر رہا ہے جس کا عملی ثبوت یہ ہے کہ 1989ء میں کم و بیش چودہ ہزار نفوس شریک جلسہ ہوئے جبکہ 1998ء میں 59 ممالک کے سترہ ہزار مخلصین نے شمولیت کا شرف حاصل کیا۔

(الفضل ربوہ 26۔ اگست 1989ء)

الفضل انٹرنیشنل کا اجراء

لندن سے "الفضل انٹرنیشنل" 7۔ جنوری 1994ء کو جاری ہوا۔ یہ ہفت روزہ آج پوری "دنیائے احمدیت" کا ترجمان ہے جس کے ذریعہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح کے مبارک اور تازہ ارشادات' حضور انور کی عظیم الشان دینی مصروفیات اور جماعت احمدیہ کی عالمی مساعی کی تفصیلات نہایت باقاعدگی کے ساتھ اکناف عالم میں پہنچ رہی ہیں علاوہ ازیں اس کے بلند پایہ مضامین سعید روحوں کی دلچسپیوں کا خصوصی مرکز بن رہے ہیں۔

ریویو انگریزی کی دس ہزار اشاعت

حضرت اقدس مسیح موعود کی دلی تمنا تھی کہ رسالہ "ریویو آف ریلیجنز" انگریزی دس ہزار کی تعداد میں چھپوایا جائے حضور کی یہ مبارک خواہش جنوری 1994ء میں پوری ہوئی جبکہ یہ رسالہ لندن ہی سے دس ہزار کی تعداد میں شائع ہونا شروع ہو گیا۔ اس میں شامل اشاعت ہونے والے آرٹیکل عصر حاضر کے جدید تقاضوں کے مطابق مرتب ہوتے اور جدید سائنس اور انکشافات کی روشنی میں دین حق کی نہایت عمدہ ترجمانی کرتے ہیں۔

تحریک وقفِ نَو

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے احمدیت کی دوسری صدی میں دین حق کی اشاعت کے لئے 3۔ اپریل 1987ء کو "وقف نو" کی مبارک تحریک جاری فرمائی جس سے جلسہ سالانہ برطانیہ 1998ء کے انعقاد تک 17981 احمدی بچے منسلک ہو چکے ہیں۔

(الفضل ربوہ 11۔ اگست 1998ء)

تراجم قرآن مجید

1989ء تک جماعت احمدیہ کی طرف سے قرآن عظیم کے ستائیس زبانوں میں تراجم شائع ہوئے جبکہ احمدیت کی دوسری صدی کے پہلے دس سالوں میں مزید 25 زبانوں میں اس کی اشاعت ہوئی جس سے ان بیش قیمت تراجم کی تعداد 52 تک جا پہنچی۔

(الفضل 19۔اگست 1998ء اخبار نیشن لندن 3۔ اگست 1998ء)

حضرت خلیفۃ المسیح کا معرکہ آرا لٹریچر

ان دس سالوں میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا پیدا کردہ بصیرت افروز اور معرکہ آراء لٹریچر بھی منظر عام پر آیا جو نئی زمین اور نئے آسمان کی تعمیر میں بنیادی کردار ادا کر رہا ہے:۔ چند اہم کتب کے نام یہ ہیں۔

1۔ خلیج کا بحران اور نظام نو

2- Islam,s Response to Contemporary-Issues

3۔ ذوق عبادت اور آداب دعا

4۔ حوا کی بیٹیاں اور جنت نظیر معاشرہ

5- Christianity A Journey Form Facts to Fiction

6۔ زھق الباطل

7- Absolute Justice

8۔ ہومیو پیتھی یعنی علاج بالمثل

9- Revelation, Rationality Knowl edge and Truth 1998

ہومیو پیتھی کی ترویج اور خدمت خلق کا بین الاقوامی نظام

ہومیو پیتھی (علاج بالمثل) کو 1790ء میں مسٹر ہانیمن (Hnae Mann) نے ایجاد کیا اور حضرت مسیح موعود نے اشتہار 6۔ فروری 1898ء میں روحانی طریق سے انکشاف کی بناء پر اس طریق علاج کی تائید فرمائی۔ ("ایام الصلح" طبع اول صفحہ 120۔ اشاعت یکم جنوری 1899ء قادیان) 1960ء میں خدائی تصرف سے حضرت مصلح موعود کے ذریعہ ہمارے موجودہ امام عالی مقام کی توجہ ہومیو پیتھی کے مطالعہ کی طرف مبذول ہوئی۔ حضور انور نے 23۔ مارچ 1994ء سے ہومیو پیتھی سے متعلق معلومات افروز لیکچروں کا آغاز فرمایا یہ لیکچر ایم ٹی اے پر دنیا بھر میں نشر ہوئے اور ان کو ہر ملک میں سند قبولیت حاصل ہوئی۔ یہی لیکچر ہیں جو 1996ء میں "ہومیو پیتھی" کے نام سے پہلی بار لندن سے شائع کئے گئے۔ 1998ء میں ان کا تیسرا ایڈیشن چھپا۔ حضور کی شب و روز جدوجہد کے نتیجہ میں دنیا بھر میں ہومیو پیتھی کی زبردست ترویج و اشاعت ہوئی اور طبی دنیا کی تاریخ میں پہلی بار اس کے ذریعہ خدمت خلق کا عالمی نظام منصۂ شہود پر آیا۔ اس سلسلہ میں حضور کی نگرانی میں ہومیو پیتھی کا مرکزی شعبہ قائم ہے جو مسلسل تمام دنیا کی دواؤں کی ضرورت پورا کر رہا ہے۔ صرف انڈونیشیا میں جماعت احمدیہ کے زیر انتظام 93 ہومیو پیتھی ڈسپنسریاں طبی خدمات بجالا رہی ہیں۔

(الفضل 7۔اگست 1998ء صفحہ 2)

روزنامہ نیشن لندن (3۔ اگست 1998ء) سالانہ جلسہ 1998ء پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے خطاب کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہے:۔

"جماعت احمدیہ کی طبی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے مرزا طاہر احمد نے بتایا کہ افریقہ کے دس ممالک میں جماعت احمدیہ کے زیر انتظام دس بڑے بڑے ہسپتال کام کر رہے ہیں جب کہ طبی مراکز کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔ آپ نے یہ بھی بتایا کہ جماعت احمدیہ ہومیو پیتھک علاج کے نظام کو دنیا بھر میں متعارف کرا رہی ہے جس کے نتیجہ میں مختلف عوارض میں مبتلا لوگ بہت کم خرچ کر کے صحت یاب ہو رہے ہیں۔ خدمت خلق کے میدان میں جماعت احمدیہ کی کوششوں کو آپ نے سراہا جس نے دکھی انسانیت کی مدد کے لئے افریقہ اور بوسینیا وغیرہ ممالک میں ٹنوں وزنی خوراک و پارچات کی امداد بھجوائی۔"

عالمی درس القرآن کا آغاز

12۔ فروری 1994ء کا دن ہمیشہ یادگار رہے گا کیونکہ اس روز سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے عالمی درس قرآن کا آغاز فرمایا جو ایم ٹی اے نے پانچ زبانوں میں (انگریزی۔ عربی۔ بوسنین فرنچ اور روسی) نشر کیا۔ (الفضل 22۔ فروری 1994ء صفحہ نمبر 1) جس کا سلسلہ پوری آب و تاب سے جاری ہے اور دنیا بھر میں انوار قرآنی کی اشاعت کا اپنی نوعیت کا منفرد اور عدیم النظیر ذریعہ ہے جسے انٹرنیشنل قرآنی کالج سے تعبیر کیا جائے تو ہرگز مبالغہ نہ ہو۔ یہ واحد آسمانی انسٹی ٹیوشن ہے۔ جس سے دنیا کے تمام ممالک کے لاکھوں افراد بیک وقت فیضیاب ہو رہے ہیں اور حضرت مسیح موعود کے اس دعویٰ کی حقانیت پر شاہد ناطق ہیں کہ

"میں ہر یک مخالف کو دکھلا سکتا ہوں کہ قرآن شریف اپنی تعلیموں اور اپنے علوم حکمیہ اور اپنے معارف دقیقہ اور بلاغت کاملہ کی رو سے معجزہ ہے موسیٰ کے معجزہ سے بڑھ کر اور عیسیٰ کے معجزات سے صدہا درجہ زیادہ"

(ضمیمہ انجام آتھم صفحہ 61۔ اشاعت 22۔ جنوری 1997ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع اپنے قلم مبارک سے ایک (غیر مطبوعہ) مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"مواصلاتی سیارہ کے ذریعہ جو عالمی سلسلہ درس قرآن حکیم کا جاری ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی خاص مشیت اور تقدیر یہی ہے ایسا ہوا۔ اور اسی نے محض اپنے فضل سے توفیق بخشی کہ ان غیر معمولی اہمیت کی تاریخ ساز گھڑیوں میں حضرت اقدس مسیح موعود..... کی نمائندگی کروں۔ درسوں کے آغاز پر میں بالکل خالی الذہن اور تہی دامن تھا لیکن دعا کے نتیجہ میں جو میرا کل سرمایہ تھی مطمئن اور بے خوف تھا اور یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ خود ہاتھ تھامے ہوئے راستہ دکھائے گا اور ہر کٹھن مقام پر مشکل کشائی فرمائے گا۔ پس ایسا ہی ہوا اور اللہ نے میرے فکر و نظر اور قلب کے اندھیرے گوشوں کو منور فرما دیا۔ اور راہ چلتے چلتے دو چار ہاتھ آگے جہاں کچھ دکھائی نہ دیتا تھا اور تعجب تھا کہ وہاں پہنچتے پہنچتے بات جو چل نکلی ہے کیسے کوئی روشن نتیجہ ظاہر کرے گی کہ

اچانک جیسے کسی طاقتور بجلی کے قمقمے سے وہ مقام دن کی طرح روشن ہو جائے میں نے اندھیروں کو روشنی میں بدلتے ہوئے دیکھا۔

کئی دفعہ ایسا ہوا کہ خود ایک اشکال کی طرف سامعین کو توجہ دلائی اور اسے حل کرنے کی بات شروع کر دی جبکہ اس کا کوئی حل میرے ذہن میں نہ تھا۔ چند لفظوں کے فاصلہ پر ابہام کے سوا کچھ اور نظر نہ آتا تھا اور تعجب تھا کہ اب میں کیا کہوں گا کہ

اچانک ذہن اور قلب پر ایک شعلہ نور اترتا ہوا دکھائی دیا اور اٹھائے ہوئے سوال کا واضح اور روشن جواب دکھائی دینے لگا۔ اللہ تعالیٰ کی غیبی تائید کے ایسے نظارے دیکھے کہ سارا وجود سراپا حمد بن گیا۔ فالحمدللہ رب العالمین۔"

(مکتوب بنام استاذی المکرم مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب مرحوم)

علم و عرفان کے بین الاقوامی چشمے

ایم ٹی اے پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے پر معارف درس ہی نشر نہیں ہو رہے بلکہ حضور کے خدا نما اور مقدس وجود نے خدائے عزوجل کے اس خارق عادت سامان کی بدولت علم و عرفان کے چشمے جاری کر دیئے ہیں۔ خطبات جمعہ و عیدین' لقاء مع العرب' اردو کلاس۔ چلڈرن کارنر' فرانسیسی بولنے والوں سے ملاقات' انگریزی بولنے والوں سے ملاقات اور ہومیو پیتھی کلاس وغیرہ۔ یہ سب پروگرام مسیح موعود کا "چشمہ رواں" ہے۔

ایم ٹی اے عرب و عجم کی نظر میں

1۔ روزنامہ جنگ (25۔ اگست 1992ء) نے "مرزا طاہر احمد کا خطبہ چار "براعظموں میں ٹیلی کاسٹ کیا گیا" کی سرخی دے کر صفحہ آخر پر یہ خبر دی:۔

"ربوہ جماعت احمدیہ کے سربراہ مرزا طاہر احمد نے کہا ہے کہ...... جو قومیں سچ کو اختیار کرتی ہیں ان کے رزق میں برکت ملتی ہے۔ مسلم دنیا کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ محبت سے پیش آیا جائے اور بھائیوں جیسے تعلقات قائم کئے جائیں۔

ان کا یہ خطبہ مواصلاتی سیارے کے ذریعے دنیا کے چار براعظموں میں ٹی وی پر دیکھا اور سنا گیا۔ ان براعظموں میں آسٹریلیا' ایشیا' یورپ اور افریقہ شامل ہیں۔

2۔ ہفت روزہ "اہلحدیث" لاہور کی اشاعت 11۔ ستمبر 1992ء کے صفحہ 11۔12 پر جناب قاضی محمد اسلم صاحب سیف فیروز پوری نے جنگ کی مذکورہ خبر "دینی جماعتوں کے لئے لمحہ فکریہ" کے زیر عنوان تبصرہ کیا کہ:۔

"قادیانی باطل ہونے کے باوجود بہت آگے بڑھ رہے ہیں۔ شور و غل اور ہنگامہ آرائی کے بغیر نہایت خاموشی سے وہ اپنے مقاصد کے حصول میں شب و روز مصروف ہیں۔ قادیانیوں کا بجٹ کروڑوں روپوں پر مشتمل ہوتا ہے...... ان کے مبلغین دور دراز ملکوں کی خاک چھان رہے ہیں۔ بیوی بچوں اور گھر بار سے دور قوت لایموت پر قانع ہو کر افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں' یورپ کے ٹھنڈے بستہ زاروں میں آسٹریلیا' کینیڈا اور امریکہ میں قادیانیت کی تبلیغ کے لئے مارے مارے پھرتے ہیں...... مگر دینی جماعتیں اور ان کے سربراہ تکفیر کی بمباری میں مصروف ہیں۔ روزنامہ جنگ نے اپنے صفحہ آخر پر یہ خبر لگائی ہے کہ مرزا طاہر احمد کا خطاب سیارے کے ذریعے چار براعظموں میں ٹیلی کاسٹ کیا گیا آسٹریلیا' افریقہ' یورپ' ایشیا' ہمارا عالمی روحانی اجتماع عرفات کے میدان میں حج کے موقع پر ہوتا ہے تو حج کی کیفیات اور حرکات و سکنات سیارے کے ذریعے بعض ایشیائی اور افریقی ملکوں تک بمشکل پہنچائی جاتی ہیں

کسی ملک کے سربراہ کی تقریر یا خطاب کو سیارے کے ذریعے دنیا بھر میں کبھی ٹیلی کاسٹ نہیں کیا گیا۔"

3۔ اخبار سعادت لاہور رقم طراز ہے:۔

"دنیا بھر میں قادیانیوں اور احمدیہ فرقہ کے روحانی پیشوا اور سربراہ مرزا طاہر احمد نے سات جنوری سے ڈش انٹینا کے ذریعے براہ راست احمدیہ ٹیلی ویژن نشریات کا جو عالمگیر اطلاعی سلسلہ شروع کیا ہے وہ اب خاصا مقبول ہو رہا ہے۔ لاتعداد اعلیٰ فوجی اور سول افسران' قانون دان' تاجر' طلباء و طالبات جج اور معیشت و معاشرت سے متعلقہ لوگ اپنے حامیوں دوستوں عزیز و اقارب یا ہم احباب کے علاوہ زندگی کے شعبے سے متعلق دانشوروں' ادیبوں اور صحافیوں وغیرہ کو خصوصی دعوتیں دے کر مرزا طاہر احمد کے خطبات سناتے اور ان سے اظہار خیال کرتے ہیں۔

احمدیہ نشریات بے حد مقبول ہو رہی

ہیں"

(روزنامہ سعادت21۔جنوری1994ء صفحہ1۔4)

4۔ جمیعۃ العلماء اسلام پاکستان کا ترجمان الجمعیتہ لاہور کا ایک نوٹ:۔

"قادیانی حضرات نے اپنی منظم جماعت اور جماعتی ارکان کے جذبہ و ایثار سے کام لے کر الیکٹرانک میڈیا کا بھرپور استعمال شروع کر دیا ہے اور...... دنیا کے چپہ چپہ پر اب وہ اپنی تحریک کو پھیلانے میں لگے ہوئے ہیں"

(الجمعیتہ 10۔17مارچ1994ء صفحہ27)

5۔ ماہنامہ "اخبار العرب" (Arab Cazette) کے شمارہ اگست 1994ء میں (-) ٹی وی۔ قادیانیوں کا نیا فضائی چینل" کے زیر عنوان سعودی جریدہ "المسلمون" کے حوالہ سے لکھا ہے۔

"حال ہی میں (-) ٹی وی کے نام سے قادیانیوں نے اپنا ایک فضائی چینل قائم کیا ہے تاکہ نشرو اشاعت کے اس بہترین ذریعے سے اپنی...... تبلیغ کو دنیا تک پہنچا سکیں...... قادیانی چینل ڈش انٹینا کے ذریعے روزانہ بارہ گھنٹے (اور اب چوبیس گھنٹے ناقل) اپنی نشریات دکھاتا ہے یہ چینل جو (-) ٹی وی کے نام سے مشہور ہے اس کا مالک احمدی فرقے کے لیڈر مرزا طاہر احمد سے تعلق رکھتا ہے اس کی نشریات کا رخ جنوب مغربی ایشیا اور خلیج عرب کے علاقے ہیں۔ علماء نے اس بات پر سختی سے زور دیا ہے کہ مسلمان ممالک مل بیٹھ کر اس مسئلہ کا قطعہ حل تلاش کریں..... ڈاکٹر عبداللہ الرفاعی جو جامعہ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ ریاض میں اطلاعات کے شعبہ میں استاد ہیں اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ کہ ہماری مشکل یہ ہے کہ...... فضائی چینل پر علمی تسلط غیروں کا ہے"

6۔ رسالہ "زندگی" لاہور (2۔ تا8۔ ستمبر 1994ء صفحہ 36) کے ایک فکر انگیز مقالہ کا اہم اقتباس:۔

"آٹھ ماہ سے جماعت احمدیہ کا اپنا ٹیلی ویژن سٹیشن کام کر رہا ہے۔ گذشتہ ماہ لندن میں اس جماعت کا جو 29 واں سالانہ جلسہ ہوا اس کی کارروائی پوری دنیا میں...... براہ راست یا بعض حصوں کی ریکارڈنگ سٹیلائٹ کے ذریعے دکھائی گئی۔ پانچوں براعظموں کے 120 ممالک میں یہ کارروائی دکھائی گئی۔ امیر جماعت کی تقاریر کا سات زبانوں میں ترجمہ کر کے نشر کی گئیں جبکہ جلسہ گاہ سے حاضرین کے لئے ان تقاریر کا پندرہ زبانوں میں ترجمہ کیا گیا۔ جماعت احمدیہ کے ایک ترجمان نے دعویٰ کیا کہ صرف ایک سال کے دوران 27 ہزار یورپی باشندے دائرہ "احمدیت" میں داخل ہو گئے ہیں۔ ایک سال کے دوران عالمی بیعت میں شرکت کرنے والے احمدیوں کی تعداد چار لاکھ اٹھارہ ہزار دو سو ہے۔ ان کا تعلق 93 ممالک سے اور 155 اقوام سے ہے۔ جولائی 93ء سے جولائی 94ء تک دنیا بھر میں جماعت کی 1551 نئی شاخیں قائم کی گئی ہیں۔ اس دوران 668 بیوت الذکر (عبادت گاہیں) بنائی گئیں۔ جماعت اب تک 52 زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شائع کر چکی ہے۔ گیارہ مزید زبانوں میں تراجم پر نظر ثانی مکمل کیے جانے کے بعد یہ تعداد 63 ہو جائے گی۔ دنیا بھر میں قادیانیوں کے تعلیمی اداروں کی تعداد 349 اور ہسپتالوں کی تعداد چالیس تک پہنچ چکی ہے۔"

7۔ ہفت روزہ "میڈیا" 16۔ نومبر 1994ء کے ایشوع میں ایک مضمون سپرد اشاعت ہوا ہے جس کا عنوان ہے "پاکستان میں کفر سازی کی فیکٹری نے احمدیوں کو دنیا بھر میں مظلوم بنا دیا ہے" اس مضمون کا صرف ایک فقرہ ہدیہ قارئین ہے فرماتے ہیں:۔

"روزانہ سینکڑوں افراد مرزا طاہر احمد کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں قادیانی الگ ٹی وی سٹیشن بنا چکے۔ کیسٹ انقلاب کی "تیاریاں مکمل"

8۔ رسالہ "مہارت" لاہور (بابت 28۔ ستمبر تا 5۔ اکتوبر 1996ء صفحہ 38) میں لکھا ہے:۔

دراصل یہ کام رابطہ عالم اسلامی کا ہے۔ یہ اتنا بھاری کام ہے کہ مملکتیں ہی اس کو کر سکتی ہیں"

دس صدیوں کا

آفاقی نظارہ

آخر میں مجدد الف آخر سیدنا حضرت مسیح موعود کی زبان مبارک سے مستقبل کے متعلق ایک پر شوکت پیشگوئی کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے۔ حضرت حافظ محمد ابراہیم صاحب امام بیت دارالفضل قادیان نے 1900ء میں شرف بیعت حاصل کیا۔ آپ کی روایات میں ہے کہ حضرت اقدس نے ایک بار ارشاد فرمایا:۔

اب فتوحات کا زمانہ جو حقیقی فتح ہے چودھویں صدی سے شروع ہے اس ہزار سال میں (——) جناب الٰہی عجیب کام دکھلائیں گے جس سے (احمدیت) کی فتح مبین ہو گی"

(الحکم قادیان دارالامان 14۔مارچ1935ء صفحہ 5۔ کالم1)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے رؤیا، کشوف

مرتبہ:۔ مرزا خلیل احمد قمر صاحب

اللہ تعالیٰ سچے رؤیا، کشوف کے ذریعہ اپنی ہستی کا ثبوت عطا فرماتا ہے۔ اور یہ نعمت امام وقت کو خاص طور پر عطا کی جاتی ہے۔ چنانچہ سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو بھی اس برکت سے وافر حصہ عطا کیا گیا ہے۔ حضور کے یہ رؤیا، کشوف اور الہامات ہمیشہ ہی احباب جماعت کے لئے ایمان کی تازگی اور قلب و روح کی بالیدگی کا باعث بنتے رہے ہیں۔ یہ بابرکت کلمات اللہ تعالیٰ کے نور کی وہ خوشبو رکھتے ہیں جن سے ہر احمدی کا سینہ اللہ کی محبت سے مہک اٹھتا ہے۔ ان کا یکجائی مطالعہ روحانی لذت کی ایک ناقابل بیان کیفیت رکھتا ہے۔ یہ روحانی مائدہ احباب جماعت کی خدمات میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

ہمارا خدا

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو سب سے پہلا کشف 13-14 سال کی عمر میں ہوا تھا۔ جب آپ کے دل میں خدا تعالیٰ کے بارے میں سوالات پیدا ہوئے تو آپ نے اپنا رخ خدا کی طرف ہی کیا کبھی بیت میں جا کر گھنٹوں عبادت میں مشغول رہتے اور کبھی اپنے کمرے میں ہی ساری ساری رات عبادت میں گزار دیتے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

"میں خدا کے حضور دعا کرتا اور کہتا کہ اے خدا اگر تو موجود ہے تو مجھے تیری تلاش ہے تو مجھے بتا کہ تو ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں بھٹک جاؤں، کیا مجھ پر اس گمراہی کی ذمہ داری تو نہیں ہوگی؟ اور پھر سوچتا کہ شاید ہو بھی۔ پھر میں دعا کرتا کہ اے خدا یہ ذمہ داری مجھ پر تو عائد نہیں ہونی چاہئے۔"

پھر ایک سہ پہر حضور ایسے روحانی تجربے سے گزرے اس سلسلہ میں آپ فرماتے ہیں۔

"یہ خواب اور بیداری کے درمیان ایک قسم کی ایک غنودگی کی سی کیفیت تھی۔ میں نے دیکھا کہ ساری زمین سکڑ کر ایک گیند کی شکل اختیار کر گئی ہے۔ جس پر دور دور تک کسی جاندار مخلوق کے کوئی آثار نظر نہیں آتے۔ نہ زندگی کی چہل پہل ہے نہ ہی شہر ہیں نہ آبادیاں۔ غرضیکہ کچھ بھی تو نہیں۔ بس زمین ہی زمین ہے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ اچانک زمین کا ذرہ ذرہ کانپنے لگا ہے اور ایک زناٹے سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے ہمارا خدا۔ ہمارا خدا۔ ایک ایک ذرہ اپنے وجود کی علت غائی کا باآواز بلند اعلان کر رہا تھا۔

ساری کائنات ایک عجیب قسم کی روشنی سے بھر گئی۔ ایک ایک ذرے اور ایک ایک ایٹم نے ایک سر اور تال کے ساتھ پھیلنا اور سکڑنا شروع کیا میں نے محسوس کیا کہ ان کے ہمراہ میں بھی یہ الفاظ دوہرا رہا ہوں اور کہہ رہا ہوں ہمارا خدا، ہمارا خدا۔"

(مرد خدا ص 82-83)

تباہ کن اور دردناک

1974ء میں پاکستان میں احمدیوں کے خلاف فسادات پھوٹ پڑے بلکہ باقاعدہ منصوبے سے یہ فسادات کروائے گئے جس میں احمدیوں کا جانی و مالی نقصان ہوا پھر ستمبر 74ء میں مسٹر بھٹو نے قومی اسمبلی سے احمدیوں کو غیر مسلم قرار دلوایا۔ تو بعض تنقید کرنے والوں کا کہنا تھا کہ اگر مرزا طاہر احمد صاحب بھٹو اور اس کی پارٹی کی مدد نہ کرتے تو صورت حال مختلف ہوتی۔ آپ فرماتے ہیں۔

"اگرچہ تنقید کرنے والے تعداد میں تو کوئی زیادہ نہ تھے پھر بھی ان کا کہنا یہ تھا کہ اگر میں بھٹو کی مدد نہ کرتا اور ہمیں اس کو ووٹ دینے اور دلانے پر آمادہ نہ کرتا تو صورت حال مختلف ہوتی۔

امر واقعہ یہ ہے کہ میں نے ملک و قوم کی خدمت میں جو کردار بھی ادا کیا اس پر مجھے کبھی افسوس نہیں ہوا نہ ہی مجھے اب افسوس ہے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ متبادل راستے اس سے کہیں زیادہ پر خطر اور ہولناک تھے بایں ہمہ احمدیوں پر جو مظالم ڈھائے جا رہے تھے ان پر میرا دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ میں نے اپنے رب کے حضور التجا کی کہ

اے میرے رب میری بریت فرما

میں نے یہ دعا بھی کی کہ وہ ظالموں کو ان کے ظلم کی سزا دے۔ کتنی ہی راتیں میں نے شدید کرب کی حالت میں جاگ جاگ کر کاٹی ہیں۔

ایک رات اچانک میری آنکھ کھل گئی اور میں بلا ارادہ اچھل کر بستر سے باہر آ رہا۔ میں کسی طاقت کی ایسی گرفت میں تھا جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا یہ تجربہ اس روحانی تجربے سے ملتا جلتا تھا جس میں میں ایام طفولیت میں گزر چکا تھا۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے مجھے پہلے پہل اپنے الہام سے نوازا تھا۔

اب بھی ایسی ہی کیفیت مجھ پر طاری تھی۔ میں شدت جذبات سے مغلوب ہو کر باآواز بلند یہ الفاظ بار بار دوہرا رہا تھا۔

ادھلی وامر۔ ادھلی وامر

اور زیادہ تباہ کن اور زیادہ دردناک

یوں لگتا تھا جیسے میرا وجود کسی اور طاقت کے قبضہ قدرت میں ہو اور مجھے اپنے آپ پر کنٹرول نہ رہا ہو...... میں نے محسوس کیا کہ میں یہ الفاظ دوہرانے کے ساتھ ساتھ کانپ بھی رہا ہوں۔ پھر میں شعوری حالت کی طرف منتقل کیا گیا اور وہ الفاظ جنہیں میں دوہرا رہا تھا۔ سمجھ میں آنے لگے اور یہ بات بھی کہ میں یہ الفاظ دوہرا کیوں رہا ہوں۔ مجھے بحیثیت مجموعی ان الفاظ کے معانی کا تو علم تھا لیکن ان کا سیاق و سباق مستحضر نہ تھا۔ جونہی ربودگی کی یہ کیفیت ختم ہوئی میں اٹھا ان الفاظ کا مقام تلاش کرنا شروع کر دیا۔ کہ دیکھوں تو سہی کہ کس موقع اور محل پر قرآن کریم میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں وہ دن اور آج کا دن میں نے مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا کہ وہ جس طرح چاہے اپنی تقدیر کے رخ سے پردہ اٹھائے۔

(مرد خدا ص 176-177)

بھٹو کی پھانسی

مسٹر بھٹو کو پھانسی کی سزا سنائے دو سال بیت چکے تھے۔ یہ کسی کے وہم گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس سزا پر عمل درآمد بھی ہوگا۔ 4- اپریل 1979ء کی صبح ہونے کو تھی۔ باہر ابھی تاریکی چھائی تھی کہ حضور انور کی اچانک آنکھ کھل گئی آپ فرماتے ہیں۔

"مجھے شدت سے احساس ہوا اور میخ کی طرح یہ احساس میرے سینے میں گڑ گیا جیسے کوئی حادثہ ہو گیا ہو۔ میں بیداری کے عالم میں بستر پر لیٹا ہوا تھا یہاں تک کہ میرے بستر سے اٹھنے اور تہجد اور فجر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ میں عموماً صبح کے وقت ریڈیو پر خبریں سننے کا عادی نہیں ہوں۔ لیکن خلاف معمول آج کے دن میں نے ریڈیو کا بٹن دبایا پہلی ہی خبر جو میں نے سنی وہ یہ تھی کہ مسٹر بھٹو کو پھانسی دے دی گئی۔ (مرد خدا ص 179-180)

افغانستان پر روسی قبضہ

حضور بیان فرماتے ہیں۔

"مجھے اپنی ایک پرانی رؤیا یاد آ گئی جس کا آج کے حالات سے تعلق ہے مجھے یاد نہیں کہ میں نے پہلے آپ کے سامنے بیان کی تھی یا نہیں لیکن وہ ہے دلچسپ اور اب جو اس کی تعبیر ظاہر ہوئی ہے وہ بالکل واضح ہے۔ جن دنوں میں ایران کا انقلاب آ رہا تھا۔ ابھی شروع ہوا تھا۔ 1977ء کی بات ہے۔

میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میں ایک جگہ نظارہ کر رہا ہوں لیکن سب کچھ دیکھنے کے باوجود گویا میں اس کا حصہ نہیں ہوں موجود بھی ہوں دیکھ بھی رہا ہوں لیکن بطور نظارے کے مجھے یہ چیز دکھائی جا رہی ہے ایک بڑے وسیع گول دائرے میں نوجوان کھڑے ہیں اور وہ باری باری عربی میں بہت ترنم کے ساتھ ایک فقرہ کہتے ہیں اور پھر انگریزی میں گانے کے انداز میں اس کا ترجمہ بھی اسی طرح ترنم کے ساتھ پڑھتے ہیں اور باری باری اس طرح منظر ادلتا بدلتا ہے پہلے عربی پھر انگریزی پھر عربی پھر انگریزی اور وہ فقرہ جو اس وقت لگتا ہے جیسے قرآن کریم کی آیت......

"کوئی نہیں جانتا سوائے اس کے کوئی نہیں جانتا سوائے اس کے" اور یہ جو مضمون ہے یہ اس طرح مجھ پر کھلتا ہے کہ نظارے دکھائے جا رہے ہیں میں نے جیسا کہ کہا ہے میں وہاں ہوں بھی اور نہیں بھی۔ ایک پہلو سے سامنے یہ نوجوان گا رہے ہیں اور پھر میری نظر پڑتی ہے اس کی طرف شام مجھے یاد ہے عراق یاد ہے اور پھر ایران کی طرف پھر افغانستان، پاکستان مختلف ملک باری باری سامنے آتے ہیں اور مضمون دماغ میں آتا ہے کہ یہاں جو کچھ ہو رہا ہے جو عجیب واقعات رونما ہو رہے ہیں جو انقلابات آ رہے ہیں ان کا آخری مقصد سوائے خدا کے کسی کو پتہ نہیں۔ ہم ان کو اتفاقی تاریخی واقعات کے طور پر دیکھ رہے ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ اتفاقاً رونما ہونے والے واقعات ہیں مگر رؤیا میں جب وہ مل کر یہ گاتے ہیں تو اس سے یہ تاثر زیادہ قوی ہوتا چلا جاتا ہے کہ یہ اتفاقاً الگ الگ ہونے والے واقعات نہیں بلکہ واقعات کی ایک زنجیر ہے جو تقدیر بنا رہی ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں۔ مگر ہمیں کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ کیا ہو رہا ہے...... اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا جس کا ہاتھ یہ تقدیر بنا رہا ہے۔ تو وہ رؤیا تھی جو چوہدری انور حسین صاحب ان دنوں تشریف لائے ان کو بھی میں نے سنائی۔ بعض اور دوستوں کو بھی..... کہ یہ کچھ عجیب سی بات ہے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بڑے بڑے واقعات ان واقعات کے پس پردہ رونما ہونے والے ہیں ان کے پیچھے پیچھے آئیں گے۔ ہم جو سیاسی اندازے کر رہے ہیں یہ کچھ اور ہیں جو خدا کے اصل مقاصد ہیں وہ کچھ اور ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ افغانستان کے ساتھ روس کی بیان شدہ پالیسی کا گہرا تعلق ہے کچھ سبق انہوں نے وہاں سیکھے ہیں کچھ اور سیاسی باتیں ان تجربوں میں ظاہر

ہوئی ہیں کہ جن کے نتیجہ میں یہ بعد کے عظیم انقلابات پیدا ہونے شروع ہوئے۔

پس یہ جتنے بھی واقعات آج کی دنیا میں رونما ہو رہے ہیں دنیا کا ایک مورخ دنیا کا ایک سیاستدان ان کو اور نظر سے دیکھتا ہے اور اور فہم سے سمجھتا ہے مومن ان سے اور پیغام لیتا ہے اور ان پیغاموں کی روشنی میں اپنے آپ کو مستعد کرتا ہے اور اپنے آپ کو تیار کرتا ہے پس خدا کی انگلی جو اشارے کر رہی ہے وہ اب واضح تر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

(الفضل 20 دسمبر 1989ء)

ساری زندگی کو بابرکت کرنے کی خوشخبری

ایک موقع پر بالکل بے حیثیت اور بے حقیقت ہو کر میں نے اپنے رب سے عرض کیا۔ اے خدا میرے بس میں تو کچھ نہیں ہے۔ میرا ذہن قطعاً خالی پڑا ہے۔ تو نے جماعت کے لئے جو توقعات پیدا کر دی ہیں وہ میں نے تو پیدا نہیں کیں۔

جماعت احمدیہ کے امام کو دنیا ایک خاص نظر سے دیکھنے آتی ہے اور ایک توقع کے ساتھ اس کا جائزہ لیتی ہے۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں تو اس پر پورا نہیں اتر سکتا۔ اس لئے اے خدا! تو ہی میری مدد فرما۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اتنی غیر معمولی مدد فرمائی کہ مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ میں خود نہیں بول رہا کوئی اور طاقت بول رہی ہے میرے ذہن میں از خود مضمون آتے چلے جا رہے تھے۔

پھر اس کے بعد میرے دل میں ایک خوف پیدا ہوا کہ اگر اللہ کی تائید ایک لمحہ کے لئے بھی مجھے چھوڑ دے تو جس مقام پر اس نے فائز فرما دیا اور دنیا کی توقعات بلند کر دیں اس مقام سے تو میں ایسا گروں گا کہ لوگوں کو کچھ سمجھ ہی نہیں آئے گی کہ یہ کون شخص ہے جو اب سامنے آیا ہے' اس سے پہلے تو کوئی اور وجود تھا۔ چنانچہ بڑی گھبراہٹ اور پریشانی میں میں نے دعا کی اے خدا! تو وہ نہ بن کہ رحمت کا جلوہ دکھا کر پیچھے ہٹ جائے تو نے فضل فرمایا ہے تو پھر ساتھ رہ اور ساتھ ہی رہ اور کبھی نہ چھوڑ۔

اسی رات میں نے ایک خواب دیکھی اور اس سے مجھے یہ یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے اس سارے سفر کو کامیاب کرے گا اور مجھے کبھی تنہا نہیں چھوڑے گا۔ یعنی جماعت کو کبھی تنہا نہیں چھوڑے گا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ (بیت) بشارت سپین کے صحن میں میرے بھائی صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب آ کر مجھے گلے لگا لیتے ہیں اور پھر چھوڑتے ہی نہیں۔ میں حیران کھڑا ہوں مجھے اس وقت کچھ سمجھ نہیں آتی کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ انسان سمجھتا ہے کہ اب ملاقات کافی لمبی ہو گئی ہے۔ اب بس کریں۔ لیکن وہ چمٹ جاتے ہیں اور چھوڑتے ہی نہیں۔ اسی حالت میں خواب ختم ہو گئی۔

صبح اٹھ کر مجھے یاد آیا کہ میں نے تو یہ دعا کی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ صرف اس سفر کو بابرکت کرے گا بلکہ باقی ساری زندگی کو بھی بابرکت کرے گا۔ دنیا کو جماعت سے جو توقعات ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم ان کو پورا کریں گے۔ یہ "ہم" کا صیغہ میں اس لئے استعمال کر رہا ہوں کہ وہاں ایک شخص مرزا طاہر احمد مراد نہیں تھا۔ میری دعائیں نہ اپنی ذات کے لئے تھیں نہ ایک وجود کے لئے تھیں۔ میری دعائیں تو اس جماعت کے لئے تھیں جو حضرت مسیح موعود (۔) کی غلامی میں آج اللہ کی صفات کا مظہر بنی ہوئی ہے۔ اس جماعت سے جو توقعات ہیں وہی اس کے خلیفہ سے ہوتی ہیں اس سے الگ توقعات تو نہیں ہوا کرتیں۔ پس میں اس خوشخبری کو ساری جماعت کے لئے سمجھتا ہوں۔

(الفضل 8۔ مارچ 1983ء ص 2)

تین مبشر رؤیا

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 17۔ فروری 1984ء کے خطبہ جمعہ میں اپنے تین رؤیا بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

پرسوں رات اللہ تعالیٰ نے اوپر تلے تین مبشر رؤیا دکھائے جو جماعت کے حق میں بہت ہی مبشر اور مبارک ہیں۔ مختصر نظارے تھے لیکن یکے بعد دیگرے ایک ہی رات میں یہ تین نظارے دیکھے اور اس مضمون کو زیادہ قوت دینے کے لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جماعت کے لئے خوشخبری ہے ایک عجیب واقعہ ہوا کہ میرے ساتھ کے کمرے میں عزیزم لقمان احمد سوتے ہیں۔ وہ جب صبح نماز کے لئے اٹھے تو ان کے دل میں اللہ تعالیٰ نے بڑے زور سے القاء کیا کہ آج رات اللہ تعالیٰ نے مجھے کچھ خوشخبری دی ہے تو ان کے دل میں یہ ڈالا گیا کہ میں پوچھوں کہ رات کیا بات ہوئی ہے۔ جو خدا تعالیٰ نے خاص طور پر خوشخبری عطا فرمائی ہے۔ پس بیک وقت یہ دونوں باتیں مزید اس بات کو یقین میں بدل دیتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ جماعت کے ساتھ کامل نصرت اور حفاظت کا معاملہ فرمائے گا۔

(1) میں نے پہلی رؤیا میں یہ دیکھا کہ ایک برآمدہ میں ایک مجلس لگی ہوئی ہے جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کے ساتھ دوسرے احمدی احباب کرسیوں میں بیٹھے آپ کی باتیں سن رہے ہیں میں بھی اس مجلس میں جاتا ہوں تو خواب میں مجھے کوئی تعجب نہیں ہوتا بلکہ یہ علم ہے کہ اس وقت میں خلیفۃ المسیح ہوں اور یہ بھی علم ہے کہ آپ بیٹھے ہوئے ہیں اور اس بات میں آپس میں کوئی ٹکراؤ نہیں ہے۔ یعنی ذہن میں یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ آپ فوت شدہ ہیں اس نظارے سے طبیعت میں کسی قسم کا تردد نہیں پیدا ہوتا۔ چنانچہ جب آپ کی مجھ پر نظر پڑتی ہے تو ساتھ والی کرسی پر بیٹھے ہوئے شخص جس کا چہرہ میں پہچانتا نہیں اور ان کے ساتھ اور بھی بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ لیکن میں ان کے نام نہیں جانتا۔ لیکن جو آپ کے قریب آدمی بیٹھا ہوا ہے۔ اس کو اشارہ سے فرماتے ہیں کرسی خالی کرو اور مجھے پاس بٹھا کر مصافحہ کرتے ہیں اور میرے ہاتھ کو اسی طرح بوسہ دیتے ہیں جس طرح کوئی خلیفہ وقت کے ہاتھ کو بوسہ دیتا ہے اور مجھے اس سے شرمندگی ہوتی ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں کہ میں جانتا ہوں کہ تم خلیفۃ المسیح ہو۔ لیکن طبیعت میں سخت شرم محسوس ہوتی ہے اور انکسار پیدا ہوتا ہے میں فوراً آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیتا ہوں تو آپ یہ بتانے کے لئے کہ میرا بوسہ باقی رہے گا۔ تمہارے بوسے سے یہ (Cancel) منسوخ نہیں ہوتا۔ دوبارہ میرے ہاتھ کو کھینچ کر پھر بوسہ دیتے ہیں اور پھر میں محسوس کرتا ہوں کہ اب تو اگر میں نے یہ سلسلہ شروع کر دیا تو ختم نہیں ہو گا۔ اس لئے اس بحث کا کوئی فائدہ نہیں۔ چنانچہ میں اصرار بند کر دیتا ہوں۔ اس کے بعد مجھے فرماتے ہیں کہ اب تو تم خلافت کا پوری طرح چارج لے لو۔ اب مجھے رخصت کرو یعنی میری ساتھ رہنے کی اب ضرورت کیا ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ اس میں ایک حکمت ہے اور وہ یہ ہے کہ خلافت کوئی شریکا نہیں۔ دنیا کی کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس میں کسی قسم کا حسد یا مقابلہ ہو بلکہ یہ ایک نعمت ہے اور انعام ہے میں دنیا کو بتانا چاہتا ہوں کہ صاحبِ انعام لوگوں میں آپس میں محبت ہوتی ہے اور پیار کا تعلق ہوتا ہے اور کسی قسم کا حسد یا مقابلہ نہیں ہوتا۔ تو یہ مفہوم میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں تو یہ نظارہ ختم ہو جاتا ہے۔

ہاں ایک اور بات بھی آپ نے مجھے خواب میں کہی جو مبارک ہے۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ میں نے ایک بات کہی ہے اور وہ انشاء اللہ تعالیٰ جماعت کے حق میں اچھی ہو گی اس کے بعد یہ نظارہ ختم ہو گیا تو کچھ دیر کے بعد اسی رات خواب میں صرف یہ چھوٹا سا نظارہ دیکھا کہ

2- حضرت نواب امتہ الحفیظ بیگم جو حضرت مسیح موعود (۔) کی صاحبزادی اور ہماری پھوپھی ہیں وہ میرے گھر میں داخل ہو رہی ہیں اور اس کے سوا اور کوئی نظارہ نہیں ہے صرف میں ان کو گھر میں داخل ہوتے دیکھتا ہوں اور خواب ختم ہو جاتی ہے۔

3- تیسری خواب یہ دیکھی کہ ایک میز چنی ہوئی ہے اور اس پر ہم کھانا کھا رہے ہیں اور میری دائیں جانب حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم بیٹھی ہوئی ہیں اور بڑے خاص پیار اور محبت کے ساتھ کھانے میں شریک ہیں۔ پس یہ تینوں خوابیں جو اوپر تلے نظر آئیں۔ اللہ تعالیٰ خاص نصرت بھی عطا فرمائے گا۔ اور اگر کچھ حالات مخدوش ہوئے تو خدا خود ہماری حفاظت بھی فرمائے گا۔ اور ہمیں کسی غیر کی حفاظت کی ضرورت نہیں اور پھر انجام میں خدا تعالیٰ ایک دعوت دکھاتا ہے اور نواب مبارکہ بیگم جن کے متعلق الہاماً خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ "مینوں کوئی نہیں کہہ سکدا ایسی آئی جنیں ایہہ مصیبت پائی" یہ الہام حضرت مسیح موعود (۔) کو پنجابی میں حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم کے متعلق ہوا تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ نام بھی مبارک ہے اور ان کی معیت بھی مبارک ہے اور کبھی یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ یہ آئیں اور کوئی مصیبت ساتھ باقی رہے ان کے آنے سے مصیبتیں ٹل تو جائیں گی اکٹھی نہیں رہ سکتیں۔

پس معنوی لحاظ سے بھی اور الہامات کی روشنی میں بھی یہ خوابیں اور پھر جس ترتیب میں آئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت ہی مبارک ہیں۔ مجھے نظر آ رہا ہے کہ خدا تعالیٰ جلد جلد انشاء اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے ساتھ جماعت کو غیر معمولی تائیدی نشان دکھائے گا۔

حمید الرحمان بن جانا

حضور نے 20 دسمبر 1985ء کو خطبہ جمعہ میں درج ذیل رؤیا بیان فرمائی۔

جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی رات کو تہجد کی نماز میں میرے ساتھ ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جو بعض پہلوؤں سے حیرت انگیز ہے۔ تہجد کی نماز شروع ہوتے ہی مجھے یوں محسوس ہوا کہ (محسوس تو نہیں کہنا چاہئے) بلکہ ایک رنگ میں گویا ڈاکٹر حمید الرحمان بن گیا ہوں۔ ڈاکٹر حمید الرحمان صاحب جن کا میں اس وقت ذکر کر رہا ہوں وہ تو ایک Symbol (علامت) کے طور پر آئے تھے مگر میں پہلے ان کا تعارف کروا دوں۔

ڈاکٹر حمید الرحمان صاحب ہمارے نہایت مخلص اور فدائی احمدی ہیں۔ خلیل الرحمان صاحب جو صوبہ سرحد سے تعلق رکھتے تھے ان کے صاحبزادہ ہیں اور امریکہ میں ڈاکٹر ہیں اور ڈاکٹر پروفیسر عبد السلام صاحب کے داماد ہیں اور بہت نیک اور پاک طینت رکھتے ہیں۔ سلسلہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور قربانیوں میں پیش پیش رہتے ہیں۔ بڑے سادہ اور منکسر المزاج ہیں چنانچہ یہ واقعہ کچھ اس طرح رونما ہوا کہ

تہجد کی نماز شروع ہوتے ہی وہ نماز گویا میں نہیں پڑھ رہا تھا بلکہ میں اور ڈاکٹر حمید الرحمان ایک وجود بن کر پڑھ رہے تھے اور ہمارے درمیان کوئی تفریق نہیں تھی۔ یہ واقعہ آناً فاناً نہیں ہوا۔ کہ آیا اور گزر گیا بلکہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ تہجد کے دوران جب میں سلام پھیرتا تھا تو یہ تصور غائب ہو جاتا تھا۔ کہ کس وقت یہ واقعہ شروع ہوا تھا تو (بغیر شعور کے پتہ نہیں لگتا تھا کہ کس وقت یہ واقعہ شروع ہوا ہے) اچانک میں اور ڈاکٹر حمید الرحمان صاحب ایک وجود بن کر نماز پڑھ رہے ہوتے تھے۔ اچانک (میرا وجود) جو خدا کو مخاطب کر رہا تھا وہ حمید الرحمان تھا اور جیسے روح حلول کر جاتی ہے۔ اسی طرح میرے اندر حمید الرحمان کی روح گویا حلول کر گئی اور مجھے اس پر تعجب نہیں ہوا۔ یعنی نماز کے دوران بالکل احساس نہیں ہوا۔ کہ کوئی عجیب واقعہ گزر رہا ہے بلکہ نارمل طریقے پر جس طرح ڈاکٹر حمید الرحمان نماز کے وقت کھڑے ہوتے ہوں گے اور اپنے متعلق سوچتے ہوں گے کہ میں حمید الرحمان ہوں۔ بالکل وہی کیفیت تھی میری لیکن ساتھ یہ بھی احساس تھا کہ میں بھی ہوں اور اس عجیب امتزاج پر کوئی تعجب نہیں تھا۔ اور جب نوافل کے درمیان وقفہ پڑتا تھا تو اس وقت اس طرف دماغ بھی نہیں جاتا تھا۔ یعنی اس وقت بھی احساس نہیں ہوا کہ یہ کیا ہو رہا ہے یہاں تک کہ قریباً ایک گھنٹے تک مسلسل یہی کیفیت رہی اور

جب یہ کیفیت دور ہو گئی تو پھر اچانک مجھے خیال آیا کہ میرے ساتھ یہ واقعہ گزرا ہے۔

چنانچہ اس واقعہ پر جب میں نے غور کیا تو مجھے یہ تفہیم ہوئی کہ ایک تو جس وجود کو خدا تعالیٰ نے اس خوشخبری کے لئے چنا ہے اس میں اس کے لئے بھی بہرحال ایک بہت بڑی خوشخبری بھی ہے دوسرے اس میں جماعت کے لئے ایک عظیم الشان خوشخبری بھی ہے اور نجات کی راہ بھی دکھائی گئی ہے۔ خلیفہ وقت کے وجود میں دراصل ساری جماعت دکھائی جاتی ہے۔ اور خوشخبری یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کوششوں کو قبول فرمایا ہے جو میں نے نمازوں کی اہمیت کو احمدیوں کے ذہن نشین کروانے کے لئے بار بار کی ہیں۔

(ضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ ربوہ جنوری 1986ء ص 7)

قدیر کے ایک نئے معنیٰ

حضور نے 10 جنوری 1986ء کو خطبہ جمعہ میں لفظ قدیر کے معنیٰ کے ضمن میں ایک نئے مضمون کا تفصیل سے ذکر فرمایا جو گزشتہ خطبہ جمعہ کے دوران کشفاً اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا اور پھر تفصیل سے سمجھایا گیا اس کشف کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

گزشتہ خطبہ میں میں نے قدرہٗ کے ایک معنی علمہ بیان کئے تھے۔ یعنی اس نے سکھایا جبکہ دراصل میرے نوٹس میں یہ معنے لکھے ہوئے موجود نہیں تھے تردد کے باوجود گزشتہ خطبہ کے دوران میں نے دوبارہ نوٹس دیکھے تو وہاں صاف طور پر علمہ لکھا تھا چنانچہ میں نے یہی پڑھا اور ان معنوں کو بیان کیا۔ لیکن پوری تسلی نہیں ہوئی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اس نے تفصیل سے یہ معنی سمجھائے جو بہت حیرت انگیز اور وسیع ہیں اور قرآن کریم سے قطعی طور پر ثابت ہیں۔

(ضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ ربوہ جنوری 1986ء ص 3)

عالمی نصرت کی بشارت

حضور نے ٹلفورڈ میں عید الفطر کا خطبہ دیتے ہوئے 9 جون 1986ء کو اپنے ایک تازہ رؤیا کا ذکر فرمایا جو آج صبح ہی عید کے تحفہ کے طور پر عطا ہوا تھا جس میں حضور کی حضرت اماں جان سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے بڑے پیار اور فرشتوں کی سی مسکراہٹ کے ساتھ ایک شعر پڑھا (جو حضور نے فرمایا کہ مجھے اس وقت یاد نہیں رہ سکا) جس کا مفہوم یہ تھا کہ شمع کو اپنے پروانے کی تلاش تھی۔ لیکن شمع خود ہی اپنے پروانے کے پاس آگئی ہے۔

حضور نے فرمایا اس رؤیا میں بہت ہی عظیم الشان خوشخبری ہے اہل پاکستان کے لئے بھی اور ساری دنیا کی جماعتوں کے لئے بھی اور یہ پیغام ہے ان کے نام بھی جو جماعت کی ترقی کے قدم جکڑنا چاہتے ہیں کہ تم ایک ملک میں جماعت کی ترقی کو روکنے کے لئے ساری جدوجہد کر رہے ہو مگر خدا سارے جہان میں اپنی نصرتیں لے کر آئے گا اور تمام جہان میں اس جماعت کو غلبہ نصیب ہوگا۔ یہ خوشخبری تھی جو عید کے لئے عطا ہوئی۔ اور جماعت کی امانت تھی جو میں جماعت کے سپرد کرتا ہوں۔

(ضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ ربوہ جون 1986ء ص 5)

اسیرانِ راہِ مولا کی رہائی

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب مجھے یہ اطلاع ملی کہ ضیاء الحق نے موت کی سزا صرف ایک شخص کے لئے نہیں رہنے دی بلکہ زیادہ معصوموں پر اس سزا کو پھیلا دیا ہے تو انہیں دنوں میں بہت بے قراری سے دعاؤں کا موقعہ ملا اور میں نے ایک رؤیا میں دیکھا کہ

الیاس منیر کھلی فضا میں ایک چارپائی پر میرے پاس بیٹھا ہوا ہے۔

اسی وقت میں نے سب کو بتا دیا اور بارہا خطوں کے ذریعہ بھی تسلی دی کہ دنیا ادھر سے ادھر ہو سکتی ہے مگر الیاس منیر کی گردن میں پھانسی کا پھندا نہیں پڑے گا اور میں سمجھتا ہوں اس ایک کے سایہ میں یہ سارے بھی اللہ کے فضل سے شامل تھے وہ ان کا سردار تھا۔ وہ جماعت کا نمائندہ تھا اور خدا کے نزدیک اس کے وقف کی وجہ سے اس کا ایک مرتبہ تھا اور ہے۔ پس جو بات میں اس وقت نہیں سمجھ سکا تھا وہ بعد میں حالات نے روشن کی وہ یہ تھی کہ محض ایک الیاس کی خوشخبری نہیں تھی بلکہ ان سب معصوموں کی رہائی کی خوشخبری اس ایک خوشخبری میں شامل تھی۔

(الفضل انٹرنیشنل 12۔ اگست 1994ء)

خدا سے تعلق بڑھاؤ

حضور ایدہ اللہ بیان فرماتے ہیں۔ آج رات میری توجہ ایک رؤیا کے ذریعے مبذول کروائی گئی اس رؤیا میں خدا تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ جماعت احمدیہ کو دراصل خدا تعالیٰ کے حضور دعائیں کرنا چاہئے بہت دعائیں کرنا چاہئے اور نتیجے کے لحاظ سے اپنی دعاؤں پر ہی توکل کرنا چاہئے۔ اس کا پس منظر یہ ہو کہ کل مجھے بعض ایسی اطلاعیں ملیں جن کے نتیجے میں معلوم ہوا تھا کہ ہماری دنیا کی بعض جماعتوں نے حکومت پاکستان پر اخلاقی دباؤ ڈالنے کے لئے غیر معمولی کارروائیاں کی ہیں۔

پس خدا تعالیٰ نے مجھے رؤیا میں یہ سمجھایا کہ یہ دنیا کی کارروائیاں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں تم دعاؤں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق قائم رکھو اور اسے بڑھاؤ اور اسے مضبوط کرو تو خدا تعالیٰ یقیناً اپنے فضل اور رحم کے ساتھ تمہارے حالات کو تبدیل فرما دے گا۔ اور بے انتہا رحمتیں نازل فرمائے گا۔

رؤیا میں میں نے حضرت بانی سلسلہ کا وہ کلام ایک خاص انداز سے پڑھا جس میں حضرت بانی سلسلہ یہ خوشخبری دیتے ہیں کہ کون وہ بدبخت ہوگا جو خدا کے در پر مانگنے جائے اور پھر واپس لوٹے اور یہ کلام اگرچہ اکثر ہمارے سامنے پڑھا جاتا ہے لیکن اس کلام کے بعض ایسے مصرعے جو رؤیا میں مجھے یاد رہے اور میں بار بار پڑھتا رہا۔ بیداری کی حالت میں یاد نہیں رہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص پیغام تھا۔ ان مصرعوں میں سے ایک مصرعہ خصوصیت کے ساتھ جو بار بار زباں پہ جاری ہوا اور دل پر نقش ہو گیا۔ اس کا مضمون یہ تھا کہ خدا تعالیٰ اپنی قدرت نمائی پر قادر ہے جب وہ چاہے گا۔ حیرت انگیز قدرت کے کرشمے دکھائے گا۔ اس لئے دعاؤں کے ذریعے اس پر توکل کرتے ہوئے اس کی رحمت کے قدموں سے چمٹے رہو اور امید رکھو کہ وہ اپنے فضل کے ساتھ حیرت انگیز قدرت کے نشان دکھائے گا۔ اور پھر ایک مصرعہ جو خاص طور پر میں نے بار بار پڑھا اور دو چار مصرعوں کے بعد پھر وہ مصرعہ زبان پر آ جاتا رہا وہ یہ تھا کہ

؎ ہوا مجھ پر وہ ظاہر میرا ہادی

اور ساتھ پھر وہ دوسرا مصرعہ بھی اس شعر کا کہ

فسبحان الذی اخزی الاعادی

لیکن سبحان الذی اخزی الاعادی والا مصرعہ ہر دفعہ نہیں پڑھا لیکن یہ مصرعہ جو ہے۔

ہوا مجھ پر وہ ظاہر میرا ہادی

یہ تو اس کثرت کے ساتھ میں رات اپنی رؤیا میں گنگناتا رہا ہوں اور بار بار پڑھتا جا رہا ہوں کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بار بار دوسرے مصرعوں سے میری توجہ اس طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ اس کی تعبیر میں نے یہ کی ہے کہ حضرت بانی سلسلہ کو خدا نے مہدی بنایا ہے اور خدا کا ہادی کے طور پر آپ پر ظاہر ہونا یہ بتاتا ہے یہ بڑی عظیم خوشخبری اپنے اندر رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے دنیا کی ہدایت کے عظیم الشان سلسلہ پیدا کرنے والا ہے۔

بچھڑی کی قربانی

اس کے ساتھ ہی میں نے ایک بچھڑی کو ذبح کرنے سے متعلق بھی نظارہ دیکھا اور اسی حالت میں جب میں یہ شعر پڑھ رہا ہوں ایک آدمی ایک اچھی خوبصورت بچھڑی لے کر آتا ہے یا بچھڑا ہے لیکن ذہن میں زیادہ بچھڑی کا تصور ہے جو بہت خوبصورت بے داغ صاف ستھری بچھڑی ہے اور اس کو ذبح کرنے کے لئے میری توجہ کو اپنی طرف نہیں کھینچا گیا بلکہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ مجھے اپنے حال میں مصروف رہنے دیا گیا ہے مگر ساتھ ہی جس طرح تبرک کا چھری لگا دی جاتی ہے جسم کے ساتھ اور پھر ذبح کیا جاتا ہے جانور کو۔ اس طرح جو شخص بھی اس گائے کی بچھڑی کو لے کر ذبح کرنے کے لئے لے جا رہا ہے وہ پاس سے گزرتا ہے اور چھری کو میرے بدن کے ساتھ مس کرتا ہے۔ اور پھر آگے جا کر (میرے ذہن میں یہ ہے کہ) اس نے اب اس گائے کو ذبح کرنا ہے لیکن وہ کسی انذاری رنگ میں محسوس نہیں ہوتا بلکہ خوشی کے اظہار کے طور پر (یہ مضمون میرے ذہن میں آتا ہے کہ) وہ گائے ذبح کی جائے گی۔ یعنی خوشی کے اظہار کے طور پر نہ کہ صدقے کے رنگ میں۔ لیکن چھری مس کرنا جو ہے یہ عموماً صدقے کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ اس میں دونوں پہلو موجود ہوں ہو سکتا ہے بعض فتنے ابھی کروٹیں بدل رہے ہوں اپنی ابتدائی حالت میں اور ظاہر ہونے کے لئے تیاری کر رہے ہیں۔ اس پہلو سے اس رؤیا کے ذریعہ خدا تعالیٰ کا یہ توجہ دلانا بھی مقصود مطلب ہو کہ صدقات بھی دو۔ دعائیں بھی کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ رکھو۔

میں نے ربوہ یہ پیغام تو بھجوا دیا ہے کہ میری طرف سے ایک گائے ذبح کی جائے لیکن چونکہ یہ ایک جماعتی خوشخبری معلوم ہوتی ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ ہر ملک میں جہاں جہاں جماعتیں موجود ہیں وہاں گائے کی قربانی بھی دی جائے۔ اور صرف اسی پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ گائے کی قربانی میں توحید کا مضمون ہے قرآن کریم میں جہاں گائے کی قربانی کا ذکر ملتا ہے وہاں دراصل اس قسم کی بچھڑی کا ذکر ملتا ہے۔

(روزنامہ الفضل 5۔ نومبر 1989ء)

نئی منزلوں کی فتح

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں۔ ایک رؤیا میں میں نے دیکھا کہ جیسے سیاحوں کی بس ہوتی ہے۔ ویسی ہی کسی بس میں میں اور میرے کچھ ساتھی سفر کرتے ہوئے ایک دریا کو عبور کرنے والے ہیں۔ اب یہ جو بس کی حالت کا سفر ہے یہ مجھے یاد نہیں لیکن یوں معلوم ہے جیسے وہ بس پل کے پاس آکر نیچے اس کے دامن میں رک گئی ہے اور کوئی وجہ ہے کہ وہ بس خود آگے نہیں بڑھ سکتی۔ تو جیسے ایسے موقع پر مسافر اتر کر چہل قدمی شروع کر دیتے ہیں اس طرح اس بس میں سے میں اترا ہوں اور کچھ اور بھی مسافر اترے ہیں لیکن میرے ذہن میں اس وقت اور کوئی نہیں آرہا۔ مگر یہ یاد ہے اچھی طرح کہ مبارک مصلح الدین صاحب جو ہمارے واقف زندگی تحریک جدید کے کارکن ہیں وہ ساتھ ہیں اور جیسے انتظار میں اور کوئی شغل نہ ہو تو انسان کہتا ہے کہ چلیں اب نہا ہی لیتے ہیں۔ میں اور وہ ہم دونوں دریا میں چھلانگ لگا دیتے ہیں۔ میرے ذہن میں اس وقت یہ خیال ہے کہ ہم تھوڑا سا تیر کے واپس آجائیں گے لیکن مبارک مصلح الدین مجھ سے تھوڑے سے دور دو ہاتھ آگے ہیں اور وہ مجھے کہتے ہیں کہ چلیں اب اسی طرح ہی دریا پار کرتے ہیں تو میرے ذہن میں یہ خیال ہے کہ دریا تو بھرپور بہہ رہا ہے جیسے دریائے سندھ طغیانی کے وقت بہا کرتا ہے اگرچہ کناروں سے چھلکا نہیں لیکن لبالب ہے اور بہت ہی بھرپور اور قوت کے ساتھ بہہ رہا ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ پتہ نہیں ہم یہ کر بھی سکیں گے کہ نہیں تو مبارک مصلح الدین کہتے ہیں کہ نہیں ہم کر سکتے ہیں اور میں کہتا ہوں کہ ٹھیک ہے پھر چلتے ہیں۔ لیکن مجھے حیرت ہوتی ہے کہ اگرچہ میں کوئی ایسا تیراک نہیں مگر اس وقت تیراکی کی غیر معمولی طاقت پیدا ہوتی ہے اور چند ہاتھوں میں بڑے بڑے فاصلے طے ہونے لگتے ہیں یہاں تک کہ جب میں مڑ کے دیکھتا ہوں تو وہ پچھلا کنارہ بہت دور رہ جاتا ہے اور پھر دو چار ہاتھ لگانے سے ہی وہ باقی دریا بھی عبور ہو جاتا ہے اور دوسری طرف ہم کنارے لگتے ہیں اور تعجب کی بات یہ ہے کہ اگرچہ مبارک مصلح الدین مجھے رؤیا میں اپنے آگے دکھائی دیتے ہیں مگر جب کنارے لگتا ہوں تو پہلے میں لگتا ہوں پھر

وہ لگتے ہیں اور اس طرح ہم دوسری طرف پہنچ جاتے ہیں اور پھر یہ جائزہ لے رہے ہیں کہ کس طرح یہاں سے باہر نکل کر دوسری طرف کنارے سے باہر کی عام دنیا میں ابھریں۔

یہ رؤیا یہاں ختم ہو گئی اور چونکہ یہ ایک ایسی رؤیا تھی جو عام طور پر دستور کے مطابق انسان کے ذہن میں آتی نہیں اس لئے رؤیا ختم ہونے کے بعد میرے ذہن پر یہ بڑا بھاری اثر تھا کہ یہ ایک واضح پیغام ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کسی نئی منزل کو فتح کرنے کی خوشخبری دے رہا ہے اور اگرچہ ایک حصہ اس کا ابھی تک مجھ پر واضح نہیں ہوا۔ کہ وہ ساتھی جو ہیں ان کو ہم کیوں پیچھے چھوڑ گئے ہیں اور ہم دو کیوں آگے نکل جاتے ہیں لیکن بہرحال ذہن پہ یہ تاثر ضرور ہے کہ اس میں کوئی انذار نہیں تھا بلکہ خوشخبری تھی کہ دریا کی موجوں نے اگرچہ بس کو روک دیا ہے لیکن ہمارے سفر کی راہ میں وہ حائل نہیں ہو سکیں۔ تو اللہ تعالیٰ اس رؤیا کو بھی جہاں تک میرا تاثر ہے اور یقین ہے کہ مبشر ہے توقع سے بڑھ کر مبشر بنائے اور جماعت کے حق میں اس کی اچھی تعبیر ظاہر فرمائے۔

(روزنامہ الفضل 15 فروری 1990ء ص 4)

حضرت ملک سیف الرحمان صاحب کا وصال

حضور نے فرمایا۔ ایک اور رؤیا میں جس میں انذار کا پہلو بھی تھا اور خوشخبری کا رنگ بھی رکھتی تھی۔ وہ اگرچہ میں اپنے بعض دوستوں کے سامنے بیان کر چکا ہوں لیکن جماعت کے سامنے غالباً ابھی تک پیش نہیں کی۔ جب حضرت ملک سیف الرحمان صاحب کا وصال ہوا۔ تو جس دن اس کی اطلاع ملی۔ اس سے پہلی رات میں نے رؤیا دیکھی۔ کہ اقبال کی ایک مشہور غزل کے دو اشعار میں پڑھ رہا ہوں اور خاص اس میں درد کی کیفیت ہے اور اقبال کی یہ وہ غزل ہے جو بچپن میں کالج کے زمانے میں مجھے بہت پسند تھی۔ لیکن چونکہ مدت سے پڑھی نہیں اس لئے خواب میں کوشش کر کر کے یاد کر کے وہ شعر پڑھتا ہوں اور پھر آخر یاد آجاتے ہیں اور وہ رواں ہو جاتے ہیں اور وہ شعر یہ تھے کہ ۔

تھا جنہیں ذوق تماشا وہ تو رخصت ہو گئے
لے کے اب تو وعدۂ دیدار عام آیا تو کیا
آخر شب دید کے قابل تھی بسمل کی تڑپ
صبح دم کوئی اگر بالائے بام آیا تو کیا

تو بہت ہی دردناک اشعار ہیں اور جب آنکھ کھلی تو میرے دل پر بہت ہی اس بات کا گہرا اثر تھا۔ اور غم کی کیفیت تھی کہ معلوم ہوتا ہے کہ سلسلے کے کوئی ایسے بزرگ جن کا خدا کے نزدیک ایک مرتبہ ہے رخصت ہونے والے ہیں جو انتظار کی راہ دیکھتے دیکھتے میرے جانے سے پہلے وصال پا جائیں گے۔ دوسرے دن صبح جب ملک سیف الرحمان صاحب کے وصال کی اطلاع ملی تو اس وقت لاہور کے دوست چوہدری حمید نصر اللہ صاحب اور ان کے ساتھ ایک دو اور وکلاء بھی تھے۔ یہ ملنے کے لئے آئے ہوئے تھے ان سے میں نے بیان کی۔ بعد میں میں نے کہا کہ میں نیک فال کے طور پر یعنی اگرچہ لفظ نیک فال کا اطلاق پوری طرح تو نہیں ہوتا مگر ان معنوں میں نیک فال کے طور پر کہ گویا انذار ٹل چکا ہے اور جو ہونا تھا ہو چکا ہے اس خواب کے مضمون کو ملک سیف الرحمان صاحب کے وصال پر لگا رہا ہوں۔ اگرچہ وہ اس عرصے میں ملتے بھی رہے ہیں۔ لیکن جس رتبے کے انسان تھے خواب میں جیسا کہ میرے ذہن پر اثر تھا کہ اس مرتبے کا کوئی انسان رخصت ہونے والا ہے یہ ان پر صادق آتا ہے اور دوسرا خیال یہ تھا کہ ملک صاحب کو خواہش تو بہرحال یہی ہو گی کہ میں بھی ربوہ جاؤں اور پھر ربوہ میں واپسی ہو اور اس تقریب میں شمولیت ہو تو اس خیال سے اگر اس پر اطلاق ہو جائے تو کوئی بعید از قیاس بات نہیں۔

آپ کو میں یہ رؤیا بتاتے ہوئے اس دعا کی تحریک کرتا ہوں کہ اللہ کرے کہ یہ انذار کا پہلو یہاں تک ہی ٹل جائے اور جو دوسرا پہلو ہے واپسی کا اس کے آثار جلد جلد ظاہر ہوں اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے ساتھ ایسی حالت میں لے کے جائے کہ کم سے کم تکلیف کی خبریں ملیں۔ اب کے بعد خدا کرے یعنی میں تو دعا کے رنگ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ بظاہر ہر چیز ناممکن بھی ہو تو دعا کے ذریعے ممکن بن سکتی ہے یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ اب کے بعد واپسی تک کوئی فوت نہ ہو۔ وفات کا جو سلسلہ ہے وہ تو جاری رہے گا۔ لیکن دعا کرتے وقت یہ کہنے میں کیا حرج ہے کہ کوئی بھی نہ ہو۔ اس لحاظ سے میں آپ کو کہہ رہا ہوں کہ دعا کریں کہ کم سے کم لوگ اگر فوت ہونا کسی کا مقدر بھی ہے تو کم سے کم لوگ اس عرصے میں وفات پائیں اور کم سے کم لوگوں کے متعلق پھر یہ دردناک مضمون صادق آئے کہ

تھا جنہیں ذوق تماشا وہ تو رخصت ہو گئے
لے کے اب تو وعدۂ دیدار عام آیا تو کیا

(الفضل 15۔ فروری 1990ء)

ایک غزل کا پس منظر

حضور نے غزل آپ کے لئے کا پس منظر کا بیان کرتے ہوئے رؤیا کا ذکر کیا کہ "رؤیا جو پچھلے دنوں دیکھی جس کے نتیجہ میں میں نے ایک غزل کہی غزل تو جماعت تک پہنچ چکی ہے۔ لیکن اس کا پس منظر نہیں پہنچا۔ اس لئے میں وہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں۔ پچھلے دنوں ہم نے سوچا کہ دسمبر میں چونکہ ربوہ میں جلسہ نہیں ہو سکتا اس لئے کثرت کے ساتھ جماعتوں میں جلسے کئے جائیں اور اللہ کے فضل کے ساتھ جو رپورٹیں مل رہی ہیں بہت ہی بھرپور جلسے سارے پاکستان میں ہوئے ہیں۔ اور دوستوں کے بڑے اطمینان کے خط مل رہے ہیں کہ بڑی مدت کے بعد دل کی یہ خلش دور ہوئی اور جو اس جلسے میں لطف آیا ہے اگرچہ یہ سالانہ جلسہ نہیں تھا اور وہ ربوہ والی کیفیت نہیں تھی مگر چھوٹے پیمانے پر ہونے کے باوجود بہت ہی زیادہ ایمان افروز اور تسکین بخش تھا۔ چونکہ میں عموماً جلسے کے موقع پر کوئی نظم پیش کیا کرتا ہوں۔ میں نے ایک غزل بھجوائی تھی جس کا عنوان تھا "غزل آپ کے لئے" وہ عام دستور سے کچھ ہٹی ہوئی ہے اور شاید سننے والوں نے تعجب بھی کیا ہو مجھے یہ کیا سوجھی اس طرز پر غزل کہنے کی اور کیا مقصد ہے تو چونکہ ایک خواب کے نتیجے میں یہ کہی گئی تھی اس لئے وہ خواب آپ کو بتاتا ہوں۔

میں نے رؤیا میں دیکھا کہ کوئی عزیز ہے وہ میرے لئے ایک مصرعہ پڑھتا ہے اور وہ مصرعہ خواب میں بالکل موزوں ہے یعنی باقاعدہ باوزن مصرعہ ہے لیکن اٹھنے کے بعد پورا یاد نہیں رہا۔ لیکن آخری حصہ اس کا یاد رہا جس کے مطابق پھر یہ غزل کہی گئی۔ مضمون اس کا یہ تھا کہ لوگ آجکل کے زمانے میں ابتلاء کے زمانے میں ایسے ایسے شعر لکھ کر آپ کو بھجواتے رہتے ہیں نظمیں کہتے رہتے ہیں تو اجازت ہو تو میں بھی کہوں اک غزل آپ کے لئے"۔

"غزل آپ کے لئے" کے لفظ بعینہٖ وہی ہیں جو رؤیا میں دیکھے گئے تھے اور یہ کہوں میں یا کیا الفاظ تھے۔ اس کی تفصیل یاد نہیں رہی۔ چنانچہ اس "آپ کے لئے" کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو میں نے غزل کہی اس کے پہلے چند اشعار اور آخری دراصل نعتیہ ہیں۔ وہ میں نے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کو مخاطب کر کے کہے ہیں اور بیچ کے چند اشعار دوسرے مضامین کے بھی ہیں۔ لیکن یہ میں سمجھا دینا چاہتا ہوں کہ وہ میں اپنے متعلق نہیں کہہ رہا۔

میں نے خود اپنے متعلق تو وہ غزل نہیں کہنی تھی۔ اگرچہ کسی اور کے خیال سے بعض دفعہ انسان اپنے متعلق بھی ایک آدھ شعر کہہ لیتا ہے کسی کی زبان میں کہ گویا تم یہ چاہتے ہو کہ مجھے یہ پیغام دو۔ ایسے بھی ایک دو شعر اس میں ہیں لیکن دراصل اس کے اکثر شعر نعتیہ ہیں پہلے چند اور آخری خصوصیت کے ساتھ۔ تو یہ اس کا پس منظر ہے جو امید ہے معلوم ہونے کے بعد اس غزل کی طرز بھی سمجھ آجائے گی کہ کیا طرز ہے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 15۔ فروری 1990ء ص 5)

فرنچ سپیکنگ ممالک میں جماعت کی ترقی

حضور نے فرمایا ڈاکار سینیگال کے دارالحکومت کا نام ہے۔ کسی وقت اس ملک کا نام مالی تھا۔ مالی اور سینیگال کی متحدہ حکومت بے حد امیر تھی۔ پھر مالی الگ ہو گیا تو اس کی اہمیت کچھ نہ رہی۔ متحدہ ممالک کی صورت میں ٹمبکٹو ان کا دارالحکومت تھا اب سینیگال بہت اہمیت کا ملک ہے۔

حضور نے جلسہ سالانہ 96ء پر فرمایا۔ ایک رات ساری رات مسلسل میرے منہ پر ڈاکار ڈاکار کا لفظ جاری ہوا۔ یہ ایک حیرت انگیز بات تھی۔ صبح اٹھ کر پتہ کروایا تو پتہ چلا کہ ڈاکار سینیگال کے دارالحکومت کا نام ہے چنانچہ ڈاکار کی طرف توجہ دی گئی۔ اس وقت وہاں پر احمدیوں کی تعداد صرف 5 ہزار 230 تھی اس کے بعد تین سالوں میں سینیگال میں تین لاکھ گیارہ ہزار احمدیوں کا اضافہ ہوا۔ اس وقت اس جلسہ میں 5 احمدی ارکان پارلیمنٹ بھی موجود ہیں جن میں ایک ڈپٹی سپیکر ہیں۔ حضور نے ڈپٹی سپیکر صاحب کو بلایا جنہوں نے فرانسیسی زبان میں تقریر کی اور کہا کہ گزشتہ سال سینیگال میں صرف چار ممبران پارلیمنٹ احمدی تھے آج خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے 28 ممبران پارلیمنٹ احمدی ہیں جن کے پاس اعلیٰ عہدے بھی ہیں۔ اسمبلی میں سیکرٹریز ہیں آٹھ ممبران پارلیمنٹ کے اسمبلی بار میں دفاتر ہیں۔ ڈپٹی سپیکر نے اظہار فرمایا ہماری خواہش ہے کہ حضور ہمارے پاس تشریف لادیں اور سینیگال احمدی ہو جائے گا۔

حضور نے فرمایا۔ خدا تعالیٰ جو خبریں عطا کرتا ہے ان کو پورا کرنے کے شواہد بھی خود مہیا فرما دیتا ہے۔ تین سال قبل فرانسیسی بولنے والے افریقی ممالک میں احمدیت پھیلنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مجھے رؤیا کے ذریعہ خبر دی تھی۔ اس رؤیا سے پہلے چار سالوں میں ان علاقوں میں صرف 53 ہزار 476 افراد احمدی ہوئے تھے۔ اس رؤیا کے اگلے سال (1994ء میں) یہ تعداد بڑھ کر ایک لاکھ 62 ہزار 227 ہو گئی اور پھر اس سے اگلے سال (1995ء میں) تعداد مزید بڑھ کر تین لاکھ 88 ہزار 933 ہو گئی۔ اور اب سال 1996ء میں اس تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے اور اس سال فرانسیسی بولنے والے ممالک میں احمدی ہونے والوں کی تعداد سات لاکھ 35 ہزار 38 افراد ہے گویا اس رؤیا کے بعد سے اب تک 13 لاکھ چار ہزار 198 بیعتیں فرانسیسی زبان بولنے والے علاقوں (جن کو فرینکو فون کہا جاتا ہے) میں ہو چکی ہیں۔

(الفضل انٹرنیشنل 23۔ اگست 1996ء ص 2)

1998ء کے جلسہ سالانہ پر حضور نے فرمایا۔ پانچ سال قبل میں نے اپنی ایک رؤیا کا ذکر کیا تھا۔ جس میں ذکر تھا کہ فرنچ بولنے والے علاقوں میں کثرت سے احمدیت پھیلے گی۔ چنانچہ 1993ء کے بعد سے ان علاقوں میں 70 لاکھ 50 ہزار 511 افراد احمدی ہو چکے ہیں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۱۔ اگست 1998ء ص 4)

علوم کا دروازہ کھلنے کی رؤیا

حضور ایدہ اللہ نے 24 فروری 1995ء کو فرمایا۔

دس تاریخ کا جو جمعہ تھا اس میں میں نے جماعت سے یہ ذکر کیا تھا کہ رسول اکرم ﷺ کی نصیحت کے مطابق میں بھی ہمیشہ طالب علم رہوں گا اور علم سیکھنے کے لئے میرے لئے کوئی عار نہیں ہے۔ آخری سانس تک علم سیکھنے کو اپنے لئے باعث افتخار سمجھوں گا۔ اور علم سکھانے میں بھی جو خدا توفیق دے گا کوشاں رہوں گا۔ اور ساری جماعت کو نصیحت کی تھی کہ آپ بھی ایسا کریں اور اس ضمن میں انسان انسان سے علم سیکھتا ہی ہے یہ تو رواج جاری ہے۔ میں بھی سیکھتا ہوں اس میں کسی قسم کے گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ یہ اعزاز ہے کوئی تذلیل نہیں ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی ذکر کیا تھا کہ لیکن اس کے علاوہ بھی ایک مضمون ہے وہ علوم جو خدا آسمان سے دل پر اتارتا ہے وہ آپ لوگوں سے سیکھے ہوئے نہیں

ہیں۔ وہ اللہ دل پر نازل فرماتا ہے اور اس کی بے شمار مثالیں میرے ذہن میں ہیں کہ ایک خطبے کے لئے کھڑا ہوں بالکل خالی الذہن تھا' بالکل' اور اللہ تعالیٰ نے مضمون یوں شروع کر دیا جیسے بارش ہو رہی ہو یا بعض جگہ جا کے کسی مضمون پر اٹکا ہوں تو اچانک جیسے چابی سے کوئی دروازہ کھول دیتا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ نے وہ مضامین نازل فرمائے بسا اوقات رؤیا کے ذریعے خدا تعالیٰ بڑے بڑے دلچسپ اور لطیف مضامین کھولتا ہے جس کو پھر میں آگے چلا دیتا ہوں۔ تو یہ جو میں نے ذکر کیا تھا۔ اس کی دیکھیں کیسی عجیب غیبی تائید ہوئی کہ دو دن بعد اتوار اور پیر کی درمیانی رات کو میں نے تہجد کے لئے اٹھنے سے پہلے ' صرف بمشکل ایک منٹ ' کی رؤیا دیکھی ہے اور وہ رؤیا علوم کا ایک دروازہ کھولنے والی رؤیا تھی۔ آناً فاناً بہت سے علوم روشن کئے گئے جو پہلے اس سے جہاں تک میں نے جائزہ لیا ہے بیان نہیں ہوئے اور اس تعلق میں بیان نہیں ہوئے جس تعلق میں اللہ تعالیٰ نے مجھے سمجھائے۔ اور رؤیا ایسی ہے جو عام حالات میں میرے تصور میں بھی نہیں آسکتی کہ اس رؤیا کا کوئی دینی علوم سے اس طرح تعلق ہو گا میں ایسی بات سوچتا ہوں جو خواب میں آگئی بڑی واضح کھلے پیغام پر مشتمل Crisp جس کو کہتے ہیں نا بڑی چمکتی ہوئی رؤیا تھی تو اول سے آخر تک مضامین سے بھری ہوئی تھی اور جب ختم ہوئی ہے تو ایک عجیب لطف پیچھے چھوڑ گئی جو ایک نشے کا عالم تھا اور اس لطف کے دوران پھر وہ مضامین کھلتے رہے رؤیا ختم ہونے کے باوجود وہ مضامین جاری ہیں۔

(الفضل انٹرنیشنل 28 جون 1996ء)

اسماء الٰہی کے متعلق نادر نکتہ

حضور نے 3 مارچ 1995ء کے خطبہ جمعہ میں یہ رؤیا بیان فرمائی۔

دس تاریخ کو میں نے یہ بات کی اور پیر کی رات کو یعنی دو دن بعد رات کے آخری حصہ میں تہجد سے پہلے صرف ایک منٹ کی ایک چھوٹی سی رؤیا دیکھی اور رؤیا میں دیکھتے دیکھتے مجھے یہ محسوس ہوا کہ یہ میں کیا کر رہا ہوں اور کیا ہو رہا ہے اپنے اختیار میں بات نہیں تھی... بات چھوٹی سی تھی۔ دلچسپ تھی مگر مجھے اس وقت رؤیا کے دوران یہ احساس ہوا کہ یہ معاملہ تو جاری رہنے والا معاملہ ہے رؤیا کے ساتھ ختم ہونے والی بات نہیں۔ چنانچہ جب میں اٹھا ہوں تو وہی سوچ جاری رہی رؤیا ختم ہو چکی تھی اور کئی دن تک اس نے میرے ذہن پر قبضہ کئے رکھا۔ میں نے کہا تھا کہ عید کے بعد کسی خطبے میں بیان کروں گا۔

لیکن چند دن پہلے میری بڑی بیٹی نے بڑی منت سے کہا کہ آپ کو پتہ نہیں کہ کتنی ہمارے دل میں بے چینی پیدا ہو گئی ہے کہ ہم پتہ تو کریں کیا ہے۔ یا بتانا نہیں تھا یا بتایا ہے تو جلدی بتائیں ورنہ یہ جو ہر وقت کہ پتہ نہیں کیا بات تھی اور انہوں نے کہا یہ صرف میری سوچ نہیں بلکہ جو مجھے ملتی ہیں۔ خواتین کہتی ہیں اپنے ابا سے سفارش کرو کہ

جلدی بتائیں تو اب میں آپ کو بتاتا ہوں وہ کیا بات ہے۔

وہ اسمائے الٰہی سے متعلق ایک ایسا نکتہ خدا نے ہاتھ میں تھمایا جس سے خدا تعالیٰ کے فضل سے اسماء الٰہی پر حقیقت میں غور کرنے کا ایک لامتناہی رستہ کھل جاتا ہے اور اس عجیب انداز سے ہے کہ انسان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ کسی انسان کی ذاتی سوچ سے اس بات کا تعلق ہو۔ دفتر میں بیٹھا ہوا ہوں ملاقات کا وقت ہے اور ایک احمدی دوست ایک غیر احمدی شاعر کو اپنے ساتھ لاتے ہیں اور کہتے ہیں انہوں نے ایک سوال کرنا ہے تو میں کہتا ہوں ہاں کریں سوال۔ تو وہ یہ سوال کرتے ہیں کہ میں ایک قدامت پسند شاعر ہوں اور ترقی پسند شعراء مجھے ہر وقت کہتے ہیں کہ تم بھی ترقی پسند بن جاؤ۔ ہماری طرح کے خیالات پیش کرو اور قدامت پسندی ٹھیک نہیں ہے تو آپ میری راہنمائی کریں کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ کیا میں قدامت پسند رہوں یا ترقی پسند بن جاؤں۔ تو ان کا یہ سوال سننے کے بعد میں نے ان سے کہا دیکھیں مجھے تو آپ کا سوال ہی درست نظر نہیں آرہا۔ میرے نزدیک تو کوئی تفریق قدامت پسندی اور ترقی پسندی کی شاعری میں ہو ہی نہیں سکتی۔ وجہ یہ ہے کہ شعر حسن کے گرد گھومتا ہے۔ جس طرح پروانہ شمع کے گرد گھومتا ہے اگر حسن سے شعر کا تعلق نہ ہو تو وہ شعر نہیں ہے اور حسن خدا کے اسماء سے پھوٹتا ہے اور اسماء الٰہی کا جو حسن ہے اس میں زمانہ نہیں پایا جاتا ہے۔ اس لئے قدامت پسندی اور ترقی پسندی کی کوئی تفریق زمانے کے لحاظ سے بیچ میں داخل کی ہی نہیں جا سکتی۔

یہ جب میں بیان کرتا ہوں تو ان کی آنکھیں جیسے محبت سے پگھلتی ہیں اس طرح ان کی آنکھوں میں ایک عجیب سرور سا پیدا ہو جاتا ہے تو یہ لگتا ہے کہ میں نے پوچھی تو چھوٹی سی بات تھی آپ نے تو بڑی بات بتا دی اور ہمہ تن گوش' اگلا حصہ سننا چاہتے ہیں کہ میں مزید اس مضمون کو کھولوں تو رؤیا ختم ہو گئی اور زیادہ سے زیادہ ایک منٹ یا اس سے بھی کم کے عرصہ میں یہ گفتگو ہوئی اور جب میں اٹھا تو ذہنی لحاظ سے وہ رؤیا جاری رہی۔ اس رؤیا کا دائرہ تو ختم تھا لیکن سوچیں جو چلا گئی تھی وہ مسلسل جاری رہیں اور اس پر میں نے غور کیا تو میں اس بات پر حیران رہ گیا کہ اسماء الٰہی کی

بحث میں کبھی کسی مفسر نے اس پہلو سے بات نہیں چھیڑی کہ خدا کے اسماء پر وہ تعریف صادق آتی ہے۔ جو صَرف میں عام طور پر ملتی ہے کہ اسم میں زمانہ نہیں پایا جاتا ہے اور اگر اسم میں زمانہ نہ پایا جائے تو ایک ازلی ابدی مضمون آنکھوں کے سامنے ظاہر ہوتا ہے اور بہت ہی گہرا مضمون ہے جس پر مسلسل زندگی کا غور جو ہے وہ بھی اس پر حاوی نہیں ہو سکتا۔

لیکن یہ سوچتے سوچتے مجھ پر یہ بات روشن ہوئی کہ صرفی تعریف تو بہت ہی ناقص ہے اور یہ تعریف کہلانے کی مستحق ہی نہیں ہے کیونکہ تعریف وہ ہوتی ہے جو جس کی تعریف کی جائے۔ جس مضمون کی یعنی اس کی حد بندی کی جائے اس کی ہر جنس کے ہر حصے پر حاوی ہو اور یہ تعریف خدا کے سوا کسی اور اسم پر آتی ہی نہیں۔ تو صرفی جن اسماء کی باتیں کرتے ہیں ان پر تو یہ تعریف صادق آ ہی نہیں سکتی۔ اور جس پر آتی ہے اس کے متعلق کبھی کسی مفسر نے نہیں لکھا کہ تعریف اس ذات پر صادق آتی ہیں۔ اس ضمن میں جب میں نے اور غور کیا تو بہت سی باتیں ایسی سامنے آئیں جن میں سے چند میں آج آپ کے سامنے کھولتا ہوں۔

(الفضل انٹرنیشنل 14۔ اپریل 1995ء ص 6)

جماعت احمدیہ کی عالمی تائید کی خوشخبری

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رات رؤیا میں ایک خوشخبری دی اور وہ خوشخبری میں چاہتا ہوں جماعت کو آج بتا دوں کیونکہ دراصل جماعت کی ہی خوشخبری ہے۔

میں نے دیکھا کہ کثرت کے ساتھ صرف پاکستان میں نہیں بلکہ دنیا میں دوسری جگہوں پر بھی لوگوں میں جماعت کی نصرت کی توجہ پیدا ہو رہی ہے اور جس طرح طوفان میں موج در موج لہریں اٹھتی ہیں اس طرح لکھو کھہا آدمی جن کا جماعت سے تعلق نہیں ہے وہ جماعت کی امداد کے لئے دوڑے چلے آ رہے ہیں یہ نظارہ مسلسل اس طرح رؤیا میں دکھائی دیتا رہا۔ اور بعض دفعہ بعض ملکوں کی بھی نشاندہی ہوئی اور اس وقت مجھے تعجب بھی ہوا کہ بظاہر تو ان کے ساتھ ان باتوں کا کوئی تعلق نہیں مثلاً امریکہ کے مغرب سے بھی جو سان فرانسسکو اور لاس انجلیز وغیرہ کا علاقہ ہے مغربی ساحل' کیلفورنیا سٹیٹ ہے جو زیادہ تر مغرب میں شمالاً جنوباً چلتی ہے۔ اس طرف سے بھی لاکھوں آدمی جماعت کی مدد کے لئے دوڑے آ رہے ہیں اور باہر کی دنیا سے بھی مشرق میں بھی یہی نظر آ رہا ہے اور پاکستان میں بھی یہ لہریں اٹھ رہی ہیں۔ اس نظارے کے بعد جو بالعموم تموج کی شکل میں تھا یعنی انسان دکھائی نہیں دے رہے تھے لیکن یوں معلوم ہوتا تھا کہ موج در موج مخلوق خدا جماعت کی مدد کے لئے متوجہ ہو رہی ہے بلکہ ایک دفعہ تو یوں لگا کہ جیسے میں کہوں کہ بس کافی ہو گئی۔ بس کرو۔ اتنی ضرورت نہیں لیکن لہریں پھر اٹھتی ہوئی دوبارہ ساحل سے ٹکرا کر جس طرح چھلک کر باہر آ پڑتی ہیں۔ اس طرح میں نے ان کو دیکھا تو بیک وقت یہ احساس ہونے کے باوجود کہ یہ انسانی مدد ہے نظارہ وہ موجوں کا سا رہا۔

رؤیا سے آنکھ کھلی تو اس وقت حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا یہ الہام تعبیر کے طور پر میری زبان پر جاری تھا کہ .... تیری نصرت خدا کے ایسے مرد میدان بندے کریں گے جن کو اللہ تعالیٰ خود وحی کے ذریعے اس بات پر آمادہ فرمائے گا۔ تو میں امید رکھتا ہوں کہ اس نئی صدی کے پہلے سال میں اس رؤیا کا دکھایا جانا محض کسی عارضی مفاد سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ یہ آئندہ زمانے میں جماعت کی نصرت کا خیال قوموں میں لہر در لہر موج در موج اٹھے گا اور مختلف ملکوں میں خدا تعالیٰ غیروں کے دل میں بھی جماعت کی تائید میں اٹھ کھڑے ہونے کے لئے ایک حرکت پیدا کرے گا۔ ایک توجہ پیدا فرمائے گا۔ اور کثرت کے ساتھ ...... جماعت کو ایسے انصار ملیں گے جو جماعت سے نہ بھی تعلق رکھتے ہوں تو اللہ تعالیٰ کی وحی کے تابع یعنی وحی بعض دفعہ خفی بھی ہوتی ہے۔ ضروری نہیں کہ الہام کی شکل میں لفظوں میں وہ ظاہر ہو مگر خدا تعالیٰ کی طرف سے چلنے والی تحریکات کی روشنی میں ان کے دل جماعت کی مدد کے لئے متوجہ ہوں گے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 15۔ فروری 1997ء ص 3)

شادی کے سلسلہ میں رؤیا

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں۔

قادیان میں 46-1945ء کی بات ہے کہ جب میں نے ان (سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ) کے ساتھ شادی کا پیغام دینے کا فیصلہ کیا۔ حضرت مصلح موعود کی عادت تھی کہ بیٹوں سے بھی پوچھا کرتے تھے اور بیٹیوں سے بھی پوچھا کرتے تھے۔ اپنی مرضی نہیں ٹھونستے تھے لیکن اگر کوئی غلط فیصلہ ہو تو اسے سمجھا دیا کرتے تھے کہ یہ مناسب نہیں ہے اس طرح ایک بہت ہی اعلیٰ پاکیزہ افہام و تفہیم کے ماحول میں سب کے رشتے طے کے گئے تو میں نے جب ان سے شادی کا فیصلہ کرنا تھا تو اس سے پہلے استخارہ کیا اور رؤیا کی حالت میں یعنی جاگتے ہوئے نہیں بلکہ نیند کی حالت میں الہام ہوا اور اس کے الفاظ یہ تھے کہ

"تیرے کام کے ساتھ اس کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا"

اس وقت مجھے بڑا تعجب ہوا کہ میرے کون سے کام ہیں؟ وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا تھا۔ کہ آئندہ خدا تعالیٰ مجھ سے کیا کام لے گا۔ لیکن اس میں یہ عجیب پیغام تھا کہ عملاً کاموں میں ان کو شرکت کی اتنی توفیق نہیں ملے گی۔ لیکن میرے تعلق کی وجہ سے خدا ان کو میرے کاموں میں شریک فرماوے گا۔ اور ان کو بھی اس کا ثواب پہنچتا رہے گا۔ اس ثواب میں یہ ہمیشہ بڑے صبر اور رضا کے ساتھ حصہ لیتی رہیں اور ان کے لئے مجھ سے جس حد تک تعاون ممکن تھا ہمیشہ کیا لیکن خاص طور پر قادیان کے اس سفر کا میرے دل پر بہت گہرا اثر تھا۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 15۔ اپریل 1992ء)

حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ کی بیماری

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ جب ایک دفعہ دعا کی تو ایک عجیب رؤیا دیکھی۔ جس کی وجہ سے مجھے تسلی ہوئی۔ لیکن بعد کے حالات سے پتہ چلا کہ اللہ کی خاص شان تھی ایک خاص رنگ میں اس نے تسلی کا اظہار فرمایا لیکن اس کے باوجود تقدیر بدلنے کا کوئی سوال نہیں تھا تقدیر اپنی جگہ قائم رہی۔ رؤیا میں میں نے دیکھا کہ ان کی والدہ آپا امتہ السلام ایک گھر میں کھڑی ہیں اور گھر کا نقشہ اس طرح ہے جس طرح بیت الحمد لمبائی میں ہے اور یہاں تقریباً 2-3 چوتھائی جگہ کے سامنے وہ یوں اس طرف منہ کر کے جدھر سے میں آ رہا ہوں کھڑی ہیں اور بائیں ہاتھ ایک نالی سے پار ایک کچن یعنی باورچی خانہ ہے جس میں کوئی کھڑا ہے اور کھانے پکے ہوئے ہیں اور آپ میرا انتظار کرتی ہیں۔ پھر مجھے دیکھ کر خوشی سے کہتی ہیں کہ وہ آ گیا ہے اور گھر کی حالت وہ یہ مجھے بتاتی ہیں کہ ساری نالیاں بند ہیں اور کھانا ساتھ تیار ہے لیکن اس طرف نہیں آ سکتا اور کوئی نہیں کھا رہا۔ اور کچن میں بالکل ٹھیک اسی طرح کھانا موجود ہے ساتھ یہ کہا کہ ایک دفعہ پہلے بھی اس طرح نالیاں بند ہوئی تھیں۔ جب یہ آیا تو اس نے کوئی چیز چلائی اور آسمان کی طرف اڑ کر کوئی چیز گری اور نالیاں کھل گئیں۔ اب پھر ایسا ہی ہو گا۔ کہ نالیاں کھل جائیں گی۔ تو اس پر صبح اٹھ کر مجھے یہ تعبیر سمجھ آئی کہ پہلے جب دل کی بیماری کا حملہ ہوا ہے تو اس وقت بھی معدہ کسی چیز کو قبول نہیں کرتا تھا۔ اور الٹ دیتا تھا۔ اور ہمیں وجہ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ ڈاکٹروں نے ہر قسم کی دوائیں دیں لیکن کارگر ثابت نہیں ہوتی تھیں۔ جب ہسپتال میں داخل کرائی گئیں تو پتہ لگا کہ دل کی نالیاں بند ہیں اور نالیاں بند ہونے کی وجہ سے یہ ساری تکلیف تھی۔ چنانچہ ڈاکٹروں نے وہ نالیاں کھولیں اور بعد میں اینجو پلاسٹی Angio Plasty بھی ہوئی۔ لیکن اس وقت تو وقتی طور پر سنبھال لیا اور پھر جب امریکہ لے کر گئے تو انہوں نے کہا کہ یہ نالیاں کھولنی پڑیں گی اور اس وقت تو مجھے یہ ذہن میں نہیں تھا لیکن جب یہ خواب آئی تو مجھے پہلی دفعہ سے مراد یہی نظر آئی۔

(روزنامہ الفضل 15۔ اپریل 1992ء ص 2)

حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ کے متعلق

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

آصفہ بیگم کے وصال سے تقریباً دو ہفتے پہلے تہجد کے وقت جب آنکھ کھلی تو ذہن میں الفاظ کے بغیر ہی بعض اشعار کا مضمون مترنم تھا۔ بحر معین تھی اور قافیہ و ردیف "دم اعجاز" "قدم اعجاز" وغیرہ کی تال پر تھے۔ صبح میں نے اس مضمون کو دو شعروں کے سانچے میں ڈھالا اور ہسپتال جا کر آصفہ بیگم کو یہ شعر سنائے تو انہیں بہت روحانی تسکین ملی اور نمناک آنکھوں میں جذبات تشکر جھلملانے لگے۔ میں نے انہیں کہا کہ یہ نظم مکمل ہو جائے گی تو آئندہ جلسہ پر خواتین کے اجلاس میں مونا بیٹی سے کہوں گا کہ ہماری موجودگی میں پڑھ کر سنائے۔ بعد ازاں ان کی زندگی میں یہ نظم مکمل کرنے کا وقت میسر آیا نہ دماغ۔ ہر روز مرض میں نئی پیچیدگیاں پیدا ہونے لگیں ہر شب کی دعائیں اس پیچیدگی کے قدم روک لیتیں۔ لیکن ایک فکر سے نجات ملتی تو ایک دوسری دامنگیر ہو جاتی۔ رفتہ رفتہ یہ تقدیر واضح نقش کے طور پر ابھر آئی کہ روزمرہ قبولیت دعا اور شفا کی یہ جھلکیاں محض دلداری اور نرم سلوک کا مظہر ہیں ورنہ تقدیر مبرم کو کوئی دعا ٹال نہیں سکتی۔ جب یہ رمز و کنایہ مجھ پر روشن ہو گیا تو ایک رات میں نے بارگاہ الٰہی میں اس مضمون کا رونا رویا۔ لیکن کامل طور پر حدود بندگی اور حد ادب کے اندر رہتے ہوئے میں نے عرض کیا کہ مجھے شبہ سا پڑ رہا ہے مگر قطعی طور پر صرف تو جانتا ہے کہ تو کیا مقدر فرما چکا ہے مجھے تو یہ بھی اعتماد نہیں کہ جو مانگوں وہ کہیں خیر کے پردے میں شر نہ نکلے۔ پس حضرت موسیٰؑ کے الفاظ میں میری التجا یہی ہے کہ (اے میرے رب اپنی بھلائی میں سے جو کچھ تو مجھ پر نازل کرے میں اس کا محتاج ہوں)

دوسرے روز جب میں نے بی بی کو اختصار کے ساتھ یہ روئیدا د سنائی تو رونے کی آواز تو نہ آئی مگر آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ ان کی وفات تک میں یہی سمجھتا رہا کہ اپنی بے چارگی کی حالت میں رو رہی تھیں مگر وفات کے بعد مجھے فائزہ اور امتہ القدوس نے بتایا کہ وہ اپنی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے رو رہی تھیں کہ میں ان کی تکلیف کو اتنا محسوس کر رہا ہوں۔ اور سخت کرب میں مبتلا ہوں۔

نظم کے جو پہلے دو شعر ان کی زندگی میں ہوئے تھے وہ صرف لفظی تبدیلیوں کے ساتھ اس طرح پوری نظم میں شامل ہیں۔ پہلے مصرعے میں بقا کی بجائے شفاء کا لفظ تھا۔ اور تھا کی بجائے ہے کا۔ گویا مصرعہ یوں تھا تری شفا کا سفر ہے قدم قدم اعجاز۔

تری بقا کا سفر تھا قدم قدم اعجاز
بدن سے سانس کا ہر رشتہ دم بدم اعجاز
ترا فنا کے افق سے پلٹ پلٹ آنا
دعا کے دوش پہ نبضوں کا زیر و بم اعجاز

(روزنامہ الفضل 29۔ اپریل 1992ء ص 1)

جنیوں سائیاں رکھے انوں نہ مارے کوئی

حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ کی بیماری کے سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا۔

"اس ضمن میں ایک چھوٹا سا دلچسپ واقعہ بھی سنا دوں اور اس سے انسان کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ بعض دفعہ ضروری نہیں کہ الہام ہو لیکن ایسے واقعات ہوتے ہیں. جو خدا کی طرف سے پیغام بن جاتے ہیں۔ اور انسان ان کو پیغام کے طور پر سمجھ لیتا ہے اور اس کی پہچان کے بھی واضح

نشانات ہوا کرتے ہیں۔ جس وقت ان کی بیماری نے شدت اختیار کی اور ڈاکٹر نے بالآخر ہمیں بتایا کہ دل کا شدید حملہ ہے اور (دل مکمل فیل ہو جانے کی حالت) Complete Heart Failure میں جا چکی ہیں اس وقت دعا کے بعد میں لیٹا تو میں نے ٹیلی ویژن خبروں کے لئے آن کیا لیکن عجیب بات ہے کہ اس چینل پر خبروں کی بجائے پنجابی کی ایک قوالی یہاں انگلستان میں آرہی تھی اور وہ قوالی یہ تھی (مجھے لفظ تو پورے یاد نہیں) کہ ؎

جینوں سائیاں رکھے انوں نہ مارے کوئی

جس کو سائیں نے رکھنے کا فیصلہ کیا اس کو مار کوئی نہیں سکتا اور قوالوں کی طرح وہ اس مصرعے پر اڑا ہوا تھا۔ یہی کہے جا رہا تھا۔ اچانک مجھے خیال آیا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ میری دعا کا جواب دے رہا ہے کہ یہ مریض وہ ہے جس کو مارنے کی پوری کوشش کی گئی۔ مگر خدا نے فیصلہ کیا ہوا ہے کہ نہیں مارنے دینا۔ اس لئے تم لوگ کچھ نہیں کر سکتے۔ جو مرضی کر لو خدا نے اس مریض کو نہیں مرنے دینا۔

اب یہ دل کا ایک تاثر ہو سکتا تھا لیکن اسی شام جب میں ہسپتال بیوی سے ملنے گیا تو انہوں نے یہ عجیب بات بتائی کہتے ہیں کہ اس ہسپتال میں تو نہ کوئی گانے نہ شور نہ ٹیلی ویژن۔ دل کی (انتہائی نگہداشت) Intensive Care ہے آواز بھی باہر سے نہیں آتی۔ جس وقت میرا ای سی جی ہو رہا تھا۔ اس وقت اچانک کہیں سے ایک ٹیلی ویژن یا ریڈیو آن ہوا ہوگا۔ تو یہ آواز بار بار پنجابی گانے کی آرہی تھی کہ ؎

”جینوں سائیاں رکھے انوں نہ مارے کوئی“

اب اس ہسپتال میں میں بار بار گیا ہوں۔ میں نے ایک دفعہ بھی نہ ریڈیو کی آواز سنی نہ ٹیلی ویژن کی آواز سنی اور (انتہائی نگہداشت (Intensive Care) میں ویسے بھی آوازیں نہیں پہنچا کرتیں لیکن خدا نے یہ بتانا تھا الہام کی ایک قسم ہے اللہ تعالیٰ دنیا کی آوازوں کے ذریعے جو کہ عام قانون جاری ہیں ایک پیغام پہنچا دیتا ہے اور اسے تقویت دینے کی خاطر ایسے رنگ میں اس کو دوہراتا ہے کہ انسان کے لئے شک کی گنجائش نہ رہے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 29۔نومبر1990ء ص6)

خدائی راہنمائی یا اتفاقات

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز دعا کی قبولیت کے سلسلہ میں فرماتے ہیں۔

قبولیت دعا کے سلسلے میں مجھے تو کسی قسم کی لفظی تصدیق کی ضرورت نہیں۔ جب دعا کرتا ہوں تو میرا دل فوراً گواہی دیتا ہے کہ یہ دعا قبول ہو گئی ہے.... مختلف کیفیات ہیں ہر تجربہ ایک الگ کیفیت کا حامل ہوتا ہے جب محسوس کرتا ہوں کہ میری دعا قبول ہو گئی ہے تو اس قبولیت کا عملی اظہار جس تفصیل سے ہوتا ہے۔ اسے محض اتفاق یا حادثہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ پورے وثوق سے یہ بات دل میں گڑ جاتی ہے کہ یہ احساس کسی خواہش پر نہیں بلکہ ایک ٹھوس سچائی اور حقیقت پر مبنی ہے۔

اسی طرح کبھی کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ دعا کرتے وقت اگرچہ الہاماً تو نہیں بتایا جاتا کہ میری دعا قبول ہو گئی لیکن قرآن کریم کی کوئی آیت اچانک میرے دل پر نازل ہو جاتی ہے جس کا بہت گہرا ربط اس مسئلہ سے ہوتا ہے جس کے حل کے لئے میں دعا کر رہا ہوں تو میں سمجھ لیتا ہوں کہ یہ ایک پیغام ہے اور اس امر کی علامت ہے کہ میری دعا قبول ہو گئی ہے۔

کچھ لوگ مجھے لکھتے ہیں کہ بقول ان کے دعا کرتے وقت انہیں بھی اس قسم کے پیغام کا تجربہ تو ہوا لیکن نتیجہ کچھ بھی نہیں نکلا۔ بات یہ ہے کہ میرا تجربہ ان سے بالکل مختلف ہے۔ میں جب دعا کرتا ہوں تو واقعات ایک ترتیب اور تسلسل سے نمودار ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ جنہیں کسی صورت میں بھی محض اتفاق نہیں قرار دیا جا سکتا۔ یہاں تک کہ کسی ملحد یا منکر کے لئے بھی انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ میں آپ کو ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں۔

یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب میں اپنی بیگم اور بچوں کے ہمراہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں سفر کر رہا تھا۔ مجھے اندیشہ تھا کہ ایک نووارد کی حیثیت سے بعض شہروں میں کہیں راستہ نہ بھول جاؤں اس امکان کے پیش نظر میں دعا میں لگ گیا۔ اچانک ذہن میں قرآن کریم کی ایک آیت کوند گئی۔ مجھے اطمینان ہو گیا کہ اب نہ تو راستہ بھولوں گا اور نہ ہی بھوک پیاس کی وجہ سے کسی قسم کی پریشانی لاحق ہوگی۔

آدھی رات کے بعد کوئی ڈیڑھ بجے کے قریب ہم شکاگو پہنچ گئے شکاگو ایک وسیع و عریض شہر ہے اور میلوں تک پھیلا ہوا ہے عین ممکن ہے کہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک اس کی لمبائی 96 میل سے قریب رہی ہو۔ ہو سکتا ہے یہ اندازہ درست نہ ہو۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ شہر کے ایک سرے سے دوسرے تک فاصلے بہت طویل ہیں۔ اتفاق کی بات ہے میرے پاس شہر کا نقشہ بھی نہیں تھا۔ میں نے اپنی بیگم اور بچوں سے کہا کہ وہ کار ہی میں اطمینان سے سو جائیں۔ میں خود گاڑی چلا رہا تھا پہلے چند مرتبہ سیدھے ہاتھ مڑا اور چند مرتبہ الٹے ہاتھ اور خاصی دیر تک گاڑی چلاتا رہا۔ میں نے ایک پٹرول پمپ پر گاڑی روکی اور وہاں سے (بیت) احمدیہ میں فون کیا۔ پتہ چلا کہ (بیت) احمدیہ دو ایک گلیوں پر قریب ہی ہے۔

اس سے ملتا جلتا واقعہ ناروے میں بھی پیش آیا ہم نے ایک راہ چلتے شخص سے انگریزی زبان میں یہ پوچھا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ ہمارے میزبان کہاں رہتے ہیں اس نے بڑے اطمینان سے جواب دیا ہاں بے شک وہ تو میرے پڑوسی ہیں اور ساتھ والے مکان میں رہتے ہیں۔

ہالینڈ میں بھی ایسا ہی تجربہ ہوا۔ ہم نے وہاں کچھ بچوں سے پوچھا بچو کیا بتا سکتے ہو کہ (بیت) احمدیہ کہاں ہے؟ وہ بولے (بیت) احمدیہ؟ واہ یہ کوئی بات ہے۔ (بیت) تو قریب ہی ہے آیئے ہمارے ساتھ آیئے“

ایسے واقعات بار بار اور ایک تسلسل اور تواتر کے ساتھ ہوئے اور اس اعواز سے ہوئے ہیں کہ میرے لئے یہ کہنا ناممکن ہو گیا کہ میں انہیں محض اتفاق یا حادثہ کہہ کر ٹال دوں۔

(مرد خدا ص 347 تا 350)

لجنہ اماء اللہ کا خاص تیر

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ مرکزیہ میں 16- اکتوبر 1982ء کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

مجھے اپنی ایک بیس، پچیس سالہ یا شاید اس سے بھی پہلے کی خواب یاد آ گئی جو بھولی بسری تھی۔ بہرحال اس کا تعلق اس مضمون سے ہے اور اس کا تعلق لجنہ اماء اللہ سے بھی ہے ایک رنگ میں۔ اس لئے گو مختصراً میں نے اس کو وہ خواب بتائی مگر خیال آیا کہ لجنہ کے پہلے اجلاس میں میں اپنی وہ خواب پیش کروں گا۔ وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا اس زمانے میں، کسی ایسے مطلب سے، جس نے بعد میں اپنے وقت پہ آ کے ظاہر ہونا تھا۔ ایک خواب آئی اور تعجب پیدا کر کے چلی گئی۔ لیکن بعد کے وقت نے اس کا ایک اور مضمون کھولا جس کا اب کے وقت سے تعلق ہے۔

وہ خواب یہ تھی کہ ایک کمرے میں کچھ غیر از جماعت دوست ہیں اور کچھ احمدی علماء جو مناظرے کے فن کے ماہر ہیں وہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ باقاعدہ مناظرہ تو نہیں ہو رہا۔ لیکن ایک بے تکلف سوال و جواب کی مجلس چل رہی ہے اور رفتہ رفتہ جو مخالف گروہ ہے اس کے اندر پاک تبدیلی کے کچھ آثار نظر آتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان میں سے ایک شخص نے یہ سوال کیا کہ ہم نے آپ لوگوں پر اتنے مظالم کئے ہیں کہ اگر آپ غالب آ گئے تو آپ ہم سے بدلے اتاریں گے۔ اس لئے کسی قیمت پہ بھی احمدیت کو غالب نہیں آنے دینا کیونکہ اگر تم لوگ غالب آ گئے تو ہمیں اپنے ظلم یاد ہیں، ان ظلموں کو یاد کر کے تم ہم سے بدلے اتارو گے۔ اس لئے ہمارے قومی مفاد میں ہے کہ آپ لوگ غالب نہ آئیں۔ جب اس نے یہ سوال کیا تو ہمارے علماء کوئی جواب دینے لگے لیکن میرے دل میں ایک بے چینی سی پیدا ہوئی کہ یہ تسلی بخش اور صحیح جواب نہیں دے رہے۔ میری چونکہ اس وقت عمر بھی چھوٹی تھی (میں نے جیسا کہ گزارش کی ہے پچیس سال یا اس سے لگ بھگ یا اس سے پہلے کی خواب ہے) تو مجھے کچھ شرم محسوس ہوئی کہ میں آگے بڑھ کر جواب دوں جبکہ سلسلہ کے چوٹی کے علماء اور بزرگ موجود ہیں۔ لیکن پھر بے چینی بڑھ گئی اور میں نے محسوس کیا کہ اب یہ شرم کا وقت نہیں رہا۔ مجھے آگے آنا چاہئے چنانچہ میں نے کھڑے ہو کر جو اعلان کیا ہے وہ حیرت انگیز ہے۔ اس وقت میں حیران تھا کہ میں یہ کیا کلمات کہہ رہا ہوں۔ نہ اس وقت زبان پہ اختیار تھا، نہ اٹھنے کے بعد سمجھ آئی کہ میں یہ کیا بات کر رہا ہوں۔ میں نے اس طرح بات شروع کی کہ

"میں لجنہ اماء اللہ کے ان تیروں میں سے ہوں جو خاص اہم وقت کے لئے بچا کے رکھے جاتے ہیں اور اپنے وقت پر انہوں نے استعمال ہونا ہے لیکن بعض اوقات ایسی ہنگامی ضرورت پیش آ جاتی ہیں کہ ان بعد کے لئے بچائے ہوئے تیروں کو وقت سے پہلے بھی استعمال کرنا پڑتا ہے۔ آج ایک ایسا ہی وقت ہے۔"

یہ اعلان ہے جو میں نے کیا اور حیران تھا کہ میں یہ کیا بات کہہ رہا ہوں اور کیوں کہہ رہا ہوں۔ کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی اور نہ اٹھنے کے بعد سمجھ آئی۔ اس لئے یہ خواب فراموش ہو گئی ذہن سے۔ اگلی بات میں ان سے یہ کہتا ہوں کہ آپ نے جو سوال کیا ہے اس کا صحیح جواب میں آپ کو دیتا ہوں ہمارا اور آپ کا مقابلہ ایسا مقابلہ نہیں ہے جیسے دو دشمنوں کا مقابلہ ہوا کرتا ہے۔ ہمارا اور آپ کا مقابلہ تو عاشق اور معشوق کا، محبت کرنے والے اور محبوب کا مقابلہ ہے۔ جب محبت کرنے والے کو اپنے محبوب پر فتح نصیب ہوتی ہے تو وہ بدلے نہیں اتارا کرتا۔ وہ پاؤں پڑتا ہے اور منتیں کرتا ہے اور کہتا ہے ہم سے جو غلطی ہوئی تم وہ معاف کر دینا۔ تم نے جو دکھ دیئے ہم نے ان کی لذتیں پائیں۔ لیکن ہم سے جو کوتاہیاں ہوئیں اور ہم تمہارے پیچھے پڑے اور تمہاری دلآزاریاں ہو گئی ہوں گی ہم ان کی معافی چاہتے ہیں۔ اس لئے عاشق کی فتح تو یہ رنگ رکھتی ہے۔ اس میں محبوب کے لئے کسی خوف کا سوال ہی نہیں۔ پہلے بھی وہ گرا رہتا ہے، بعد میں بھی گرتا ہے اور قدموں پہ جھکتا ہے جب میں یہ کہتا ہوں تو اطمینان کی ایک عجیب لہر دوڑ جاتی ہے بدمقابل گروہ پر اور وہ پوری طرح مطمئن ہو جاتے ہیں کہ ہاں، ان سے ہمیں کسی حالت میں خوف نہیں۔ خواہ یہ غالب ہوں خواہ یہ مغلوب ہوں ان سے سوائے رحمت کے اور کچھ ہماری طرف جاری نہیں ہو گا۔

(الفضل 7- نومبر 1982ء)

فتح و ظفر کی خوشخبری

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ نے خطبہ جمعہ مورخہ 6 نومبر 1984ء میں فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے پہلے مجھے رؤیا کے ذریعہ کچھ خوشخبریاں عطا فرمائیں اب پھر ایک بہت ہی پیارا کشفی نظارہ دکھایا جو میں آپ کے سامنے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ چند روز یا تقریباً دو ہفتے پہلے کی بات ہے میں نے اچانک ایک نظارہ دیکھا کہ اسلام آباد جو کہ انگلستان میں ہے اور اس وقت انگلستان کے لئے ہمارا یورپین مرکز ہے وہاں میں اس کمرے میں داخل ہو رہا ہوں جس میں ہم نے نماز پڑھی تھی اور اسی طرح سب دوست صفیں بنا کر انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں عین امام کے مصلے کے پیچھے چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ اس عمر کے نظر آ رہے ہیں جو 15، 20 سال پہلے کی تھی۔ انہوں نے وہی رومی ٹوپی پہنی ہوئی ہے جو پرانے زمانہ میں پہنا کرتے تھے اور نہایت ہشاش بشاش نظر آتے ہیں اور عین امام کے پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی وہ نماز کی خاطر اٹھ کر کھڑے ہوئے۔ میں ان کی طرف بڑھنے لگا کہ پوچھوں چوہدری صاحب آپ کب آئے آپ تو بیمار تھے اچانک کیسے آنا ہوا کہ اسی کے ساتھ نظارہ جاتا رہا۔ آنکھیں کھلی تھیں مگر یہ سارا منظر آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ تو اللہ تعالیٰ ایسی خوشخبریاں بھی عطا فرما رہا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی نصرت اور اس کے ظفر کے وعدے انشاء اللہ تعالیٰ جلد پورے ہوں گے۔

سلامتی کی بشارت

فرمایا اس کشفی نظارہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک اور کرم فرمایا اور وہ یہ کہ جن دنوں پاکستان کے حالات کی وجہ سے بعض راتیں شدید کرب میں گزریں تو صبح کے وقت اللہ تعالیٰ نے بڑی شوکت کے ساتھ الہاماً فرمایا "السلام علیکم" اور یہ آواز بڑی پیاری، روشن اور کھلی آواز تھی جو مرزا مظفر احمد صاحب کی معلوم ہو رہی تھی یعنی یوں لگ رہا تھا جیسے انہوں نے میرے کمرے کی طرف آتے ہوئے باہر سے ہی السلام علیکم کہنا شروع کر دیا ہے اور داخل ہونے سے پہلے السلام علیکم کہتے ہوئے کمرے میں آ رہے ہیں۔ چنانچہ اس وقت تو خیال بھی نہیں تھا کہ یہ الہامی کیفیت ہے کیونکہ میں پوری طرح جاگا ہوا تھا لیکن اس وقت جو ماحول تھا اس سے تعلق کٹ گیا تھا۔ میرا فوری ردعمل یہ تھا کہ میں اٹھ کر باہر جا کر ان سے ملوں لیکن اسی وقت یہ کیفیت ختم ہو گئی اور مجھے پتہ چلا کہ یہ تو خدا تعالیٰ نے بشارت دی ہے اور اس میں نہ صرف یہ کہ السلام علیکم کا وعدہ دیا گیا ہے بلکہ ظفر کا وعدہ بھی ساتھ عطا فرما دیا ہے کیونکہ مظفر کی آواز میں السلام علیکم پہنچانا یہ ایک بہت بڑی اور دوہری خوشخبری ہے۔ پہلے بھی ظفر اللہ خاں ہی خدا تعالیٰ نے دکھائے اور دونوں میں ظفر ایک قدر مشترک ہے۔ (خطبہ جمعہ 6 نومبر 1984ء)

غموں کا ایک دن اور چار شادی

حضرت امام جماعت احمدیہ نے 14 دسمبر 1984ء کو ہالینڈ کی ایک مجلس عرفان میں فرمایا:۔

"میرے یہاں آنے سے تین چار دن پہلے کی بات ہے میں نے ایک رؤیا دیکھی جو اس مفہوم میں منفرد تھی کہ میں نے رؤیا میں چار آدمی دیکھے اور بیداری کے بعد مجھے احساس تھا کہ ان چاروں کے نام بشیر ہیں ان کے علاوہ ایک خاتون بھی دیکھی جو شادی شدہ ہیں اور ان کا نام بشریٰ نہیں ہے اور خواب میں مجھے یہ علم بھی ہے لیکن پھر بھی میں خواب میں ان کا نام بشریٰ ہی سمجھتا ہوں۔ خواب میں جب میں اس خاتون کو بشریٰ کے نام سے بلاتا ہوں تو مجھے یہ احساس بھی ہے کہ یہ کسی بشیر نامی شخص کی بیٹی نہیں لیکن ساتھ ہی میں اسے بشیر نامی شخص کی بیٹی بھی سمجھتا ہوں اور وہ پانچواں بشیر ہے۔ رؤیا میں مجھے اپنے خیالات پر کنٹرول حاصل نہیں۔ میں اس خاتون کو بشریٰ کے نام سے بلاتا ہوں اور اسے بشیر نامی شخص کی بیٹی سمجھتا ہوں۔ جبکہ اس کے والد کو میں جانتا ہوں کہ اس کا نام یوسف ہے بشیر نہیں۔

رؤیا میں سب سے پہلے بشیر نامی شخص جو مجھے ملتے ہیں وہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ..... ہیں۔ وہ مجھے بہت احترام سے ملتے ہیں اور میں بڑا اچنبھا محسوس کرتا ہوں کیونکہ ان کی حین حیات ان کی ساری زندگی میں میرے دل میں ان کے لئے دوسرے ہر احمدی کی طرح بڑا احترام تھا۔ اور چونکہ میں ان کا بھتیجا بھی تھا اس لئے میرے دل میں احترام اور محبت کا جذبہ اور بھی بڑھ کر تھا۔ لیکن جب وہ مجھے خواب میں ملتے ہیں تو وہ میرے خلیفہ ہونے کی وجہ سے مجھ سے اس قدر احترام اور تابعداری کا اظہار فرماتے ہیں کہ مجھے گھبراہٹ ہوتی ہے۔ اور میں سوچتا ہوں کہ میں ان کے اس احترام اور عزت افزائی کا سامنا کس طرح کروں۔ لیکن پھر میں یہ بھی سوچتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے چونکہ مجھے خلیفہ بنایا ہے اس لئے مجھے اس صورت حال کا سامنا کرنا ہی پڑے گا۔

اس کے بعد مجھے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب...... کا خادم ملتا ہے۔ اس کا نام بھی بشیر ہے۔ اور اس کے ہاتھ میں میرے لئے دودھ کی ایک بوتل ہے۔ ان کے علاوہ ایک اور بشیر نامی نوجوان ہے جو میرے پاس رہا ہے اس کے والد وفات پا گئے تھے یا غالباً احمدیت چھوڑ گئے تھے۔ تو اس کے دادا نے اسے میرے پاس بھجوایا تھا۔ میں نے اسے کہا کہ وہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب.... کے خادم بشیر سے دودھ کی وہ بوتل پکڑ لے۔

اس کے بعد میری ایک دیرینہ زیر علاج خاتون جن کے متعلق میں جانتا ہوں کہ ان کا نام بشریٰ نہیں ہے اور نہ ان کے والد کا نام بشیر ہے۔ لیکن خواب میں میں یہی سمجھتا ہوں کہ اس کا نام بشریٰ ہے اور اس کے والد کا نام بشیر ہے۔

جب میں بیدار ہوا تو اس خواب کا اثر انتہائی حیران کن تھا۔ خواب میں چار بشیر دیکھنا بلکہ پانچواں بشیر بھی جو والد تھا۔ فوری طور پر حضرت (بانی سلسلہ احمدیہ) کا یہ شعر میری زبان پر آیا ہے۔

غموں کا ایک دن اور چار شادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

کہ مجھے وعدہ دیا گیا ہے کہ غم کا ایک اور بشارات اور خوشیوں کے چار دن ہوں گے۔ اور پاک ہے وہ اللہ جس نے میرے دشمنوں کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔

بیداری کے بعد یہ پہلی تفہیم تھی جو میرے ذہن میں آئی اور میں سمجھ گیا کہ کیا مراد ہے"

(ماہنامہ خالد ربوہ ستمبر 1987ء)

فرائیڈے دی ٹینتھ

Friday the 10th

حضور ایدہ اللہ خطبہ جمعہ فرمودہ 28 دسمبر 1984ء میں فرماتے ہیں۔

دو تین دن پہلے کی بات ہے بعض اطلاعات کے نتیجہ میں شدید بے چینی اور بے قراری تھی۔ ظہر کے بعد میں ستانے کے لئے لیٹا ہوں تو میرے منہ سے جمعہ جمعہ کے الفاظ نکلے اور ساتھ ہی ایک گھڑی کے ڈائل پر جہاں دس کا ہندسہ ہے وہاں نہایت ہی روشن حروف میں دس چمکنے لگا۔ یہ کوئی خواب نہ تھا بلکہ عالم بیداری میں ایک کشفی نظارہ تھا اور وہ جو دس دکھائی دے رہا تھا باوجود اس کے کہ وہ دس کے ہندسے پر دس تھا جو گھڑی کے

دس ہوتے ہیں لیکن میرے ذہن میں وہ دس تاریخ آرہی تھی اور میں انگریزی میں کہہ رہا تھا Friday the 10th اور ویسے وہ گھڑی تھی اور گھڑی پر دس کا ہندسہ تھا۔ پس یہ تو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ وہ کون سا جمعہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے یہ روشن نشان عطا فرمانا ہے۔ مگر ایک دفعہ یہ واقعہ نہیں ہوا ہر دفعہ یہ ہوا ہے کہ جب بھی جماعت کے متعلق شدت کی پریشانی پیدا ہوئی ہے اللہ تعالیٰ نے مسلسل خوشخبریاں عطا فرمائیں۔

اس کشفی نظارہ سے چند دن پہلے رؤیا میں اللہ تعالیٰ نے بار بار خوشخبریاں دیں اور چار خوشخبریاں اکٹھی دکھائیں جب میں اٹھا تو اس وقت میری زبان پر حضرت مسیح موعود (-) کا یہ شعر تھا

غموں کا ایک دن اور چار شادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

یعنی چار خوشخبریاں دکھانے کی حکمت یہ ہے کہ ایک غم پہنچے گا تو خدا تعالیٰ چار خوشخبریاں دکھائے گا اور دشمنوں کو بہرحال ذلیل کرے گا۔

آفات کو زائل کرنے والی

خاص دعا

حضور ایدہ اللہ نے خطبہ جمعہ فرمودہ 30 مئی 1986ء میں فرمایا۔

رمضان شروع ہونے سے ایک دو روز پہلے کی بات ہے اللہ تعالیٰ نے ایک رات مجھے بار بار مسلسل اس دعا کی طرف متوجہ فرمایا۔

رب کل شیء خادمک رب فاحفظنا وانصرنا وارحمنا

میں یہ نظارہ بار بار دیکھتا رہا کہ ابھی کچھ آفات جماعت کے سامنے باقی ہیں ان آفات کو ٹالنے کے لئے میں مختلف دعائیں کرتا ہوں کچھ اثر پڑتا ہے پھر بھی وہ باقی رہتی ہیں۔ پھر میری توجہ اس طرف مبذول ہوتی ہے کہ رب کل شیء ۔ خادمک.......... کی دعا کرنی چاہئے۔ چنانچہ جب میں یہ دعا کرتا ہوں تو جس طرح تیزاب سے لوہے کا زنگ اتر جاتا ہے یا صبح صادق سے اندھیرے ڈھل جاتے ہیں اسی طرح وہ آفات بالکل زائل ہو جاتی ہیں اور ان کا کوئی نشان باقی نہیں رہتا۔

توچونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ بات صرف اپنے تک محدود رکھنے کے لئے نہیں بلکہ ساری جماعت کو بتانے کی خاطر مجھ پر ظاہر فرمائی ہے اس لئے میں احباب جماعت کو تحریک کرتا ہوں کہ وہ رمضان کے آخری عشرہ میں خصوصیت کے ساتھ اس دعا کا بھی ورد کریں۔

"افسردگی جو سینوں میں تھی دور ہو گئی"

18' اور 19۔ جون 1987ء کی درمیانی شب کو اللہ تعالیٰ نے حضور کو اسیران راہ مولیٰ کے متعلق ایک اہم رؤیا دکھائی جو حضور نے 19 جون کو خطبہ جمعہ میں بیان فرمائی۔

"رات جو میں نے رؤیا دیکھا جس کے نتیجے میں مجھے محسوس ہوا کہ اللہ تعالیٰ یہ پسند فرماتا ہے کہ ان کے ذکر کو چھیڑا جائے وہ یہ تھا کہ۔

ایک کمرے میں کچھ ایسے اسیران راہ مولیٰ اور دیگر دکھ اٹھانے والے دکھائے گئے جن میں سے بعض کے چہرے پر تھوڑی سی تھکاوٹ کے آثار تھے۔ کچھ پژمردگی سی تھی۔ اور کچھ ایسے تھے جو باہمت بیٹھے ہوئے تھے ان کو کوئی پرواہ محسوس نہیں ہوتی تھی۔ یہ عجیب بات ہے کہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جس کو میں معین طور پر پہچان سکتا۔ میرے جتنے بھی بہت ہی عزیز اور پیارے قید ہیں ان میں سے کوئی معین آدمی سامنے نہیں آیا بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک عمومی تصویر دکھانا چاہتا تھا کہ یہ ہو رہا ہے۔

چنانچہ ان میں سے بعض جو ذرا سے پژمردہ تھے' زیادہ نہیں مگر چہرے پر غم کے معمولی سے سائے تھے ان کی خاطر میں نے ان کو مخاطب کر کے کہا کہ۔

ہم آپ کے لئے وہ سب کچھ کر رہے ہیں جو انسان کی طاقت میں ہے کوئی خانہ نہیں ہے جو ہم نے خالی چھوڑا ہو۔ کوئی اسباب کا ایسا امکانی ذریعہ نہیں ہے جس کی ہم نے شدت کے ساتھ پیروی نہ کی ہو۔ تلاش کر کے ان راہوں پر نہ چلے ہوں جن سے آپ کو کسی قسم کی مدد مل سکتی ہو۔ لیکن محض یہ زمینی ذرائع نہیں ہیں جو ہم نے اختیار کئے ہیں یا کر رہے ہیں ہم آسمان کی طرف بھی متوجہ ہیں۔

اور یہ کہتے کہتے میں دیکھتا ہوں کہ ان چہروں پر بشاشت آجاتی ہے اور ایک عجیب عزم آجاتا ہے۔ لگتا ہے ان کی کیفیت ہی بدل گئی ہے۔ ایک نیا ولولہ ہے جو ان کے چہروں سے ٹپکنے لگا ہے۔ چنانچہ میں اس مضمون کو آگے بڑھاتے ہوئے کہتا ہوں کہ۔

آسمان میں بھی جتنے کونے ہیں میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ ان سب کونوں تک پہنچیں گے۔ جن تک نہیں بھی پہنچے ان تک بھی پہنچیں گے اور کبھی آپ کو اکیلا نہیں چھوڑیں گے۔ کبھی آپ سے بے وفائی نہیں کریں گے۔ ہر آسمانی کونے پر ہم جائیں گے اور جو کچھ ہمارے بس میں ہے ہم آپ کے لئے کوشش کریں گے۔

جب میں "آسمان کے کونے" کہتا ہوں تو یہ چار کونے ذہن میں نہیں ہیں بلکہ یہ نقشہ ہے کہ آسمان پر بہت سے مخفی خانے ہیں۔ کونے ان معنوں میں کہ نظر سے اوجھل ہیں اور ان میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہمارے لئے منفعتیں اور مصلحتیں ہیں۔ مراد یہ ہے کہ ہم ان کی بھی تلاش کریں گے اور ان تک بھی پہنچیں گے اور کسی حالت میں بھی ہم اس جہاد کو چھوڑنے والے نہیں ہیں۔

یہ کہنے کے بعد مجھے اچانک خیال آتا ہے کہ یہ کہیں گے کہ زمین پر تو تم پہنچ سکتے ہو۔ ہم مان لیتے

ہیں کہ ہر زمینی کوشش تم نے کی ہو لیکن آسمان کی بلندیوں پر کس طرح جاؤ گے اور کس طرح آسمان کے ہر کونے میں ہمارے لئے منفعتوں کی تلاش کروں گے؟

یہ سوال اٹھتے ہی میرے ذہن میں جواب آتا ہے اور میں ان کو یہ بتانے لگتا ہوں کہ رفتہ رفتہ خواب ختم ہو جاتی ہے اور بالکل غائب ہو جاتی ہے اور مکمل ہو جاتی ہے۔

وہ دو باتیں جو میرے ذہن میں آتی ہیں اور ان کو میں پوری طرح بتا نہیں سکا کیونکہ خواب رفتہ رفتہ غائب ہو گئی وہ یہ تھیں کہ :-

اس دنیا میں بھی جو ہم کوشش کرتے ہیں وہ ساری کہاں کر سکتے ہیں۔ اور ان کوششوں کی حیثیت کیا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ان کوششوں کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ صرف ہمارا اخلاص دیکھتا ہے ہماری نیتیں جانچتا ہے۔ یہ معلوم کر لیتا ہے کہ ہم کمزوروں کی طاقت میں جو کچھ بھی تھا وہ سب کچھ ہم نے صرف کر دیا۔ صرف ایک خدا کی طاقت ہے جو دنیا کے سارے ذرائع کو ہمارے حق میں حرکت میں لے آتی ہے۔ اور گویا ہم نے دنیا کے ہر امکان کی چھان بین کر لی اور ہر امکان سے استفادہ کی کوشش کر لی۔ تو جب میں نے یہ کہا تھا کہ کوئی خانہ نہیں جو ہم نے خالی چھوڑا ہو تو مراد یہ نہیں تھی کہ ہم نے واقعتاً ہر سبب کو اختیار کر لیا ہے۔ ہر ذریعے سے تمہاری مدد کی ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہم میں جتنی طاقت تھی وہ ہم نے کر لیا۔ لیکن خدا نے اسے قبول کیا ہے۔ اور خدا نے سارے ذرائع کو متحرک کرنا ہے۔ اسی طرح آسمان کا معاملہ ہے۔ ہم تو جتنی ہماری پہنچ ہے اس کے مطابق ہی کریں گے۔ لیکن جب میں وعدہ کرتا ہوں کہ سب کونوں تک پہنچیں گے تو مراد یہ ہے کہ ہمارا خدا سب کونوں تک ہمیں پہنچائے گا اور ہمارا خدا ہر کونے میں مخفی مصلحتوں کو بروئے کار لائے گا اور متحرک فرما دے گا۔

یہ ہے وہ مضمون جو میں ان کو سمجھانا چاہ رہا ہوں۔ مجھ پر پوری طرح واضح ہو گیا ہے لیکن اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ خواب ختم ہو گئی۔ لیکن دوسرا پہلو بھی مجھ پر واضح ہے اور وہ بھی میں آپ کے سامنے رکھ دیتا ہوں (اور یہ دونوں باتیں خدا ایک لمحے کے اندر مجھے سمجھاتا ہے)۔

وہ یہ تھا کہ ہم مرنے کے بعد جو لافانی اجر پاتے ہیں اس لافانی اجر پانے میں تو کوئی بھی ظاہرا انصاف نہیں پایا جاتا۔ ہماری عمر چھوٹی سی' ہماری دنیا کی نیک کوششیں بالکل حقیر اور معمولی سی ہیں۔ اور جب ہم مرجاتے ہیں تو اجر لافانی ہو جاتا ہے۔ یہ کیوں ہے اسے لافانی نہیں ہونا چاہئے کچھ عرصہ کے بعد جب ہماری کوششوں کا پھل ختم ہو جائے۔ ہماری کمائی جہاں تک پہنچتی ہے وہاں تک جا کر وہ پھل رک جانا چاہئے۔

میں نے کہا یہ بھی وہی بات ہے' اس کا بھی وہی فلسفہ ہے کہ خدا تعالیٰ یہ بتاتا ہے کہ اگر تم ہمیشہ کے لئے زندہ رکھے جاؤ تو تب بھی وہ نیک اعمال اس تکمیل کے ساتھ نہیں کر سکتے جو میری رضا کا اس حد تک موجب بن جائیں کہ میں تمہیں لافانی اجر دوں کیونکہ جہاں بھی تمہارا اجر کاٹوں گا وہیں تمہاری کوشش فانی ہو جائے گی اور محدود ہو جائے گی اور اس کے بعد کا زمانہ پھر لافانی ہے۔

اس لئے فانی کو لافانی سے کوئی نسبت ہو ہی نہیں سکتی۔ اگر لافانی اجر کے لئے لافانی محنت درکار ہو تو پھر اجر کا دور آ ہی نہیں سکتا۔ اور اگر فانی اجر کے ذریعے لافانی اجر خدا نے دینا ہی ہے تو پھر لمبی تکلیف کیوں دے۔ پھر وہ تھوڑی سی آزمائش میں ڈالتا ہے اور پھر لافانی اجر کا سلسلہ شروع فرما دیتا ہے۔

یہ مضمون خدا نے میرے دل میں ڈالا کہ میں ان کو تسلی دوں کہ ان معنوں میں ہماری کوشش آسمان کے ہر کونے تک ہو گی کہ ہم چھوٹی سی بھی چھلانگ لگائیں گے تو خدا اس کی پہنچ کو آسمان کی بلندیوں اور رفعتوں تک ممتد فرما دے گا۔ اور چند کونوں کی بھی تلاش کریں گے تو سب کونوں تک ہماری کوشش کا اثر پہنچ جائے گا۔

پس چونکہ یہ پیغام بہت اہم تھا اور میں سمجھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ جب بھی فضل لے کر آئے گا اسی طرح جماعت پر فضل لے کر آئے گا۔ خواب میں جو حصہ مجھے بتایا گیا ہے یہ صرف ان کے لئے نہیں بلکہ ساری جماعت کو بتانے والا تھا اور اس ذکر سے میں امید رکھتا ہوں کہ پاکستان کے تکلیف اٹھانے والوں کو نئے حوصلے ملیں گے' ان کو اللہ پر نیا توکل پیدا ہو گا اور ان کے ایمان کو جو پہلے ہی بہت مضبوط ہے نئی مضبوطی عطا ہو گی۔

بہرحال ان کو دعاؤں میں یاد رکھنا ہمارا فرض ہے۔ ان کے ذکر کو زندہ رکھنا ہمارا فرض ہے۔ اپنی محافل میں بھی' اپنے دیگر مشاغل میں بھی۔ ذکر کے ذریعہ بھی ان کو زندہ رکھیں اور دعاؤں کے ذریعے بھی ان کی مدد کرتے رہیں۔ کیونکہ وہ ہم سب کا فرض کفایہ ادا کر رہے ہیں' ہم سب کا بوجھ اٹھانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی نصرت فرمائے اور ان کی مشکلات کو جلد تر آسان فرما دے "

(ماہنامہ خالد ربوہ اگست 1987ء ص 17 تا 19)

ایک مبشر رؤیا

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 24۔ جولائی 1988ء میں فرمایا۔

میں اپنی ایک مبشر رؤیا کا ذکر کر دیتا ہوں مجھے نظر آ رہا ہے کہ آسمان پر ایسے فیصلے ہوئے ہیں کہ دنیا کی تقدیریں خدا کی تقدیر کے تابع بدل دی جائیں گی۔ رؤیا میں میں نے حضرت اماں جان نصرت جہاں (-) کو دیکھا تھا اور اس کا ذکر میں پہلے بھی کر چکا ہوں۔ گزشتہ عید سے پہلے میں نے رؤیا میں آپ کو دیکھا بالکل مختصر سی رؤیا تھی لیکن بالکل ایسے جیسے ایک زندہ نظارہ دیکھا جا رہا ہو اور بہت ہی عجیب کیفیت پیچھے چھوڑ جانے والی تھی آپ تشریف لائیں مجھے کہا کہ میاں ہیلی کاپٹر کا انتظام کرو اور مجھے ہیلی کاپٹر پر بیٹھا کر (-) خانہ کعبہ کا طواف تو کروا دو۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں اماں جان میں کرتا ہوں اور یہ رؤیا ختم ہو گئی۔ اتنی مختصر رؤیا اتنا گہرا اثر میرے دل پر چھوڑ گئی کہ ساری رات اس کی کیفیت میں میں کھویا گیا سارے بدن کو یوں جیسے کسی نے سہلا دیا ہو درد کی ایک عجیب کیفیت تھی' طمانیت کی عجیب کیفیت تھی۔ خدا تعالیٰ نے ایک چھوٹی سی رؤیا کے ذریعہ مجھے خوشخبری عطا فرمائی۔

(خطبہ جمعہ 24 جولائی 88ء)

سنت اللہ کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ مورخہ 12۔ اگست 1988ء کو فرمایا۔

آج میری توجہ ایک رؤیا کے ذریعہ مبذول کروائی گئی ہے۔ رات میں نے رؤیا میں دیکھا کہ کچھ انگریز احمدی بیٹھے ہوئے ہیں اور ان میں سے ایک مجھ سے یہ سوال کرتا ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود (-) کی کسی تحریر کا جو آپ نے ترجمہ کیا ہے وہ مجھے درست معلوم نہیں ہوتا اور وہ ترجمہ یہ بیان کرتا ہے کہ انگریزی کا ایک محاورہ ہے History Repeats Itself کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے اس ترجمہ میں اس محاورے کا پہلا حصہ استعمال کر کے حضرت مسیح موعود (-) نے دوسرا نتیجہ نکالا ہوا ہے یعنی اردو میں بھی یہی ہے اور ترجمہ میں بھی یہی ہے

حضرت مسیح موعود کے الفاظ اس قسم کے ہیں کہ تاریخ اپنے آپ کو ضرور دہراتی ہے اور خدا تعالیٰ مجرموں کو ضرور سزا دیتا ہے۔ چنانچہ خواب میں مجھ پر یہ اثر ہے کہ میں نے ترجمہ کیا ہے کہ History Repeats Itself اور آگے مجھے یاد نہیں کہ الفاظ کیا تھے Punishment کے لفظ تھے یا کوئی اور لفظ تھے لیکن مضمون یہی تھا اس لئے چونکہ خواب کے انگریزی الفاظ یاد نہیں میں اس کو چھوڑتا ہوں لیکن بعینہ اس مضمون کو میں نے انگریزی میں بیان کیا یعنی اس کے نزدیک میری تحریر میں یہ بات تھی وہ کہتا تھا History Repeats کا یہ مطلب تو نہیں ہے۔

یعنی اعتراض یہ تھا کہ تم نے History Repeats کا دوسرا معنی کر دیا ہے حالانکہ اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کوئی دوسرے انگریزی احمدی ہیں وہ میری تائید میں بولتے ہیں وہ کہتے ہیں نہیں بالکل صحیح ہے۔ اس موقع پر یہی محاورہ استعمال ہونا چاہئے تھا پھر میں اس کو سمجھاتا ہوں اور میں اس سے کہتا ہوں کہ دیکھو تم لوگوں کا جو دنیاوی محاورہ ہے وہ درحقیقت ایک سطحی بات تھی۔ اس میں فی الحقیقت کوئی بھی ٹھوس مضمون بیان نہیں ہوا بلکہ اس کے نتیجہ میں ابہام پیدا کر دیا گیا۔ بہت سے لوگ اس محاورے کو سنتے ہیں تو وہ سمجھتے ہیں کہ گویا تاریخ بعینہ دوبارہ اپنے آپ کو دہراتی چلی جاتی ہے' کوئی نئے نقوش دنیا میں ظاہر ہی نہیں ہوتے۔ ہمیشہ وہی چکر ہے جو دوبارہ اپنے آپ کو ظاہر کرتا چلا جاتا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود (-) نے اس طرف متوجہ فرما کر اس محاورے میں جان ڈال دی ہے کہ تاریخ اس طرح دوہرایا کرتی ہے کہ خدا کی کچھ سنتیں ہیں جن میں تم کوئی تبدیلی نہیں دیکھو گے اور بدکرداروں اور مجرموں کے حق میں وہ سنتیں پوری ہوتی رہتی ہیں۔

فضلوں کی بشارت

فرمودہ 9 فروری 97ء خطبہ عید

حضور نے خطبہ عید میں خدائی فضلوں اور رحمتوں کا آئینہ دار یہ غیر معمولی واقعہ بیان فرمایا کہ گزشتہ روز آپ عصر کی نماز پڑھانے کے بعد چند منٹ تسبیح کے لئے تشریف فرما رہے پھر حسب معمول سلام کہہ کر تشریف لے گئے تو پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے آپ سے دریافت فرمایا کہ آج آپ نے سلام پھیرنے کے بعد تھوڑے سے وقفے کے بعد ایک بار پھر جو سلام پھیرا ہے تو کیا آپ نے یہ فعل ارادی طور پر کیا ہے یا بھول کر ہو گیا ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ میں نے ان کو کہا کہ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ احمدیہ ٹیلی ویژن والوں نے سلام پھیرنے کا عمل دوبارہ چلا دیا ہے جس سے آپ کو یہ احساس ہوا ہے۔

حضرت صاحب نے فرمایا کہ شام کو جب معتکفین سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے بھی یہی بات دریافت کی۔ اس پر حضرت صاحب نے اور لوگوں سے بھی پوچھا تو یہ بات قطعی طور پر واضح ہو گئی کہ آپ نے دو دفعہ سلام پھیرا ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ اگر انسان بھول کر ایسا کام کرے تو یاد دلانے پر یاد آ جاتا ہے۔ لیکن میری یادداشت یا شعور کے کسی خانے میں یہ بات کہیں محفوظ نہیں تھی۔ اس سے یہ پتہ چلا کہ جب میں نے دوسری بار سلام پھیرنے کا عمل دوہرایا ہے تو اس وقت میں مکمل طور پر اپنے شعور سے بیگانہ ہو کر کسی غیر معمولی تصرف الٰہی کے قبضہ میں آ گیا تھا۔

حضرت صاحب نے فرمایا کہ یہ دوبار سلامتی کی خوشخبری جماعت احمدیہ پر ہونے والے کسی غیر معمولی فضل اور رحمت الٰہی کی بشارت ہے جو اس سال ظاہر ہو گا۔ اس ضمن میں حضرت صاحب نے مباہلہ کے امکانی نتائج کی طرف بھی اشارہ فرمایا۔

(الفضل 12 فروری 97ء)

تیسری عالمی جنگ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ترجمۃ القرآن کلاس نمبر 74 میں سورۃ مائدہ کی آیات 115' 116 کی وضاحت کرتے ہوئے اپنی ایک پرانی رؤیا کا ذکر فرمایا جو آئندہ عالمی جنگ اور اس کے نتائج کی خبر دیتی ہے۔

حضور نے فرمایا: ایسا رزق مانگا جا رہا ہے جو آخر وقت تک قوم کا ساتھ دے اور غیر معمولی طور پر ہو۔ وہ نشان میں دکھاؤں گا اور بہت غیر معمولی نشان ہو گا آیتہ کا ایک مطلب ہے ایک بہت غیر معمولی نشان لیکن تم نے ناشکری کرنی ہے پھر اور اگر تم ناشکری کرو گے تو پھر سزا بھی غیر معمولی ہو گی۔ نشان بھی ایسا ہو گا کہ اس کی مثال نہیں ہو گی۔

واقعہ یہ ہے کہ جس طرح رزق حضرت مسیح کی دعا کے نتیجے میں مسیحیوں کو' مسیحی اقوام کو ملا ہے ایسے رزق کی کوئی مثال ساری تاریخ عالم میں بھی دکھائی نہیں دیتی۔ اور انہی پر ٹوٹا پڑ رہا ہے رزق سارا۔ یہ ایک نشان ہے۔

حالانکہ مسلمانوں سے انہوں نے وہ علوم سیکھے جن کے نتیجے میں ان کے رزق میں فراخی عطا ہوئی۔ ان کو خدا نے ایک مقام پہ پہنچ کے روک دیا وہاں اور ان کی محنتیں ان کی دماغی کاوشوں کو

ان قوموں کی طرف منتقل کر دیا۔ جہاں سے پھر انہوں نے اس کو پکڑا اور ابھارا۔ اور رزق آسمان سے اور زمین سے دونوں سے اس طرح اترا ہے جس طرح نوح کے زمانہ میں آسمان بھی برسا رہا تھا پانی اور زمین بھی اگل رہی تھی۔

دوسرا پہلو کچھ پورا ہو چکا ہے کچھ ہونا ہے۔ جو جنگوں میں ہلاکت کے ذرائع ایجاد کئے گئے ہیں امر واقعہ یہ ہے کہ ان کی کوئی مثال پہلے نہیں تھی کوئی تصور تک نہیں ملتا۔ دو جنگوں میں سے یہ گذر چکے ہیں لیکن ابھی رزق جاری ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ سزا اپنے کمال کو نہیں پہنچی وہ سزا جب اپنی تکمیل کو پہنچے گی جس کا ذکر کیا جا رہا ہے تو پھر یہ رزق والے معاملے پیچھے تاریخ کا حصہ بن جائیں گے اور وہ ابھی آنے والی ہے۔

اور مجھے ڈر یہ ہے کہ ان کو جو جرائم کی توفیق مل رہی تھی جلدی جلدی یعنی پچھلی جنگ عظیم کے بعد انہوں نے کافی سبق سیکھے Morality پہ زور دیا۔ Racism کے خلاف بہت مہمات چلائیں اور انسانیت کے حقوق پر غیر معمولی محنت کی اور جب سے (رشیا) Russia کا Collapse ہوا ہے اتنی جلدی یہ سبق بھلانے لگ گئے ہیں کہ شاید ہی دنیا کی تاریخ میں کسی قوم نے اتنی محنت سے کمائے ہوئے سبق اتنی آسانی سے بھلا دیئے ہوں یہ ڈر والی بات ہے اس سے پتہ چل رہا ہے کہ ضرور وقت قریب آ رہا ہے اس سلسلے میں ایک دفعہ ایک رؤیا بھی دیکھی تھی بچوں کو اپنے سنائی تھی۔ کئی سال پہلے کی ہے۔

وہ بہت ہی واضح ہے جس سے اندازہ یہ ہوتا ہے ہو سکتا ہے کہ میں بھی دیکھ لوں وہ دور جس میں یہ خوفناک عذاب نازل ہونے ہیں اور آخری فیصلہ کن جنگ ہونی ہے۔

اور اس میں مونا بھی دکھائی گئی ہے ساتھ بچے بھی ہیں۔ مونا خاص طور پر کار میں آگے بیٹھی ہوئی ہے۔

اگر کبھی نہیں بتائی گئی تو وہ بتانی ضروری ہے وہ تو امانت ہے۔

ایسی عجیب رؤیا۔ اکثر جو رؤیا خدا تعالیٰ کی طرف سے آتی ہیں وہ وہم و گمان میں ویسے آہی نہیں سکتیں۔

میں نے دیکھا کہ میں Russia کا نام تو نہیں ہے لیکن یہاں سے جو میرے ذہن میں سمت ہے وہ Russia کی سمت ہی ہے اور Russia کا بھی شمالی حصہ۔ وہاں ایک بہت بلند پہاڑ ہے میں وہاں کھڑا ہوں اور وہ جو ماہرین ہیں زمین کی ساخت کے Geologist کیسے بنی Ice Ages کیسے آئیں کیسے پگھلیں۔ ان میں کوئی ایک چوٹی کا ماہر ہے جو مجھ سے سبق لینے کے لئے وہاں میرے ساتھ کھڑا ہے اور مجھے کہتا ہے مجھ سے پوچھنا چاہتا ہے کہ Ice Age کس طرح تبدیل ہوتی ہے اور کس طرح اس کے بعد پھر دوسری عمر آیا کرتی ہے دوسرا زمانہ آیا کرتا ہے تو وہاں سب برفیں جمی ہوئی ہیں اور سڑکیں سی بنی ہوئی ہیں اور نالیاں نالیاں بھی سب جمی ہوئی ہیں۔ وہ چوٹی ہے لیکن پھیلی ہوئی چوٹی جس طرح سطح مرتفع ہوتی ہے۔ اس کو میں ساتھ لے کے چلاتا ہوں دیکھو یہ سب برف جمی ہوئی ہے نا ساری۔ یہاں سے جاتے ہیں یہ دیکھو یہ کنارا۔

یہاں پہنچ کر یہ جو برف کا دباؤ ہے یہ آخر برف کو پگھلا دے گا۔ اور یہاں سے پھر پانی بہنا شروع ہو گا اور پھر تیزی کے ساتھ یہ عمل بڑھ جائے گا اور ایک دفعہ جب شروع ہوا تو پھر یہ ساری برف پگھل کے تو پانیوں میں تبدیل ہو جائے گی اور Age بدل جائے گی جو تم چاہتے ہو۔

اب مجھے تفصیل یاد نہیں رہی اس وقت میں نے بتائی تھی بچوں کو۔ بی بی بھی تھیں اس وقت۔ اتنی واضح تھی اور بڑی دلچسپ تفصیل اگر لکھ لیتا تو اچھا رہتا۔

اس کو میں سب سمجھا کر کہتا ہوں کہ یوں برفیں پگھلا کرتی ہیں یوں ICE AGE (یعنی برف کا زمانہ) نسبتاً گرم زمانوں میں تبدیل ہو جاتا ہے تو وہ تعجب سے میری طرف دیکھتا اور کہتا ہے درست ہے یہ بات۔ اب مجھے سمجھ آئی ہے۔ حالانکہ Geologist وہ ہے اور بات بڑی سادہ سی ہے لیکن صاف پتہ چلتا ہے کہ کوئی روحانی تبدیلی کی طرف اشارہ ہے یعنی لوگ منجمد ہیں کوئی ان میں گرمی نہیں ہے۔

اس کے بعد میں وہاں سے نیچے اترتا ہوں تو نیچے ہماری کار کھڑی ہے اس میں سامان لدا ہوا ہے جیسے سفر کی تیاری ہو۔ اور بی بی وغیرہ بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ مونا بھی اگلی سیٹ پہ ہے۔ پیچھے سامان بچے طوبیٰ وغیرہ سب پیچھے بھرے پڑے ہیں تو میں یہ دیکھتا ہوں کہ وہ جو Russia کے پہاڑ ہیں۔ پہلے برف کا پگھلا ہوا نظارہ تھا وہ چھوٹے پیمانے پر تھا اب سارے پہاڑ بھر بھرے ہو جاتے ہیں اور چوٹیوں سے ڈھلکنے لگتے ہیں

Wave After Wave- Wave after Wave

جس طرح لہریں چلتی ہیں اس طرح پہاڑ اتر رہے ہیں جیسے کسی نرم چیز کے ڈھیر کو زیادہ اونچا کر دیا جائے تو خود بخود ڈھلکنے لگتا ہے اور وہ ایک سمت میں آ رہے ہیں اور میں دور سے دیکھتا ہوں نظارہ تو ساری دنیا بھاگی جا رہی ہے اس قدر Panic ہے قیامت آئی پڑی ہے اور دیکھتا اس سمت میں ہوں جس طرف یورپ کا باقی حصہ ہے۔

اور لوگ چھوڑ چھوڑ کے دوڑ رہے ہیں۔ اور لگتا ہے کہ اب یہ جو بھُرتے ہوئے پہاڑ ہیں یہ ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گے اس وقت جو ہمارے ساتھی ہیں ان میں تھوڑی گھبراہٹ ہوتی ہے کہ کیوں نہیں میں اب جلدی چل رہا۔

میں ان سے کہتا ہوں کہ مجھے کوئی فکر نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وہ رستے بنائے ہوئے ہیں جن سے میں آرام سے نکل جاؤں گا اس لئے کوئی گھبراہٹ نہیں آرام سے بیٹھو تیاری کرو اور دروازے بند کر کے پھر ہم کار سٹارٹ کرنے لگتے ہیں تو خواب ختم ہو گئی۔

اس سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ جو جنگ عظیم آئے گی آئندہ۔ اس میں کوئی دھماکہ Russia کی طرف سے پہلے ہو گا۔ کوئی آغاز وہاں سے ہو گا۔ اور پھر جس طرح پہاڑ بھُرتے ہیں۔ اس طرح ہو گا مجھے بعد میں خیال آیا کہ قرآن کریم نے جو یہ فرمایا ہے سورۃ طٰہٰ میں (خدا تعالیٰ پہاڑوں کو اکھاڑ پھینکے گا اور چٹیل میدان بنا دے گا)

تو یہ تو اس کی تعبیر ہے بالکل۔ اور وہ کھلا کھلا منظر ہے آئندہ قوموں کی ترقی اور ان کے تنزل کا اور (احمدیت) کے رستے میں جو حائل ہے وہ پھر (احمدیت) قبول کرنے کے لئے آمادہ ہوں گے جب ان کے تکبر ٹوٹ جائیں گے تو یہ رؤیا دراصل اسی کی تفسیر ہے کس طرح پہاڑ بھُرتے ہیں اور کس طرح وہ Level ہونے لگتے ہیں۔

تو ہو سکتا ہے آغاز Russia ہی کی طرف سے ہو کسی وجہ سے۔ ابھی تک تو دوستیاں ہیں۔ لیکن ظاہری دوستیاں ہیں حقیقی دوستی کوئی نہیں ہے کوئی ایسا واقعہ ہو جائے وہاں اندرونی انقلاب آ جائے سخت گیر لوگ دوبارہ حاکم ہو جائیں کوئی اور ایسا واقعہ ہو جس کے نتیجے میں پھر وہ دھماکہ ہو جائے۔

تو یہ یقیناً ہونے والی باتیں ہیں جو آئندہ زمانے میں ہوں گی اور اللہ بہتر جانتا ہے ہم دیکھیں یا بعد میں لوگ آنے والے دیکھیں گے۔ لیکن انہوں نے مٹنا تو ہے ہی۔ یہ وہ آیت ہے جو اپنی جگہ الگ پیشگوئی فرما رہی ہے۔

(-) پس جو بعد میں تم میں سے کوئی انکار کرے گا پھر میں اسے ایسا عذاب دوں گا کہ جب سے زمانہ بنا ہے کبھی کسی اور قوم کو ایسا عذاب نہیں دیا گیا اور واقعتاً جو Atomic War Fare جس میں (اٹامک بالائی فضا) Atomic Stratosphere ہو جاتا ہے Holocaust (آگ سے جانوں کا ضیاع) اس کا تو کوئی جواب ہی نہیں ویسی تو دنیا نے کوئی چیز دیکھی نہیں۔ مگر یہ جو خوشخبری ہے کہ احمدیوں کو اللہ بچا لے گا رستہ رکھا ہوا ہے جس رستے سے وہ نکل جائیں گے انشاء اللہ۔

(الفضل 12- ستمبر 98ء)

دنیا میں تمام بدیاں نیتوں کے فساد سے پھیلا کرتی ہیں

نیتوں کے کرشمے

عبد السمیع خان - ایڈیٹر الفضل

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

"دنیا میں جتنی بدیاں پھیلتی ہیں وہ نیتوں کے فساد سے پھیلا کرتی ہیں آنحضرت ﷺ نے اس مضمون کو اس طرح بیان فرمایا ہے ایک تو انما الاعمال بالنیات کی مشہور حدیث آپ کے پیش نظر رہنی چاہئے لیکن ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا:-

ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب

(بخاری کتاب الایمان باب فضل من استبرٔ لدینہ)

کہ خبردار انسان کے جسم میں ایک لوتھڑا ہے اگر وہ لوتھڑا صحیح رہے تو سارا جسم صحیح رہتا ہے۔ اور اگر وہ لوتھڑا بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ خبردار وہ لوتھڑا دل ہے۔"

مراد یہ ہے کہ دنیا میں جب بھی بدیاں راہ پاتی ہیں ان کا آغاز دلوں میں مخفی طور پر شروع ہوتا ہے اور اس کے نتیجہ میں رفتہ رفتہ وہ بدی ایک معین خیال اور پھر ایک عزم کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ پھر وہ عملی جامہ پہنتی ہے پھر وہ انفرادی بدی رفتہ رفتہ قومی بدی بننے لگتی ہے اس لئے سب سے پہلے نیتوں کی اصلاح ضروری ہے....

ایسے پروگراموں کی ضرورت ہے کہ جن کے نتیجہ میں بچوں کو نیتوں میں فتور سے محفوظ رکھا جاسکے۔ یہ ایک لمبا کام ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے تفصیلی محنت کا محتاج ہے حکمت کا محتاج ہے۔ جماعتیں اپنی اپنی توفیق کے مطابق ایسے پروگرام بنائیں کہ خاندانوں کو متنبہ کرنے کی مشینری قائم ہو جائے۔ ایک ایسا کارخانہ بن جائے جس کے نتیجہ میں مستقلاً اس موضوع پر ماں' باپ کی تربیت کے سامان پیدا ہوتے رہیں۔ اس کے علاوہ خدام الاحمدیہ' انصار اللہ اور لجنات میں نیت کے مضمون کے اوپر مختلف نصیحتوں پر مشتمل تقاریر ہونی چاہئیں۔ اس موضوع پر مقابلے کروائے جاسکتے ہیں۔ کہ نیتوں کا فتور کیسے قوم کو ہلاک کرتا ہے اور یہ کہ کس طرح قوموں کی تاریخ سے ہمیں استفادہ کرنا چاہئے۔ نیز یہ کہ جماعت احمدیہ کیا طریق اختیار کرے جس کے ذریعہ ہماری نسلیں پاک اور صاف اور واضح نیتوں کے ساتھ جوان ہو رہی ہوں۔ یہی پیغام ہے جو میں افریقہ کے دوران افریقہ کو دیتا رہا ہوں۔ ان کو میں بتاتا رہا ہوں کہ آپ کے بچوں کی نیتیں ابھی سے بگڑ چکی ہیں سارا ماحول اتنا گندہ ہو گیا ہے کہ آپ کی تعمیر نو ہو نہیں سکتی جب تک اپنی آئندہ نسلوں کی درستی کی طرف توجہ نہ کریں۔ اس کے لئے جہاں احمدی سکول ہیں وہاں سکولوں میں ایسے نصاب داخل کئے جاسکتے ہیں اور بالعموم جماعتی نظام کے تابع ایسے اور ذرائع اختیار کئے جاسکتے ہیں کہ جماعت کے سامنے کھول کھول کر آئندہ نسلوں کی نیتوں کو درست رکھنے سے متعلق تدابیر پیش کی جائیں اور پھر ایسے اقدامات کئے جائیں کہ جن سے افراد کی مدد ہو۔ صرف ماں' باپ پر نہ چھوڑا جائے کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت کریں بلکہ جماعت ان کی مدد کرے۔ اور عملاً ان کو اس قابل بنائے کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت کر سکیں اس ضمن میں ماں' باپ کی تربیت کے اجلاس بلائے جاسکتے ہیں بعض باتیں ایسی ہیں جن کا تعلق گو بچوں سے ہے لیکن براہ راست بچے مخاطب نہیں ہو سکتے۔ ماں باپ کی تربیت کے سکول ہونے چاہئیں ان کو بتانا چاہئے کہ قوم میں یہ خرابیاں جڑ پکڑ گئی ہیں اور پھیل رہی ہیں اور اپنے اپنے بچوں کو بچانا ضروری ہے ورنہ اس کشتی سے باہر چلے جائیں گے جو کشتی اس زمانہ میں مومنین کی حفاظت کے لئے خدا تعالیٰ نے دوبارہ تعمیر کی ہے۔"

(الفضل 10 جنوری 1989ء' خطبہ جمعہ فرمودہ 14۔ اکتوبر 1988ء)

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ

جب قیامت کا دن ہو گا تو اللہ تعالیٰ کے اولیاء کو لایا جائے گا۔ اور وہ خدا تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے۔ اور تین قسموں میں انہیں تقسیم کیا جائے گا۔ پہلے ایک قسم کا آدمی لایا جائے گا۔ اسے اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ اے میرے بندے! تو نے (نیک) اعمال کس وجہ سے کئے تھے؟ وہ عرض کرے گا کہ اے میرے رب! آپ نے جنت پیدا کی اور اس کے درخت اور پھل پیدا کئے۔ اور نہریں پیدا کیں اور اس کی حوریں اور اس کی نعمتیں اور جو کچھ بھی آپ نے اپنی اطاعت کرنے والوں کے لئے تیار کیا ہے۔ سب کچھ بنایا۔ پس میں نے ان چیزوں کو حاصل کرنے کے لئے شب بیداری کی۔ اور دن کو روزے رکھے۔ اس پر خدا تعالیٰ اسے فرمائے گا۔ اے میرے بندے! تو نے صرف جنت کی خاطر نیک اعمال کئے۔ سو یہ جنت ہے اس میں داخل ہو جا اور یہ میرا فضل ہی ہے کہ میں نے تجھ کو آگ سے آزاد کر دیا ہے۔ اور یہ بھی فضل ہے کہ میں تجھے جنت میں داخل کروں گا۔ پس وہ اور اس کے ساتھی جنت میں داخل ہو جائیں گے پھر دوسری قسم کے آدمیوں میں سے ایک آدمی لایا جائے گا۔ اس سے بھی اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ اے میرے بندے! تو نے نیک اعمال کس غرض سے کئے تھے۔ وہ جواب دے گا کہ اے میرے رب! تو نے دوزخ پیدا کی اور اس کی بیڑیاں اور اس کی شعلہ زن آگ اور اس کی باد سموم اور گرم پانی اور جو کچھ بھی تو نے اپنے نافرمانوں اور دشمنوں کے لئے تیار کیا ہے۔ پیدا کیا۔ پس میں نے ان چیزوں سے ڈرتے ہوئے۔ شب بیداری کی اور دن کو روزے رکھے۔ اس پر خدا تعالیٰ فرمائے گا۔ اے میرے بندے! تو نے یہ کام صرف میری آگ سے ڈرتے ہوئے کئے تھے۔ پس میں نے تجھے آگ سے آزاد کیا اور اپنے فضل سے تجھے جنت میں داخل کروں گا۔ پس وہ اپنے ساتھیوں سمیت جنت میں داخل ہو جاوے گا۔ اس کے بعد تیسری قسم کے لوگوں میں سے ایک آدمی کو لایا جائے گا۔ اس سے خدا تعالیٰ پوچھے گا۔ اے میرے بندے! تو نے (نیک) کام کس وجہ سے کئے تھے؟ وہ جواب دے گا اے میرے رب! تیری محبت کی وجہ سے اور تیرے ملنے کے اشتیاق میں۔ تیری عزت کی قسم میں راتوں کو جاگا اور دن کو میں نے روزے رکھے۔ صرف تیرے اشتیاق اور تیری محبت میں' پس مبارک اور بلند و بالا خدا اسے فرمائے گا۔ اے میرے بندے! تو نے یہ تمام نیک کام میری محبت اور میری ملاقات کے شوق کی وجہ سے کئے تھے۔ سو اپنا بدلہ لے۔ اور اللہ جلّ جلالہٗ اس شخص کے لئے خاص تجلی فرمائے گا۔ اور سارے پردوں کو اپنے چہرے سے دور کر دے گا اور اس کے سامنے آجائے گا اور کہے گا اے میرے بندے! لے میں یہ موجود ہوں۔ میری طرف دیکھو۔ پھر فرمائے گا میں نے اپنے فضل سے تجھے آگ سے آزاد کیا اور جنت کو تیرے لئے جائز کرتا ہوں اور فرشتوں کو تیرے پاس بھیجوں گا اور میں خود تجھے سلام کہوں گا۔ پس وہ اپنے ساتھیوں سمیت جنت میں داخل ہو جائے گا۔"

(ابن کثیر جلد 5 صفحہ 122)

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی فعل کے محرک بدلنے سے خدا کی نظر میں اس فعل کی کیفیت بدل جاتی ہے۔ اور یہی وہ ابدی سچائی ہے جس کو حضور اکرم ﷺ نے ان الفاظ کا لباس پہنایا۔

انما الاعمال بالنیات (بخاری کتاب بدء الوحی)

سب اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے۔ یہ حدیث آنحضرت ﷺ کے جوامع الکلم کا شاہکار ہے۔ اور تمام انسانی زندگی کے تمام افعال و نتائج کا خلاصہ اس میں بیان کر دیا گیا ہے۔ اس لئے علماء کی نظروں میں یہ حدیث غیر معمولی حیثیت رکھتی ہے۔ بعض نے اسے تہائی اسلام قرار دیا ہے اور بعض نے تہائی علم۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ "اس سے زیادہ جامع و مانع اور مفید حدیث کوئی نہیں ہے۔"

(فتح الباری جلد ۱ صفحہ ۱۱)

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کے نزدیک حضرت مسیح موعود...... کا مصرع "ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے" اسی حدیث نبوی کی شرح ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"ہر انسان کے ہر عمل کی جڑ اس کی نیت میں ہوتی ہے۔ پس اگر وہ جڑ تقویٰ ہے تو اس کے اعمال کی تمام تر عمارت خواہ وہ ثریا تک جا پہنچے وہ خدا کے حضور مقبول اور حسین ہو گی۔ ایک خوبصورت' دلکش اور پائیدار عمارت تعمیر ہو گی اور اگر نیتوں کی جڑ میں نقص پیدا ہو جائے تو پھر کچھ بھی باقی نہیں رہتا..... اس حدیث کا اطلاق انسان کی ساری زندگی پر اس کے تمام خیالات پر' اور اس کے تمام اعمال پر ہوتا ہے۔ بہت ہی وسیع مضمون سے تعلق رکھنے والی حدیث ہے اور انسانی نفسیات کا اگر تجزیہ کیا جائے تو یہ انسانی نفسیات کی وہ جڑ ہے جس کو اگر پکڑ لیں تو ہر انسان کی نفسیات کی الجھن اس سے حل ہو سکتی ہے۔"

(خطبہ جمعہ 9۔ اگست 1991ء)

امر واقعہ یہ ہے کہ ایک دنیا تو وہ ہے جو ارض و سماء کی بلندیوں اور پہنائیوں کے درمیان آباد ہے اور اس کے سارے رنگ و روپ' حرکات اور افعال کے ساتھ وابستہ ہیں۔ مگر ایک اور دنیا ان افعال کے پس منظر میں آباد ہے جو نیتوں اور محرکات کی دنیا ہے۔ اور اس ظاہری دنیا سے کہیں زیادہ پیچیدہ اور گنجلک ہے۔ جسے حقیقت میں صرف عالم الغیب والشہادۃ خدا ہی جانتا ہے اور اسی کے مطابق انسان سے معاملہ کرتا ہے۔ نیتوں کا تھوڑا تھوڑا زاویہ بدلنے سے نتائج کی نئی دنیا ظاہر ہوتی چلی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے نیتوں کا جہان بڑا ہی دلچسپ اور عجیب و غریب ہے۔ نیتوں کے مختلف روپ اور ان پر مرتب ہونے والے نتائج کا مطالعہ انسان کو اپنی نیتوں کی اصلاح کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اس مضمون میں احادیث اور بزرگان سلف کے ایسے ہی عبرت آموز نمونوں کو مختلف عنوانوں کے تابع دکھایا گیا ہے۔

ایک قسم کے افعال مگر نیتوں کے فرق کی وجہ سے نتائج میں بُعد

المشرقین کے نمونے

رسول کریم ﷺ کا یہ زندہ اور لافانی کلام غیر متبدل صداقت ہے اور اس کو سمجھانے کے لئے حضور اکرم ﷺ نے خود ہی مختلف مثالیں دے کر اس کو واضح فرما دیا ہے کہ نیتیں کس طرح ایک ہی قسم کے اعمال کے ماحصل میں زمین و آسمان کا فرق پیدا کر دیتی ہیں۔ چنانچہ ایک شخص نے ام قیس نامی عورت سے شادی کرنے کے لئے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ حضور

ﷺ کو معلوم ہوا تو فرمایا۔

"سب اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے اور ہر انسان کو اس کی نیت کے مطابق ہی بدلہ دیا جاتا ہے۔ پس جس شخص نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی خاطر ہجرت کی اور ان کی خوشنودی کے لئے اپنے وطن اور خواہشات کو ترک کر دیا۔ اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی طرف ہی ہوگی۔ لیکن جس نے دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کی خاطر ہجرت کی تو اس کی ہجرت کی غرض بھی وہی قرار پائے گی جو اس کی اپنی نیت ہے اور اسے ثواب میں کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ یعنی اپنی نیت کا پھلؐ جیسی بھی وہ نیت ہے اس کے مطابق ملے گا۔

(بخاری کتاب بدء الوحی فتح الباری جلد اول)

ایک بار فرمایا۔

"دنیا میں چار قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔

اول وہ شخص جسے خدا نے مال اور علم بخشا ہے اور وہ اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ صلہ رحمی کرتا ہے اور حقوق اللہ بھی ادا کرتا ہے یہ سب سے بہتر انسان ہے۔

دوم وہ شخص جسے خدا نے علم تو دیا ہے مال نہیں دیا ہے۔ مگر صادق النیت ہے۔ وہ کہتا ہے اگر خدا مجھے مال دیتا تو میں اس پہلے شخص کی طرح خرچ کرتا۔ اس کی نیت کی وجہ سے اس کا اور پہلے شخص کا اجر برابر ہے۔

سوم وہ شخص جسے خدا نے مال دیا ہے مگر علم نہیں دیا وہ لاعلمی کی وجہ سے مال ناجائز رستوں پر خرچ کرتا ہے نہ تو خدا سے ڈرتا ہے نہ صلہ رحمی کرتا ہے نہ حقوق اللہ ادا کرتا ہے۔ یہ بدترین انسان ہے۔

چہارم وہ شخص جسے خدا نے نہ مال دیا ہے نہ علم۔ وہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں مذکورہ بالا تیسرے شخص کی طرح کام کرتا۔ اس کی نیت کی وجہ سے اس کا گناہ تیسرے شخص کے برابر ہوگا۔"

(ترمذی ابواب الزھد باب مثل الدنیا مثل اربعہ نفر)

پھر فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ غیرت کی ایک قسم کو پسند کرتا ہے اور دوسرے سے نفرت کرتا ہے۔ جس غیرت کو پسند کرتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان مشکوک اور تہمت والی چیزوں کے پاس جانے سے غیرت کھائے۔ اور جن چیزوں میں کوئی شک وشبہ والی بات نہ ہو ان سے غیرت کرنے کو ناپسند کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فخر کی ایک قسم کو پسند کرتا ہے اور ایک سے نفرت کرتا ہے۔ جس کو پسند کرتا ہے وہ یہ ہے کہ آدمی جنگ کے وقت اپنے پر ناز اور فخر کرے اور صدقہ دے کر خوشی محسوس کرے۔ اور ناپسندیدہ فخر یہ ہے کہ برائیوں پر فخر کرے یا حسب ونسب میں فخر کرے۔"

(ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الخیلاء فی الحرب)

جہاد بالسیف ایک غیر معمولی قربانی کا متقاضی ہے۔ مگر اس کی جزا اس کے اجر کا فیصلہ کرتی ہے۔ ایک شخص نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ ایک آدمی مال غنیمت کے لئے جہاد میں شریک ہوتا ہے اور ایک آدمی اپنی شہرت کے لئے اور ایک آدمی اپنی شجاعت کے اظہار کے لئے۔ ان میں سے کون خدا کی راہ میں جہاد کرنے والا قرار پائے گا۔ حضور نے فرمایا۔

"وہ شخص جو اس لئے جہاد کرتا ہے کہ خدا کا کلمہ دنیا میں بلند ہو در حقیقت صرف وہی جہاد فی سبیل اللہ کرنے والا ہے۔"

(بخاری کتاب الجہاد باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا)

جہاد بالسیف میں جو گھوڑے استعمال کئے جاتے ہیں وہ بھی نیتوں کے اثرات قبول کرتے ہیں۔ حضور نے فرمایا گھوڑے تین طرح کے ہوتے ہیں۔

1 جو خدا کی راہ میں اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے پالے جاتے ہیں وہ اپنے مالک کے لئے اجر کا موجب ہوتے ہیں۔

2 جو شخص دوسرے کی محتاجی اور ہاتھ پھیلانے سے بچنے کے لئے گھوڑا پالتا ہے اور اس کے متعلق حقوق اللہ ادا کرتا ہے وہ اس کے لئے ستر اور گناہوں کی پردہ پوشی کا موجب ہے۔

3 اور جو شخص فخر اور ریاء اور مسلمانوں سے دشمنی کی خاطر گھوڑا پالتا ہے۔ وہ اس کے لئے بوجھ اور وبال کا موجب ہوگا۔

(بخاری کتاب المساقاۃ باب شرب الناس)

پاک نیت انسان کے روزمرہ کے کاموں کو جو عام طور پر وہ طبعی جوش سے انجام دیتا ہے۔ اسے بھی عبادت اور رضائے الٰہی میں بدل دیتی ہے۔ حضور نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے فرمایا۔

"تو جو کچھ بھی رضائے الٰہی کی نیت سے خدا کی راہ میں خرچ کرے حتیٰ کہ اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالے تو اس کا بھی تجھے اجر دیا جائے گا۔"

(بخاری کتاب الایمان باب ان الاعمال بالنیۃ)

لالچ کرنا اور دوسرے کے آگے ہاتھ پھیلانا منع ہے مگر جب خدا خود اپنے فضل سے عنایت کرے تو اس کو قبول کرنے میں ہی ثواب ہے۔ حضرت عمرؓ بیان فرماتے ہیں کہ "حضور ﷺ مجھے کچھ عطا فرماتے تھے تو میں عرض کرتا تھا یا رسول اللہ اسے مجھ سے زیادہ مستحق کو عنایت فرمائیں۔ تو حضور ﷺ فرماتے تھے جب تجھے کوئی ایسا مال دیا جائے جس کی تو لینے کی طمع نہ رکھتا ہو اور نہ اس کے لئے سوال کیا ہو تو اسے لے لیا کر۔ مگر جو اس کے برعکس ہو وہ نہ لیا کر۔

(بخاری کتاب الزکوٰۃ باب من اعطاہ اللہ شیاء من غیر مسئلۃ)

ایک آدمی مدینہ سے سفر کر کے دمشق میں حضرت ابو الدرداء کے پاس پہنچا۔ اور ان کے پوچھنے پر بتایا کہ میں آپ سے منسوب رسول کریم ﷺ کی حدیث سننے آیا ہوں۔ انہوں نے کہا تیرا کوئی اور تو مقصد نہیں۔ کہا نہیں۔ پھر پوچھا تو تجارت کے لئے تو نہیں آیا۔ جواب ملا نہیں۔ پوچھا کیا تو صرف اسی حدیث کے سننے کے لئے آیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔

"جو شخص حصول علم کی راہوں پر چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کے راستے آسان کرتا ہے۔"

(ترمذی کتاب العلم باب فضل الفقہ علی العبادۃ)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

ایک لشکر کعبہ پر حملہ کرے گا۔ جب وہ مقام بیداء پر پہنچے گا تو ان کو اول سے آخر تک زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ان سب کو کیوں زمین میں دھنسایا جائے گا۔ حالانکہ ان میں بازار بھی ہوں گے۔ یعنی تاجر وغیرہ ہوں گے اور وہ لوگ بھی جو ان میں سے نہیں ہوں گے (یعنی حملہ کرنے کی نیت سے نہیں آئے) فرمایا ان سب کو زمین میں دھنسایا جائے گا اور پھر ان کی نیتوں کے مطابق انہیں اٹھایا جائے گا۔ (یعنی نیتوں کے مطابق سلوک کیا جائے گا)

(بخاری کتاب البیوع باب الاسواق)

اعمال بظاہر متضاد ہیں مگر اچھی نیت کی وجہ سے خدا کی نظر میں مقبول ہیں

حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ۔

"حضرت ابوبکرؓ نماز تہجد کی قراءت میں اپنی آواز بہت دھیمی رکھتے تھے اور حضرت عمرؓ بلند آواز سے قراءت رکھتے تھے۔ حضور ﷺ نے ان دونوں سے وجہ دریافت فرمائی تو حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی کہ میں اس وجود کو قراءت سناتا ہوں جس سے میں راز کی باتیں کرتا ہوں (یعنی خدا میری آہستہ آواز بھی سن لیتا ہے) اور حضرت عمرؓ نے عرض کی۔ میں شیطان کو اس کے ذریعے خوفزدہ کرتا ہوں اور سونے والوں کو جگاتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ سب طرز عمل طیب اور پاکیزہ ہیں۔ تاہم حضرت ابوبکرؓ کو ہدایت فرمائی کہ وہ اپنی آواز تھوڑی سی بلند کر لیں اور حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اپنی آواز قدرے دھیمی رکھا کریں۔

(مسند احمد جلد 1 صفحہ 109 جامع ترمذی ابواب الصلوٰۃ باب قراءۃ اللیل)

ایک دفعہ حضور ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ سے پوچھا تم وتر کب پڑھتے ہو؟ عرض کیا رات کے اول حصہ میں پڑھ لیتا ہوں۔ پھر آپؐ نے یہی سوال حضرت عمرؓ سے کیا تو جواباً عرض کیا۔ رات کے آخری حصے میں اس پر آپؐ نے فرمایا۔ ابوبکر نے احتیاط کا راستہ اختیار کیا اور عمر نے توانائی کی راہ اختیار کی۔

(ابوداؤد ابواب الوتر باب الوتر قبل النوم)

آنحضرت ﷺ جنگ خندق سے فارغ ہوکر اسلحہ وغیرہ اتار رہے تھے کہ جبرائیل نے آپ کو خدا کا یہ پیغام سنایا کہ یہودی قبیلہ بنو قریظہ کی طرف پیش قدمی کرو اور آپؐ نے فوراً یہ اعلان کروایا کہ بنو قریظہ کی طرف چلو اور عصر کی نماز وہیں جا کر ادا کی جائے گی۔ صحابہ نے فوراً تعمیل شروع کر دی۔ مگر بعض صحابہ کو دیر ہوگئی۔ اور سورج غروب ہونے کا وقت آگیا اس لئے ان میں سے کچھ نے تو راستہ میں ہی نماز عصر ادا کر لی کیونکہ وقت ختم ہو رہا تھا اور بعض نے کہا کہ چونکہ حضورؐ نے عصر کی نماز بنو قریظہ میں ادا کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس لئے ہم وہیں پہنچ کر نماز ادا کریں گے۔ حضور کو خبر ملی تو حضورؐ نے دونوں فریقوں کے طرز عمل کو قبول کیا اور کسی پر ناراضگی کا اظہار نہیں کیا۔

(بخاری کتاب المغازی باب مرجع النبی من الاحزاب)

حضرت عبداللہ بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے فقہاء میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود کو سب سے کم نفلی روزے رکھتے ہوئے دیکھا ہے۔ ان سے پوچھا گیا آپ زیادہ روزے کیوں نہیں رکھتے۔ فرمایا میں نماز کو روزہ پر ترجیح دیتا ہوں۔ اگر زیادہ روزے رکھوں تو کمزور ہو جاتا ہوں اور نماز کا حق ادا نہیں کر سکتا۔

(طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 155)

روزہ رکھنے اور پیٹ بھر کر کھانے والے میں کتنا بڑا امتیاز ہے۔ مگر روح اطاعت نے خدا کی نظر میں ایک مقام حاصل کر لیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

"کھانا کھا کر خدا کا شکر ادا کرنے والے کا اجر صبر کے ساتھ روزہ رکھنے والے کی طرح ہے۔"

(بخاری کتاب الاطعمۃ باب الطاعم الشاکر)

اعمال بظاہر اچھے نہیں مگر نیک نیت کی وجہ سے مقبول ہیں

حضور ﷺ اپنے صحابی حضرت سعد بن عبادہ کے گھر تشریف لے گئے اور سلام کر کے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ سعدؓ گھر میں موجود تھے انہوں نے آہستہ آواز میں سلام کا جواب دیا کہ حضور ﷺ نہ سن سکیں۔ سعدؓ کے بیٹے قیسؓ نے اپنے والد سے کہا کہ آپ حضور ﷺ کو اندر آنے کی اجازت دیں مگر سعدؓ نے کہا۔ حضور ﷺ کو زیادہ بار سلام کرنے دو تاکہ ہم زیادہ دعاؤں کے مستحق ہوں۔ حضور ﷺ نے دوبارہ سلام کیا مگر سعدؓ نے ہلکی آواز میں جواب دیا۔ حضور ﷺ تیسری بار سلام کر کے جانے لگے تو سعدؓ فوراً لپکے اور عرض کیا میں حضورؐ کا سلام سن رہا تھا اور آہستہ آواز میں جواب دیتا تھا تاکہ حضورؐ کے بار بار سلام سے زیادہ برکت حاصل کریں۔ پھر وہ حضور ﷺ کو گھر لائے اور خدمت کی سعادت حاصل کی۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب کم مرۃ یسلم الرجل)

ایک صحابیہؓ نے اپنے ہاتھوں سے ایک بہت خوبصورت حاشیہ دار چادر تیار کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی۔ اور ان دنوں میں حضور کو چادر کی ضرورت بھی ہوئی۔ حضورؐ وہ چادر پہن کر مجلس میں تشریف لائے۔ تو حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ یہ چادر مجھے عنایت فرما دیں۔ حضورؐ نے قبول فرمایا اور جب واپس تشریف لے گئے تو چادر ان کو بھجوا دی۔ دوسرے صحابہؓ نے حضرت عبدالرحمانؓ کے فعل پر برا منایا اور کہا آپ جانتے ہیں کہ حضورؐ کو چادر کی ضرورت تھی اور یہ بھی جانتے ہیں کہ حضورؐ کسی سائل کا سوال رد نہیں فرماتے۔ انہوں نے جواب دیا جانتا ہوں مگر میں نے یہ چادر اس لئے مانگی ہے کہ کفن کے طور پر مجھے پہنائی جائے۔ چنانچہ اسی چادر میں ان کو کفن دیا گیا۔

(بخاری کتاب الجنائز باب من استعد الکفن فی زمن النبی)

حضرت اویسؓ قرنی حضور ﷺ کی حیات

مبارکہ میں یمن میں اسلام قبول کر چکے تھے۔ مگر اپنی والدہ کی خدمت میں مصروف رہنے کی وجہ سے حضور انور کی صحابیت کا شرف حاصل نہ کر سکے۔ مگر آنحضرت ﷺ نے حضرت اویسؓ کی خدمت والدہ کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھا اور بسا اوقات یمن کی طرف منہ کر کے فرماتے تھے کہ مجھے یمن کی طرف سے خدا کی خوشبو آتی ہے۔ اور حضور ﷺ نے حضرت اویسؓ قرنی کو سلام بھجوایا اور حضرت عمرؓ کو ان سے دعا کی درخواست کرنے کی نصیحت فرمائی۔

(مسلم کتاب الفضائل باب فضائل اویس تذکرۃ الاولیاء صفحہ 18)

جب تک حضرت اویسؓ کی والدہ زندہ رہیں ان کی تنہائی کے خیال سے حضرت اویسؓ نے حج نہیں کیا اور ان کی وفات کے بعد فریضہ حج ادا کیا۔ (سیر الصحابہ جلد 7 ص 159)

حضرت ابو ہریرہؓ نے بھی والدہ کی تنہائی کے خیال سے ان کی زندگی میں حج نہیں کیا۔

(مسلم کتاب الایمان باب ثواب العبد)

حضرت یزیدؓ نے کچھ دینار بطور صدقہ نکالے اور مسجد میں ایک آدمی کے سپرد کر دیئے کہ کسی مستحق کو پہنچا دے۔ اتفاق سے حضرت یزیدؓ کے بیٹے حضرت معنؓ وہاں گئے اور چونکہ ضرورت مند تھے اس لئے انہوں نے وہ رقم قبول کر لی۔ گھر واپس آئے تو حضرت یزیدؓ نے کہا کہ میں نے یہ رقم تجھے دینے کا ارادہ نہیں کیا تھا اور یہ معاملہ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ تو حضورؐ نے فرمایا۔

"اے یزیدؓ تجھے اپنی نیت کا اجر اور ثواب مل گیا اور اے معنؓ جو کچھ تو نے لیا ہے وہ تیرا ہی ہے۔ کیونکہ تو اس کا مستحق ہے۔ (بخاری کتاب الزکوٰۃ تصدق علی ابنہ)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"ایک آدمی نے کچھ صدقہ کرنے کا ارادہ کیا۔ وہ رات کو رقم لے کر نکلا اور لاعلمی میں ایک چور کو دے دیا۔ صبح کے وقت لوگ باتیں کرنے لگے کہ ایک چور کو صدقہ دے دیا گیا۔ اس آدمی نے کہا اے اللہ میں اور صدقہ کروں گا۔ وہ دوسری رات رقم لے کر نکلا اور غلطی سے ایک زانیہ کو دے دی۔ صبح لوگ کہنے لگے کہ رات زانیہ کو کسی نے صدقہ دے دیا۔ وہ آدمی تیسری رات صدقہ لے کر نکلا اور انجانے میں ایک امیر آدمی کو رقم دے دی اور لوگ صبح باتیں کرنے لگے کہ رات ایک امیر آدمی کو صدقہ دے دیا گیا۔ اس پر اس آدمی نے تکلیف محسوس کی اور خدا سے دعا کی تو اسے خواب میں کہا گیا۔ جو صدقہ تو نے چور کو دیا ممکن ہے اس وجہ سے چوری سے توبہ کر لے اور زانیہ صدقہ کی وجہ سے پاکیزگی اختیار کر لے اور امیر آدمی اس صدقہ کی وجہ سے نصیحت حاصل کر لے اور خدا کی راہ میں صدقہ دینا شروع کر دے۔"

(بخاری کتاب الزکوٰۃ باب اذا تصدق علی غنی)

رسول کریم ﷺ نے جنگ احد کے دن فرمایا۔

آج کون مجھ سے تلوار لے کر اس کا حق ادا کرے گا۔ حضرت ابو دجانہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اس کا حق ادا کروں گا۔ حضرت ابو دجانہؓ تلوار لے کر صفوں کے درمیان اکڑ کر چلنے لگے۔ اس پر حضور نے فرمایا۔

"خدا کو یہ چال سخت ناپسند ہے۔ سوائے اس قسم کے موقع کے" (اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 184)

حضرت عامر بن اکوعؓ کی تلوار چھوٹی تھی۔ غزوہ خیبر میں ایک یہودی پر حملہ کرنے کے لئے تلوار بلند کی تو وہ آگے سے ہٹ گیا اور تلوار حضرت عامرؓ کے گھٹنے پر آ لگی اور اسی سے وہ شہید ہو گئے۔ بعض لوگوں نے اس پر کہا کہ حضرت عامرؓ شہید نہیں ہوئے بلکہ خودکشی کی ہے۔ اور اس وجہ سے ان کے بھائی حضرت سلمہؓ بڑے اداس تھے۔ حضور ﷺ کو معلوم ہوا تو فرمایا "اس کے لئے تو دوگنا اجر ہے وہ تو خدا کی راہ کا مجاہد، سچا مجاہد تھا۔ (بخاری کتاب الادب باب مایجوز من الشعر)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی ٹانگیں چھوٹی اور پتلی تھیں۔ ایک دفعہ وہ حضور ﷺ کے لئے مسواک حاصل کرنے کی خاطر ایک درخت پر چڑھے تو بعض لوگ ان کی ٹانگیں دیکھ کر ہنسنے لگے۔ حضور نے فرمایا۔

"یہ ٹانگیں گو ظاہراً پتلی ہیں۔ مگر خدا کی نظر میں ان کا وزن احد پہاڑ سے بھی زیادہ ہے۔"

(طبقات ابن سعد جلد 3 ص 155)

حضرت بلالؓ حرف "ش" اچھی طرح ادا نہیں کر سکتے تھے۔ جب کفار زیادہ ظلم کرتے تو آپ کہتے۔ اسھد ان لا الہ الا اللہ جب حضور ﷺ نے آپ کو مدینہ مؤذن مقرر کیا اور آپ اسھد ان لا الہ الا اللہ کہتے تو نوجوان ہنس پڑتے۔ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو فرمایا۔

"خدا تعالیٰ کو بلال کا اسھد کہنا اتنا پیارا ہے کہ اس کے مقابلہ میں تمہارا اشھد کہنا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ تمہیں کیا معلوم کہ یہ کن حالات میں قربانیاں دیتا رہا ہے۔"

اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ تمہاری صورتیں اور اموال نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔ اگر انسان کا دل صالح ہو تو اس پر رحم فرماتا ہے۔"

(کنز العمال جلد 2 صفحہ 87)

حضرت علیؓ نے ایک جنگ میں ایک نامی پہلوان کو زیر کر لیا۔ جب اس نے اپنی موت قریب دیکھی تو حضرت علیؓ کے منہ پر تھوک دیا۔ حضرت علیؓ فوراً اسے چھوڑ کر اٹھ بیٹھے اور معاف فرما دیا۔ اس پر اس پہلوان کی حیرت کی انتہاء نہ رہی۔ اس نے وجہ پوچھی تو فرمایا میری تجھ سے لڑائی محض خدا کی خاطر تھی لیکن جب تو نے میرے منہ پر تھوکا تو اس لڑائی میں میرے نفس کا غصہ بھی شامل ہو گیا۔ اس لئے میں نے تجھے چھوڑ دیا۔ حضرت علیؓ کے اس فعل کو خدا نے ایسی قبولیت عطا فرمائی کہ اس روح کو موت کی بجائے نئی زندگی عطا کر دی اور وہ حلقہ بگوشان رسول میں داخل ہو گیا۔

مردوں کے لئے سونے کے زیور پہننا منع ہیں۔ مگر رسول کریم ﷺ نے ہجرت کے موقع پر سراقہ بن مالک کو امان دیتے ہوئے یہ پیشگوئی فرمائی تھی۔ کہ

ایک وقت آئے گا کہ تجھے کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے۔" چنانچہ حضرت عمرؓ کے دور میں جب کسریٰ کا علاقہ فتح ہوا اور اس کے اموال مسلمانوں کے قبضہ میں آئے تو حضرت عمرؓ نے اس پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے سراقہ کو کسریٰ کے سونے کے کنگن پہنائے اور خدا کی حمد بلند کی گئی۔

(اصابہ جلد 2 صفحہ 18)

حضور ﷺ نے فرمایا۔

"اگر روزہ دار بھول کر کچھ کھا پی لے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا وہ اپنا روزہ مکمل کرے۔ یہ تو خدا نے اسے رزق عطا فرمایا ہے۔" (بخاری کتاب الصوم باب الصائم اذا اکل او شرب)

حضور ﷺ نے صحابہؓ کو یہ واقعہ سنایا کہ

"ایک شخص کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنی اولاد کو نصیحت کی کہ جب میں مرجاؤں تو میرے لئے بہت سا ایندھن جمع کرنا۔ پھر اس میں آگ لگانا اور مجھے اس میں پھینک دینا۔ جب میرا گوشت گل جائے تو میری ہڈیوں کو پیس کر باریک کر دینا اور پھر اسے کسی تیز آندھی والے دن سمندر میں پھینک دینا۔ کیونکہ اگر خدا نے مجھ پر قدرت پالی تو وہ مجھے سخت عذاب دے گا جو پہلے کسی کو نہ دیا ہو۔ جب وہ مر گیا تو اس کی وصیت کے مطابق اس سے سلوک کیا گیا۔ خدا تعالیٰ نے اس کو دوبارہ زندہ کیا اور پوچھا کہ تو نے ایسا حکم کیوں دیا تھا اس نے کہا اے میرے رب تیرے ڈر اور خوف سے۔ اس پر خدا نے اس کو معاف فرما دیا۔"

(بخاری کتاب الانبیاء باب ماذکر عن بنی اسرائیل)

حضرت حسن بصریؒ کا گزر ایک دفعہ نماز کے وقت حضرت حبیب عجمی کے عبادت خانہ کے قریب سے ہوا۔ حضرت حبیب عجمیؒ نے نماز شروع کی۔ مگر عجمی ہونے کی وجہ سے قرآن شریف کی قراءت عمدگی سے نہ کر سکتے تھے۔ حسن بصری نے آپ کی قراءت میں بعض غلطیاں دیکھ کر الگ نماز پڑھ لی۔ اسی رات حسن بصری نے خواب میں خدا تعالیٰ کو دیکھا اور پوچھا۔ اے الہ العالمین تیری رضا کس بات میں ہے۔ فرمایا

"حسن تم نے میری رضا کو پالیا۔ مگر اس کی قدر نہ کی۔ پوچھا وہ کیسے؟ جواب ملا۔ حبیب عجمی کے پیچھے نماز پڑھنا۔ وہ ایک نماز تمہاری تمام نمازوں کا بدل ہو سکتی ہے تم نے الفاظ کی درستی کا خیال کیا مگر نیت کی درستی کا خیال نہ کیا۔ زبان اور دل کے ٹھیک کرنے میں بہت فرق ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء 45 کشف المحجوب صفحہ 143)

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کے متعلق مشہور ہے کہ آپ اعلیٰ سے اعلیٰ کھانے کھاتے اور اچھے سے اچھا کپڑا پہنتے تھے۔ بعض لوگوں نے آپ پر اعتراض کیا تو فرمایا۔ میں کیا کروں جب تک خدا تعالیٰ مجھے نہیں کہتا اے عبد القادر میری ذات کی قسم ہے تو یہ کھا۔ اس وقت تک میں نہیں کھاتا اور جب تک خدا مجھے یہ نہیں کہتا کہ اے عبد القادر تجھے میری ذات کی قسم تو فلاں کپڑا پہن اس وقت تک میں کپڑا نہیں پہنتا۔ حضرت امام جعفر صادق کو ایک دفعہ لوگوں نے بہت اعلیٰ لباس زیب تن کئے ہوئے دیکھا تو عرض کیا۔ اے رسول اللہ ﷺ کے بیٹے! یہ آپ کے خاندان کی عادت تو نہیں ہے۔ تو آپ نے ایک شخص کا ہاتھ پکڑ کر اپنی آستین سے لگایا اور بتایا کہ دیکھ اندر موٹا کپڑا پہنا ہوا ہے جو جسم کو گراں گزرتا ہے۔ فرمایا ھٰذا للحق وھٰذا للخلق یہ موٹا کپڑا خدا کی خاطر ہے اور یہ عمدہ لباس مخلوق کے لئے ہے۔

(تذکرہ اولیاء صفحہ 15)

نیت اس رنگ میں بھی جلوہ دکھاتی ہے کہ غلط فعل کے باوجود نیت بری نہ ہونے کی وجہ سے خدا کے حضور قابل گرفت نہیں ہوتی۔

رسول کریم ﷺ نے فتح مکہ کے سفر کو خفیہ رکھا تھا۔ مگر حضرت حاطبؓ نے غلطی سے اہل مکہ کو ایک خط کے ذریعہ حضورؐ کی آمد کی اطلاع دینا چاہی۔ مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور ﷺ کو یہ خبر دے دی گئی اور وہ مکہ نہ پہنچ سکا۔ حضورؐ نے جب حاطبؓ سے دریافت کیا کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میرے ایمان میں کوئی کمی نہیں آئی۔ میں تو مکہ والوں پر ایک احسان کرنا چاہتا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا۔

"اس نے سچ کہا ہے۔ اس کے حق میں سوائے خیر کے کچھ نہ کہو۔"

(بخاری کتاب المغازی فضل من شھد بدراً)

بظاہر نیک اعمال مگر بری نیت کی وجہ سے مردود ہیں

حضور ﷺ نے فرمایا۔

"قیامت کے دن جب خدا تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے لگے گا تو سب سے پہلے تین آدمیوں کو بلایا جائے گا۔

(1) قرآن کریم کو یاد کرنے والا۔ (2) شہید جس نے راہ مولیٰ میں جان دی۔ (3) دولت مند۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ قرآن کریم کے قاری سے فرمائے گا۔ کیا میں نے تجھے اپنے رسول پر نازل ہونے والا کلام نہیں سکھایا تھا۔ وہ کہے گا ہاں میرے رب۔ خدا فرمائے گا تو نے اپنے علم کے مطابق کیا عمل کیا۔ وہ کہے گا میں دن اور رات نمازوں میں اس کی تلاوت کرتا تھا۔ خدا کہے گا تو جھوٹا ہے اور فرشتے بھی یہی کہیں گے۔ پھر خدا فرمائے گا۔ تیرا مقصد تو قرآن یاد کرنے سے یہ تھا کہ لوگ کہیں فلاں شخص حافظ قرآن یا قاری ہے۔ اور یہ مقصد تجھے دنیا میں حاصل ہو گیا۔ پھر دولت مند کو بلایا جائے گا اور خدا کہے گا۔ کیا میں نے تجھے اتنی وسعت نہیں دی تھی کہ تجھے کسی کا محتاج نہ ہونا پڑے۔ وہ کہے گا ہاں میرے رب یہ درست ہے خدا فرمائے گا۔ پھر تو نے میرے دیئے ہوئے مال سے کیا سلوک کیا۔ وہ کہے گا میں صلہ رحمی کرتا تھا اور تیرے حضور خرچ کرتا تھا۔ خدا کہے گا تو جھوٹا ہے اور فرشتے بھی یہی کہیں گے، پھر خدا فرمائے گا، تیرا اس کام سے مقصد یہ تھا کہ لوگ کہیں فلاں شخص بڑا سخی تھا اور یہ بات دنیا میں کہی جا چکی ہے۔ پھر جنگ میں قتل ہونے والے کو لایا جائے گا۔ خدا کہے گا تجھے کیوں قتل کیا گیا۔ وہ جواب دے گا مجھے تیری راہ میں جہاد کا حکم ملا تھا اس لئے لڑا اور قتل کیا گیا۔ خدا فرمائے گا تو جھوٹا ہے اور فرشتے بھی یہی بات کہیں گے۔ پھر خدا فرمائے گا۔ تیرا مقصد تو یہ تھا

کہ لوگ کہیں فلاں شخص بہت بہادر تھا اور یہ بات دنیا میں کہی گئی ہے۔ ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اتنا کہہ کر حضور نے میرے گھٹنے پر ہاتھ مارا اور فرمایا۔

"اے ابو ھریرہؓ مخلوق میں سے وہ پہلے تین فرد ہیں جو آگ میں ڈالے جائیں گے۔

(ترمذی کتاب الزھد باب فی الریاء)

حضورؐ نے فرمایا "جس شخص نے اپنے بھائی کو کوئی مشورہ دیا۔ جبکہ وہ جانتا تھا کہ بھلائی کسی اور بات میں ہے۔ اس نے اپنے بھائی کے ساتھ خیانت کی۔" (ابوداؤد کتاب العلم)

پھر فرمایا "جو شخص علم اس لئے حاصل کرتا ہے کہ علماء سے مناظرے کرے اور جاہلوں سے جھگڑے کرے اور اس کے ذریعہ لوگوں کو لاجواب کردے۔ اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں داخل کرتا ہے۔ جو شخص علم غیراللہ کے لئے سیکھتا ہے۔ وہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بناتا ہے۔

(ترمذی کتاب العلم)

حضورؐ نے فرمایا۔

"جو شخص خدا کی رضاء کے لئے دنیا کو ناراض کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کی اذیت سے بچائے گا۔ اور جو شخص لوگوں کی خوشنودی کے لئے خدا کو ناراض کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے سپرد کردے گا۔"

(ترمذی کتاب الزھد باب نمبر64)

"اگر انسان آخرت کے حصول کی نیت کرے تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں بھی عطا فرما دیتا ہے۔ مگر نیت دنیا کے حصول کی ہو تو ہرگز آخرت کا اجر عطا نہیں فرماتا۔" (کنزالعمال جلد2 صفحہ 86)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"جو شخص جہاد بالسیف میں اس لئے شرکت کرتا ہے کہ اس کو مال غنیمت میں کچھ حصہ مل جائے تو وہ اپنی نیت کا پھل پائے گا۔"

(نسائی کتاب الجہاد باب من غزا فی سبیل اللہ)

ایک بزرگ کا فرمان ہے۔

"مجھے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ تیس برس سے مسلسل جو نمازیں باجماعت ادا کرتا چلا آرہا ہوں وہ سب کی سب قضا ہو چکی ہیں (کیونکہ آج کے انکشاف نے میری آنکھیں کھول دی ہیں) یعنی میری عادت تھی کہ ہمیشہ صف اول میں کھڑا ہوتا تھا۔ آج میں ذرا دیر سے آیا تو آخری صف میں جگہ مل سکی اور دل میں ایک شرمندگی اور ندامت سی ہوئی کہ لوگ کہیں گے یہ (پہلی صف والا) آج ضرور دیر سے آیا ہوگا۔ اب میں سمجھا کہ میں تو آج تک اسی لئے خوش ہوتا رہا کہ لوگ مجھے صف اول میں دیکھا کریں اور میری پابندی کی داد دیا کریں۔" (نسخہ کیمیا ص1001)

نیک نیت کے ساتھ کسی ملونی کی وجہ سے بھی اس کا پایہ گر جاتا ہے۔ ایک شخص کا بیان ہے کہ میں جہاد پر جارہا تھا کہ راستے میں ایک ساتھی نے جو کشتی میں ہمارے ساتھ سوار تھا۔ کہا کہ یہ برہ میں فروخت کرنا چاہتا ہوں اگر کوئی خریدنا چاہے تو۔ میں نے کہا لاؤ میں خرید لیتا ہوں فلاں شہر میں بیچ دوں گا اور نفع حاصل کروں گا۔ اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے دو مرد (فرشتے) نیچے اترے۔ ایک نے دوسرے سے کہا ان میں سے تمام لوگوں کے نام لکھ لو کہ کون کس کام سے آیا ہے۔ فلاں کے بارے میں لکھو کہ غازی ہے۔ فلاں صرف تماش بینی کے لئے آیا ہے فلاں تجارت کے لئے آیا ہے اور فلاں ریاکاری کے لئے آیا ہے۔ اتنے میں مجھ پر جو نگاہ پڑی تو کہا۔ اس کا بھی لکھ لو کہ تجارت کے لئے آیا ہے۔ میں نے کہا اللہ اللہ کیجئے۔ میرے کام کو دیکھئے اور پھر یہ بھی ملاحظہ فرمایئے کہ میرے پاس کون سا مال اسباب تجارت کا ہے جو مجھے سوداگر ٹھہراتے ہو۔ میں آخر کون سی تجارت کے لئے آیا ہوں جواب ملا کہ اے شیخ وہ برہ جو تو نے خریدا تھا تو کیا نفع کمانے کی نیت سے نہیں خریدا تھا۔ یہ سن کر میں رونے لگا اور کہا خدا کی قسم میں سوداگر نہیں ہوں۔ ان میں سے دوسرے نے کہا چلو اس کے دفتر اعمال میں لکھ دو کہ جہاد کے لئے آیا تھا اور راستے میں منافع کمانے کے لئے اس نے ایک برہ خریدا تھا۔ پھر جو حکم اللہ تعالیٰ فرمائے۔ اسی لئے تو کہا گیا ہے کہ گھڑی بھر کا اخلاص بھی نجات کا سبب بن جاتا ہے۔ لیکن اخلاص ہے بڑی کمیاب جنس اور کسی بزرگ کا قول ہے کہ "علم تخم ہے عمل کھیتی ہے اور اخلاص اس کا پانی ہے۔"

(نسخہ کیمیا صفحہ 997)

اگر نیت بری ہے اور انسان کوشش کے باوجود کامیاب نہ ہو سکے۔ تب بھی وہ خدا کی نظر میں مجرم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"جب دو مسلمان آپس میں لڑتے ہیں تو وہ دونوں اھل جہنم میں سے ہو جاتے ہیں۔ عرض کیا گیا کہ قاتل کے متعلق تو سمجھ آتی ہے۔ مقتول کے ساتھ یہ سلوک کیوں ہے؟ فرمایا وہ بھی تو اپنے مخالف کو قتل کرنے کی نیت رکھتا تھا۔

(بخاری کتاب الفتن باب اذا التقی المسلمان بسیفیھما)

اچھی نیت، عمل محدود مگر پورے اجر کا مستحق

مومن کی غیر محدود جزاء اور جنت کے دائمی ہونے کا فلسفہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کے دل کی پاک نیت پر نظر فرماتا ہے کہ اگر اور زندہ رہتا تو خدا کے حضور نیکیاں بجالاتا اس لئے گو موت کے ذریعے اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔ مگر اس کی نیت کو زندگی عطا کی جاتی ہے اور اس کے مطابق لافانی اجر کا مستحق قرار دیا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مضمون کو انتہائی معراج عطا کیا ہے۔ آپ خدا کے حضور ایک دعا میں عرض کرتے ہیں کہ "اے خدا وہ فضل جن تک میری نیت بھی نہیں پہنچ سکتی میں ان کی بھی تمنا اور خواہش رکھتا ہوں۔"

(ترمذی کتاب الدعوات باب نمبر30)

حضرت معاذ بن جبلؓ کو نصیحت کرتے ہوئے حضورؐ نے فرمایا "اے معاذ عمل اخلاص سے کر کہ وہ تھوڑا بھی ہو تو کافی ہے۔ (نسخہ کیمیا 996)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں شہدا کا تذکرہ کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔ "میری امت کے اکثر

شہداء وہ ہیں جو اپنے بستروں پر طبعی وفات پائیں گے (.......) اللہ تعالیٰ ان کی نیتوں کو بہتر جانتا ہے۔" (مسند احمد بن حنبل جلد نمبر 1 ص 397)

حضرت عبداللہ بن ثابتؓ کو طاعون ہو گئی۔ حضور اکرم ﷺ عیادت کے لئے تشریف لائے تو آخری سانس لے رہے تھے۔ عورتیں افسوس کر رہی تھیں ان کی صاجزادی نے کہا مجھے توقع تھی کہ آپ شہید ہوں گے۔ آپ نے جہاد کا سامان مکمل کر لیا تھا۔ حضورؐ نے سن کر فرمایا۔

"ان کو نیت کا ثواب مل چکا ہے۔ پھر صحابہؓ سے پوچھا۔ تم شہادت کس کو سمجھتے ہو؟ عرض کیا گیا۔ خدا کی راہ میں قتل ہو جانا۔ فرمایا قتل کے سوا بھی شہادت سات طرح کی ہے۔ طاعون سے مرنے والے' ڈوب کر مرنے والے' پیٹ کی بیماری سے مرنے والے' جل کر مرنے والے' دیوار کے نیچے آکر مرنے والے' زچگی کے وقت مرنے والی عورت بھی شہیدوں میں شامل ہے۔

(ابوداؤد کتاب الجنائز باب فضل من مات فی الطاعون)

جب حضور ﷺ نے غزوہ تبوک کے لئے منادی کرائی۔ تو حضرت واثلہ بن اسقع کے پاس سواری نہیں تھی۔ وہ مدینہ میں پکارتے پھرے کہ کوئی شخص مجھے اپنی سواری دے دے۔ اور میں اس کے بدلے مال غنیمت کا حصہ اس کو دے دوں گا۔ ایک بوڑھے انصاری نے کہا۔ میں تمہاری شرط قبول کرتا ہوں۔ اور تمہیں سواری دیتا ہوں۔ واپسی پر مال غنیمت تقسیم ہوا تو حضرت واثلہ کے حصہ میں چند اونٹنیاں آئیں تو انہوں نے اس مال کو معاہدہ کے مطابق انصاری بزرگ کو پیش کر دیا۔ مگر انہوں نے فرمایا۔ ہمارا ہرگز یہ مقصد نہ تھا ہم تو صرف جہاد کے ثواب میں شرکت چاہتے تھے۔ (ابوداؤد کتاب الجہاد)

حضور ﷺ نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ۔

بنی اسرائیل کے ایک فرد نے ننانوے آدمیوں کو قتل کیا تھا۔ پھر اس کو توبہ کا خیال آیا اور ایک راہب کے پاس جا کے پوچھا کہ کیا میری توبہ قبول ہو جائے گی۔ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ یہ سن کر اس نے راہب کو بھی قتل کر دیا۔ پھر اس نے ایک اور آدمی سے یہی سوال کیا تو اس نے کہا ہاں فلاں بستی میں چلے جاؤ۔ وہاں خدا کے نیک بندے عبادت میں مشغول ہیں۔ ان کے ساتھ مل کر خدا کی عبادت کرو اور اپنی سرزمین کی طرف واپس نہ آنا۔ کیونکہ وہ گناہوں سے بھری ہوئی ہے۔ وہ شخص اس علاقہ کی طرف چل پڑا۔ اور ابھی نصف راستہ طے کیا تھا کہ اسے موت آ گئی اور رحمت اور عذاب کے فرشتوں کے مابین یہ گفتگو ہوئی کہ اسے جنت میں لیجایا جائے یا جہنم میں ایک اور فرشتے نے یہ فیصلہ کیا کہ دونوں زمینوں کو ماپ لیا جائے۔ جس علاقہ کے قریب ہو اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔ خدا تعالیٰ نے اس کی سابقہ سرزمین کو حکم دیا کہ پھیل کر فاصلہ بڑھا دو۔ اور سرزمین توبہ کو حکم دیا کہ تم سکڑ کر فاصلہ کم کر دو۔ چنانچہ جب فرشتوں نے زمینوں کو ماپا تو توبہ کی سرزمین جدھر وہ جا رہا تھا ایک بالشت کم پائی گئی۔ اور اس شخص کو خدا کے حکم سے جنت میں داخل کیا گیا۔ (مسلم کتاب التوبہ باب قبول توبہ القاتل)

ایک آدمی کی نماز باجماعت اس کی اکیلی نماز پر 25 یا 27 درجے فضیلت رکھتی ہے۔ کیونکہ جب وہ عمدگی سے وضو کر کے مسجد کی طرف نکلتا ہے اور سوائے نماز کے اور کوئی مقصد نہیں ہوتا تو اس کے ہر قدم کے بدلہ اس کا ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے اور ایک خطا معاف کی جاتی ہے اور جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ پر رہتا ہے۔ فرشتے اس کے لئے دعائیں کرتے ہیں کہ اے خدا اس پر رحمت بھیج اور اس پر رحم کر اور جب تک کوئی شخص نماز کی انتظار میں ہوتا ہے تو وہ خدا کی نظر میں حالت نماز میں ہی ہوتا ہے۔

(بخاری کتاب الاذان باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ)

حضور ﷺ نے فرمایا۔

جس نے عشاء کی نماز باجماعت ادا کی اسے نصف رات کی عبات کا ثواب ملے گا۔ اور جس نے عشاء اور فجر دونوں باجماعت ادا کیں اسے پوری رات کی عبادت کا اجر ملے گا۔

(ترمذی ابواب الصلوۃ باب فضل العشاء والفجر فی جماعۃ)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

جس نے لیلۃ القدر کو ایمان کے ساتھ اور محض اللہ سے خیر حاصل کرنے کے لئے عبادت کی۔ اس کے گزشتہ تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ اور جس نے رمضان کے روزے ایمان کی حالت میں اور خالصتاً للہ رکھے۔ اس کے بھی تمام گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

(بخاری کتاب الصوم باب من صام رمضان ایمانا)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

"جو عورت اپنے خاوند کے گھر میں سے کوئی چیز راہ مولیٰ میں خوشی سے دیتی ہے۔ جس میں کوئی فساد کا شائبہ نہ ہو تو خاوند کو بھی اجر ملتا ہے اور دینے والی عورت کو بھی اپنی نیک نیت کی وجہ سے اجر ملتا ہے۔ اور امین کو بھی اسی طرح ملتا ہے۔"

(ترمذی ابواب الزکوٰۃ باب نفقۃ المرءۃ من بیت زوجھا)

اچھی نیت پر خدا کی مدد اور پورا اجر

انسان اگر اچھی نیت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اچھے عمل کے سامان بھی پیدا کر دیتا ہے اور اگر عمل کی توفیق نہ بھی ملے تو انسان جزا کا مستحق کہلاتا ہے۔

حضرت عمرو بن اقیش عین جنگ احد کے دن ایمان لائے۔ جہاد میں شرکت کی اور زخمی ہو کر گھر تشریف لائے۔ ان سے پوچھا گیا کہ جہاد میں شرکت حمیت قومی کے لئے تھی یا خدا کی راہ میں فرمایا۔ "صرف خدا اور اس کے رسولؐ کی حمایت کی تھی" پھر ان زخموں سے وہ شہید ہو گئے۔

(ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی من یسلم ویقتل و کانہ فی سبیل اللہ)

ایک بدو رسول کریم ﷺ پر ایمان لایا اور آپؐ کے ساتھ ہجرت کرنے کی خواہش ظاہر کی۔

حضورؐ نے بعض صحابہؓ کو اس کا خیال رکھنے کی تاکید کی۔ ایک غزوہ میں مال غنیمت آیا تو آپؐ نے ان صحابہؓ کے ذریعہ اس کو بھی حصہ عطا فرمایا۔ اس نے وہ رکھ لیا۔ مگر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی میں مال غنیمت کے لئے ایمان نہیں لایا۔ اس لئے مسلمان ہوا ہوں کہ میرے حلق میں تیر لگے اور میں شہید ہو کر جنت میں جگہ پاؤں۔ فرمایا۔ اگر تم خدا کے وفادار ہو تو خدا ضرور تیری تمنا پوری کرے گا۔ تھوڑی دیر بعد جنگ شروع ہوئی تو وہ ٹھیک حلق پر تیر کھا کر شہید ہو گیا۔ صحابہؓ اس کی لاش حضور ﷺ کے سامنے لائے تو آپ نے فرمایا۔

"اس نے خدا کی تصدیق کی تو خدا نے اس کی تصدیق کی"

اور پھر حضورؐ نے اپنا جبہ اس کے کفن کے لئے عنایت فرمایا اور دعا کی کہ:۔

"اے خدا تیرا یہ بندہ تیری راہ میں ہجرت کر کے نکلا تھا اور شہید ہو گیا ہے۔ میں اس کا گواہ ہوں۔" (نسائی کتاب الجنائز۔ باب الصلوٰۃ علی الشہداء)

حضرت ام ورقہ بنت نوفلؓ کو شہیدہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے غزوہ بدر کے وقت حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ مجھے بھی شریک جہاد ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ میں مریضوں کی تیمارداری کروں گی شاید مجھے درجہ شہادت حاصل ہو جائے۔ مگر آپؐ نے فرمایا۔ تم گھر میں ہی رہو خدا تمہیں وہیں شہادت دے دے گا۔ حضرت ام ورقہؓ نے ایک غلام اور لونڈی مدبر کئے تھے۔ یعنی ان سے کہا تھا کہ میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو جاؤ گے۔ انہوں نے حضرت ام ورقہؓ کو شہید کر دیا تاکہ جلد آزاد ہو جائیں۔

(ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب امامۃ النساء)

زوجہ رسولؐ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کبھی کبھی کسی ضرورت کے لئے قرض لے لیتی تھیں۔ ایک بار کسی نے روکا اور کہا کہ آپ ادا کس طرح کریں گی۔ فرمایا۔

"میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص قرض لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ اس قرض کو ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے وہ قرض ادا کر دیتا ہے۔ (یعنی اسے ادائیگی کی توفیق دے دیتا ہے)

(ابن ماجہ کتاب الصدقات باب من دان دینا مسند احمد جلد 6 صفحہ 332)

اس اصول کی تائید میں آنحضرت ﷺ نے صحابہؓ کو ایک دفعہ یہ واقعہ سنایا کہ بنی اسرائیل کے ایک فرد نے اپنے ایک ہم قوم سے ایک ہزار دینار قرض مانگا۔ دوسرے نے گواہ لانے کو کہا تو اس نے کہا میں خدا کو گواہ ٹھہراتا ہوں اور وہ سب سے بہتر گواہ ہے۔ اس پر قرض دینے والے نے ضامن کا مطالبہ کیا تو اس نے خدا کو اپنا ضامن قرار دیا۔ قرض دینے والے نے اس بات کو قبول کر لیا۔ اور اسے ایک مقررہ مدت تک رقم بطور قرض دے دی۔ رقم لے کر وہ شخص سمندری سفر پر نکلا اور اپنی ضرورت پوری کی۔ اس کے بعد وہ کسی کشتی کی تلاش میں رہا تاکہ اس کے ذریعہ وہ مقررہ مدت کے اندر واپس پہنچ کر قرض ادا کر دے۔ مگر اس کو کوئی کشتی نہ ملی۔

اس پر اس نے ایک لکڑی لی۔ اسے اندر سے کھوکھلا کیا اور اس میں ایک ہزار دینار بھی ڈالے اور اپنی طرف سے ایک خط تحریر کر کے ان کے ساتھ رکھ دیا اور پھر اس سوراخ کو اوپر سے بند کر دیا۔ پھر سمندر کے کنارے پر آیا اور خدا سے یہ دعا کی کہ اے خدا میں نے تجھے گواہ اور ضامن بنا کر قرض لیا تھا۔ اب میں نے ادائیگی کے لئے کشتی کی بہت تلاش کی۔ مگر نہیں ملی۔ اب میں یہ لکڑی کا ٹکڑا (جس میں دینار بند ہیں) تیرے سپرد کرتا ہوں کہ تو اس کے مالک تک پہنچا دے۔ یہ کہہ کر اس نے وہ لکڑی سمندر میں پھینک دی۔ دوسری طرف وہ آدمی جس نے قرض وصول کرنا تھا ساحل سمندر پر آیا اور اپنے مقروض کا انتظار کرتا رہا۔ کہ اچانک اس نے لکڑی کا ایک ٹکڑا تیرتے ہوئے دیکھا۔ اور اس خیال سے اٹھا لیا کہ بطور ایندھن کام آئے گا۔ مگر گھر جا کر توڑا تو اس میں اس کی رقم اور خط موجود تھا۔ اس دوران مقروض کشتی کے انتظار میں رہا۔ اور جب کشتی ملی تو ایک ہزار دینار لے کر سوار ہوا اور اپنے قرض خواہ تک پہنچ کر دیر سے آنے کی معذرت کی اور وجہ بیان کی۔

اس نے پوچھا کیا تو نے پہلے میری طرف سے کچھ روانہ کیا تھا۔ تو اس نے لکڑی والا واقعہ سنایا۔ تب اس نے بتایا کہ تیری روانہ کی ہوئی رقم مجھ تک پہنچ گئی ہے۔ اور وہ اپنے ساتھ لائے جانے والے ہزار دینار لے کر خوشی خوشی واپس ہو گیا۔

(بخاری کتاب الکفالہ باب الکفالۃ فی القرض)

حضورؐ نے فرمایا:۔

"جب کوئی شخص وعدہ کرتا ہے اور اسے پورا کرنے کی نیت رکھتا ہے مگر اسے وفا نہیں کر سکتا۔ اس پر کوئی گناہ نہیں۔"

(ترمذی کتاب الایمان باب علامۃ المنافق)

اچھی نیت مگر عمل نہیں کر سکا لیکن نیت کے مطابق اجر مکمل

حضورؐ نے فرمایا:۔

"بہترین عمل پاک نیت ہے۔" (کنزالعمال جلد نمبر 2 ص 86)

فرمایا:۔

"مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ مومن بندے کو نیت کے بدلہ میں وہ کچھ عطا فرماتا ہے جو اسے عمل کے بدلہ نہیں دیتا۔ کیونکہ عمل میں تو ریا ہو سکتا ہے۔ نیت میں کوئی ریاء نہیں ہوتا۔"

(کنزالعمال جلد نمبر 2 ص 87

"جب کوئی بندہ کسی نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ایک نیکی لکھ لیتا ہے۔ خواہ وہ عمل نہ کرے۔ مگر جب وہ نیکی کر لیتا ہے تو اس کا دس گنا اجر لکھا جاتا ہے۔"

(مسند احمد جلد 2 ص 315)

حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

جو شخص صبح اٹھ کر تہجد پڑھنے کی نیت کر کے

بستر پر سونے کے لئے گیا مگر اس کی آنکھ نہ کھلی تو اسے نیت کے مطابق اجر مل جائے گا۔ اور اس کی نیند اس کے رب کی طرف سے اس پر انعام کے طور پر ہوگی۔

(نسائی کتاب قیام اللیل باب من اتی فراشہ)

حضور ﷺ 6ھ میں حج کرنے کے ارادہ سے مکہ پہنچے۔ مگر مکہ والوں نے اس کی اجازت نہ دی اور حضورؐ واپس تشریف لے آئے۔ مگر خدا کی نظروں میں یہ حج قبول ہوا۔

آنحضرت ﷺ جب غزوہ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے اور مدینہ کے قریب پہنچے تو آپؐ نے فرمایا کہ:۔

"مدینہ کے بعض ایسے لوگ ہیں کہ تم نے جب بھی کسی علاقہ میں قدم رکھا ہے۔ کسی وادی کو طے کیا ہے تو وہ تمہارے ساتھ رہے ہیں۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ لوگ مدینہ میں تھے ہمارے ساتھ کیسے رہے؟ فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو کسی مجبوری کی بنا پر تمہارے ہمراہ نہیں تھے۔ مگر نیت اور اجر کے لحاظ سے تمہارے ہم رکاب تھے۔

(بخاری کتاب المغازی باب نزول النبی الحجر)

ایک اعرابی نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ ایک آدمی کسی قوم سے محبت کرتا ہے۔ مگر ابھی اس سے ملاقات نہیں ہوئی۔ فرمایا:۔

"آدمی اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ جس سے وہ محبت کرتا ہے"

(ترمذی ابواب الزہد باب المرء مع من احب)

بنی اسرائیل میں سے ایک شخص کا گزر ریت کے ایک بہت بڑے ٹیلے سے ہوا اس وقت چاروں طرف قحط کا زور تھا۔ اس نے اپنے دل میں کہا۔ اے کاش! اس ٹیلے کی مقدار کے برابر اگر اناج میرے پاس ہوتا تو میں اسے خلق خدا میں تقسیم کر دیتا۔ اور بطور خیرات محتاجوں میں بانٹ دیتا۔ فوراً پیغمبر وقت پر وحی نازل ہوئی کہ اس (خوش نیت) شخص سے کہہ دو کہ تیرا صدقہ ہم نے قبول فرمایا۔

(نسخہ کیمیا صفحہ 980)

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ ایک دفعہ حج سے فارغ ہو کر حرم میں سو گئے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے آسمان سے اترے۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا اس سال حج کے لئے کتنے لوگ آئے ہیں۔ دوسرے نے کہا چھ لاکھ۔ پھر پوچھا کتنے لوگوں کا حج قبول ہوا ہے۔ دوسرے نے جواب دیا کسی کا بھی نہیں۔ ہاں دمشق میں ایک موچی علی بن موفق رہتا ہے۔ اگرچہ وہ حج کے لئے نہیں آیا۔ مگر اس کا حج قبول ہو گیا ہے۔

خواب کے بعد جاگے تو دمشق کی طرف چل پڑے۔ علی بن موفق کے گھر پہنچے اور اسے سارا خواب سنایا۔ اس پر اس نے بتایا کہ میں نے حج کے ارادہ سے ساری عمر میں چمڑا سی کر تین ہزار درہم جمع کئے تھے اور حج کے لئے بالکل تیار تھا کہ میری بیوی نے کہا۔ ہمسائے کے گھر سے گوشت پکنے کی خوشبو آ رہی ہے ذرا سا لے آؤ۔ میں اس کے گھر گیا تو اس نے کہا۔ یہ گوشت تم پر حلال نہیں ہے۔ کیونکہ سات دن کے فاقہ کے بعد بچوں کی بھوک سے بے تاب ہو کر آج تھوڑا سا مردار پکایا ہے۔ یہ سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ فوراً آ کر تین ہزار درہم لئے اور ہمسائے کو دیئے تاکہ وہ اپنے بال بچوں پر صرف کر سکے۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے کہا کہ فرشتوں نے واقعی سچ کہا تھا۔

(تذکرۃ الاولیاء ص 135)

اچھی نیت مگر خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف سے کسی مصلحت کے تحت عمل سے روک دیا گیا۔ مگر نیت کی وجہ سے پورا اجر ملتا ہے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں شامل ہونا چاہتے تھے۔ مگر حضور ﷺ کی بیٹی حضرت رقیہؓ جو ان کے نکاح میں تھیں ان دنوں شدید بیمار تھیں اس لئے حضورؐ نے حضرت عثمانؓ کو پیچھے رہ کر ان کی تیمارداری کا حکم دیا۔ اور فرمایا:۔

"تمہیں بدر میں شامل ہونے والوں کے برابر اجر ملے گا۔"

حدیبیہ کے موقع پر حضرت عثمانؓ کی شہادت کا بدلہ لینے کے لئے حضورؐ نے بیعت رضوان لی تھی اور حضورؐ نے خود حضرت عثمانؓ کی طرف سے بیعت کی اور اپنے ایک ہاتھ کو عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیا اور انہیں اس بیعت کے اجر میں شامل فرمایا۔

(بخاری کتاب المناقب باب مناقب عثمان)

جنگ تبوک پر روانہ ہوتے ہوئے حضورؐ نے حضرت علیؓ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام مقرر فرمایا۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں۔ فرمایا:۔

"کیا تجھے یہ بات پسند نہیں کہ تیری مجھ سے ویسی ہی نسبت ہو جیسی ہارونؑ کی موسیٰؑ سے تھی۔"

(بخاری کتاب المغازی غزوہ تبوک)

بنو سلمہ کا قبیلہ مدینہ کے کنارے پر آباد تھا۔ انہوں نے سوچا کہ مسجد نبویؐ ہم سے بہت دور ہے۔ اس لئے ہمیں اپنا ٹھکانہ تبدیل کر کے حضور ﷺ کے قرب میں جگہ لینی چاہئے۔ مگر حضور ﷺ نے مدینہ کی سرحدوں کی حفاظت کے خیال سے انہیں جگہ تبدیل کرنے کی اجازت نہ دی اور فرمایا کہ تم جو قدم اٹھا کر دور سے مسجد میں آتے ہو اس کا تمہارے لئے بڑا ثواب ہے۔

(بخاری کتاب الاذان باب احتساب الاثار)

ایک اعرابی نے حضورؐ سے عرض کی۔ مجھے ہجرت کے بارے میں بتایئے؟ حضورؐ نے فرمایا:۔

"ہجرت کا معاملہ بہت سخت ہے۔ کیا تیرے پاس کوئی اونٹ ہیں اس نے کہا ہاں! پھر پوچھا کیا تم ان کی زکوٰۃ دیتے ہو؟ کہا جی ہاں۔ فرمایا! پھر اگر تو سمندر پار بھی نیک اعمال بجا لائے تو خدا تجھے پورا اجر دے گا اور کوئی کمی نہیں کرے گا۔"

(بخاری کتاب الادب باب قول الرجل ویلک)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے جہاد بالسیف میں شمولیت

کی اجازت طلب کی تو حضورؐ نے فرمایا:۔

"تمہارا جہاد حج ہے"

ایک بار ارشاد فرمایا:۔

"عورتوں کا بہترین جہاد حج ہے" (بخاری کتاب الجہاد باب جہاد النساء)

ایک شخص نے حضور ﷺ سے جہاد بالسیف میں شامل ہونے کی اجازت مانگی حضورؐ نے پوچھا۔

"کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا ہاں یا رسول اللہ فرمایا! پھر جا اور ان کی خدمت کا جہاد کر"

(بخاری کتاب الجہاد باذن الوالدین)

ایک بزرگ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حج کا ارادہ کیا۔ بغداد پہنچ کر حضرت ابو حازم مکی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن آپ کو محو استراحت دیکھ کر ٹھہر گیا۔ جب آپ بیدار ہوئے تو فرمایا کہ میں نے خواب میں رسول کریم ﷺ کی زیارت کی ہے اور حضورؐ نے آپ کو ایک پیغام پہنچانے کا حکم دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ تم اپنی ماں کے حق کا خیال کرو یہ حج کی نسبت بہتر ہوگا۔ اس لئے تم واپس چلے جاؤ اور اپنی ماں کی خدمت کرو۔ چنانچہ وہ بزرگ واپس چلے گئے اور ماں کی خدمت میں مشغول ہو گئے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص49)

ایک شخص نے فرغانہ سے حج کا ارادہ کیا اور نیشاپور پہنچ کر حضرت عثمان الحیری رحمتہ اللہ علیہ کی ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ وہاں پہنچ کر سلام کیا مگر کوئی جواب نہ ملا۔ اس نے خیال کیا کہ یہ عجیب بزرگ ہیں میرے سلام کا جواب نہیں دیتے۔ اس پر حضرت عثمان الحیری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کیا حج اسی بات کا نام ہے کہ بیمار ماں کو چھوڑ کر حج پر جاؤ۔ وہ شخص وہیں سے واپس چلا گیا اور جب تک ماں زندہ رہی اس کی خدمت کرتا رہا۔ والدہ کی وفات کے بعد وہ شخص پھر آپ سے ملنے کے لئے آیا تو آپ نے دوڑ کر اسؓ کا استقبال کیا۔ (تذکرۃ الاولیاء ص235)

اخلاص نیت

اخلاص نیت کا مضمون بھی گہرا اور اپنی روح میں نہایت پاکیزہ مضمون ہے۔ یعنی نیت نیک بھی ہو اور پاتال تک خدا کے لئے ہو تو وہ ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ اور بہت بلند مرتبہ ہے۔ اس لئے ایک جیسے نیک نیت رکھنے والوں میں سے زیادہ اخلاص والا خدا کی نظر میں بابرگ و بار ہوتا ہے۔ ان لوگوں میں حضرت ابو بکرؓ کی مثال ایک نمایاں عنوان ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:۔

"ابو بکرؓ کو تم پر فضیلت زیادہ نمازوں اور روزوں کی وجہ سے نہیں بلکہ اس چیز یعنی نیت اور اخلاص کے سبب سے ہے جو اس کے دل میں ہے۔"

فرمایا:۔

جو شخص اپنی چالیس صبحیں خدا کے لئے خالص کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل سے حکمت کے چشمے پھوڑ کر اس کی زبان پر جاری کر دیتا ہے۔

(جامع الاصول کتاب النیت جلد12 ص491)

معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ اپنے گھوڑے کو چابک لگاتے تو کہتے کہ (چابک سے) خلاصی پانا ہو تو اخلاص پیدا کر۔ ابو سلیمان رحمتہ اللہ علیہ کہتے کہ خدا ٹھنڈا رکھے اس خوش بخت کو جس نے اپنی عمر میں ایک قدم اخلاص سے اٹھایا یعنی اس میں سوائے حق تعالیٰ کے اور کسی شئے کو نہ چاہا۔ ابو ایوب سجستانی رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ "اخلاص نیت اصل نیت سے بھی دشوار تر ہے۔" (نسخہ کیمیا ص996)

اخلاص نیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اسوہ مبارکہ

آنحضرت ﷺ نے نیتوں کے بارے میں نہ صرف جامع تعلیم دی ہے بلکہ خود سب سے بڑھ کر اس پر عمل پیرا تھے اور یقیناً آپ کی پاک نیتوں نے ہی آپ کے اعمال کو خدا کی نظر میں رفعتیں عطا کیں اور دائمی زندگی سے نوازا۔ اور اسی کا ایک ثمر یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کے اس اخلاص نیت کا اعتراف آپ کے دشمنوں اور اشد مخالفوں کو بھی ہے۔ چند ایک گواہیاں ملاحظہ ہوں۔

مخالفین کا اعتراف

جی۔ ڈبلیو۔ لیٹنر لکھتے ہیں:۔

"اگر سچے رسول میں ان علامتوں کا پایا جانا ضروری ہے کہ وہ ایثار نفس اور خلوص نیت کی جیتی جاگتی تصویر ہو.... تو میں نہایت عاجزی سے اس بات کا اقرار کرنے پر مجبور ہوں کہ حضرت محمد (ﷺ) خدا کے سچے نبی تھے اور ان پر وحی نازل ہوتی تھی۔"

(ستارہ صبح جلد 9 ص 19 برگزیدہ رسول غیروں میں مقبول حصہ اول ص46)

مشہور عیسائی مورخ جرجی زیدان (1861-1914ء لبنان) لکھتے ہیں:۔

"دعوت اسلام کی تاریخ صاف صاف دلالت کرتی ہے کہ پیغمبر اسلام بالکل اخلاص اور سچائی کے ساتھ اس ہدایت پر آمادہ ہوتے تھے اور وہ اپنی رسالت کی صحت کا یقین کامل رکھتے تھے۔"

(برگزیدہ رسول غیروں میں مقبول حصہ دوم ص39)

راڈویل تحریر کرتے ہیں۔

"دلیلوں سے ثابت ہے کہ محمد (ﷺ) کے سب کام اس نیک نیتی کی تحریک سے ہوتے تھے کہ اپنے ملک کے لوگوں کو جہالت اور ذلت کی بت پرستی سے چھڑا دیں۔ اور یہ کہ نہایت مرتبے کی خواہش ان کو یہ تھی کہ سب سے بڑے امرِ حق یعنی توحید الٰہی کی جو ان کی روح پر بغایت درجہ مستولی ہو رہی تھی اشاعت کریں۔"

(دیباچہ ترجمہ قرآن ص23 مطبوعہ 1861ء فصل الخطاب ص24)

جان ڈیوٹ پورٹ رقم طراز ہیں:۔

"کیا یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ جس شخص نے اس حقیر و ذلیل بت پرستی کے بدل جس میں اس کے ہم وطن یعنی اہل عرب مبتلا تھے۔ خدائے برحق کی پرستش قائم کر کے بڑی بڑی ہمیشہ رہنے والی اصلاحیں کیں وہ جھوٹا نبی تھا۔ کیا ہم اس سرگرم اور پرجوش مصلح کو فریبی ٹھہرا سکتے ہیں اور یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایسے شخص کی تمام کارروائیاں مکر پر مبنی تھیں۔ نہیں ایسا نہیں کہہ سکتے۔ بے شک محمد (ﷺ) بجز دلی نیک نیتی اور ایمانداری کے اور کسی سبب سے ایسے استقلال کے ساتھ ابتدائے نزول وحی سے اخیر دم تک مستقد نہیں رہ سکتے تھے۔ جو لوگ ہر وقت ان کے پاس رہتے تھے اور جو ان سے بہت کچھ ربط ضبط رکھتے تھے ان کو بھی کبھی آپ کی ریاکاری کا شبہ نہیں ہوا۔"

(بحوالہ نقوش رسول نمبر4 ص532)

لیفٹیننٹ کرنل سائکس نے لکھا:۔

"حضرت محمد ﷺ کے حالات زندگی پر نظر ڈالنے کے بعد کوئی انصاف پسند شخص ان کی اولوالعزمی، اخلاقی جرات، نہایت خلوص نیت سادگی اور رحم و کرم کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔"

(ہسٹری آف دی عرب بحوالہ برگزیدہ رسول غیروں میں مقبول جلد2 ص35)

ہماشے منور سہائے نے اقرار کیا۔

"دنیوی خواہشات کے لئے حضرت محمد (ﷺ) نے کچھ بھی نہیں کیا۔ بلکہ جو کچھ بھی کیا خدا کے حکم سے کیا اور خلوص کے ساتھ کیا۔"

(مدینہ جولائی 32 نقوش رسول نمبر4 ص453)

آنحضرت ﷺ کا یہ عظیم الشان کردار آپ کی طرف منسوب ہونے والے تمام انسانوں کے لئے مشعل راہ ہے اور اسی کے ذریعے دنیا میں کامیابیاں اور آخرت میں فلاح مقدر کی گئی ہے۔

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ نے جماعت احمدیہ کو نیتوں کو پاک کرنے اور ان کی برکات کی طرف بڑے زور سے متوجہ کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ناممکن ہے کہ آپ پر کوئی فتحیاب ہو سکے آپ کے لئے ضروری ہے کہ اپنے دلوں پر فتحیاب ہوں۔ اپنے کردار پر فتحیاب ہوں۔ اپنی نیتوں پر فتحیاب ہوں۔ اپنے اعمال پر فتحیاب ہوں۔ یہ فتح آپ نے اللہ کی مدد سے کرنی ہے۔ اور پھر ساری دنیا کو آپ کا مفتوح خدا نے بنانا ہے۔ یہ وہ تقدیر ہے جو اٹل ہے۔ جو لکھی جا چکی ہے۔" (خطبہ جمعہ 4۔ مئی 1984ء)

کل عالم کو امت واحدہ بنانے کے لئے عظیم الشان خدائی سکیم

مسیح موعود کے ذریعہ انتشار روحانیت اور سائنسی ایجادات

حضرت مسیح موعود کی بعثت کے ساتھ ساتھ سائنس کی انقلابی ترقی کی روداد

مکرم طارق محمود سدھو صاحب - ایم ایس سی زوالوجی

حضرت مسیح موعود نے مشہور عالم لیکچر "اسلامی اصول کی فلاسفی" میں یہ انقلاب آفریں نکتہ معرفت بیان فرمایا کہ:-

"جس طرح آسمانی پانی کا یہ خاصہ ہے کہ خواہ کسی کنوئیں میں اس کا پانی پڑے یا نہ پڑے وہ اپنی طبعی خاصیت سے تمام کنوؤں کے پانی کو اوپر چڑھا دیتا ہے۔ ایسا ہی جب خدا کا ایک الہام یافتہ دنیا میں ظہور فرماتا ہے خواہ کوئی عقلمند اس کی پیروی کرے یا نہ کرے مگر اس الہام یافتہ کے زمانہ میں خود عقلوں میں ایسی روشنی اور صفائی آجاتی ہے کہ پہلے اس سے موجود نہ تھی۔ لوگ خواہ نخواہ حق کی تلاش کرنا شروع کر دیتے ہیں اور غیب سے ایک حرکت انکی قوت متفکرہ میں پیدا ہو جاتی ہے۔ سو یہ تمام عقلی ترقی اور دلی جوش اس الہام یافتہ کے قدم مبارک سے پیدا ہو جاتا ہے اور بالخاصیت زمین کے پانیوں کو اوپر اٹھاتا ہے۔

جب تم دیکھو کہ مذاہب کی جستجو میں ہر ایک شخص کھڑا ہو گیا ہے اور زمینی پانی کو کچھ ابال آیا ہے تو اٹھو اور خبردار ہو جاؤ اور یقیناً سمجھو کہ آسمان سے زور کا مینہ برسا ہے اور کسی کے دل پر الہامی بارش ہو گئی ہے۔" (روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 430)

حضرت اقدس نے ازاں بعد اپنی تالیف "ضرورۃ الامام" مطبوعہ 1898ء میں مندرجہ بالا حقیقت پر وجد آفریں انداز میں روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرمایا:-

"جب دنیا میں کوئی امام الزمان آتا ہے تو ہزارہا انوار اس کے ساتھ آتے ہیں اور آسمان میں ایک صورت انبساطی پیدا ہو جاتی ہے اور انتشار روحانیت اور نورانیت ہو کر نیک استعدادیں جاگ اٹھتی ہیں۔

پس جو شخص الہام کی استعداد رکھتا ہے اس کو سلسلہ الہام شروع ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص فکر اور غور کے ذریعہ سے دینی تفقہ کی استعداد رکھتا ہے اس کے تدبر اور سوچنے کی قوت کو زیادہ کیا جاتا ہے۔ اور جس کو عبادات کی طرف رغبت ہو اس کو تعبد اور پرستش میں لذت عطا کی جاتی ہے۔ اور جو شخص غیر قوموں کے ساتھ مباحثات کرتا ہے اس کو استدلال اور اتمام حجت کی طاقت بخشی جاتی ہے۔ اور یہ تمام باتیں درحقیقت اسی انتشار روحانیت کا نتیجہ ہوتا ہے جو امام الزمان کے ساتھ آسمان سے اترتی اور ہر ایک مستعد کے دل پر نازل ہوتی ہے۔ اور یہ ایک عام قانون اور سنت الہی ہے جو ہمیں قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی رہنمائی سے معلوم ہوا اور ذاتی تجارب نے اس کا مشاہدہ کرایا ہے مگر (اس) زمانہ کو اس سے بھی بڑھ کر ایک خصوصیت ہے اور وہ یہ کہ پہلے نبیوں کی کتابوں اور احادیث نبویہ میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کے ظہور کے وقت یہ انتشار نورانیت اس حد تک ہو گا کہ عورتوں کو بھی الہام شروع ہو جائے گا اور نابالغ بچے نبوت کریں گے۔ اور عوام الناس روح القدس سے بولیں گے۔ اور یہ سب کچھ مسیح موعود کی روحانیت کا پرتوہ ہو گا۔ جیسا کہ دیوار پر آفتاب کا سایہ پڑتا ہے تو دیوار منور ہو جاتی ہے اور اگر چونا اور قلعی سے سفید کی گئی ہو تو پھر تو اور بھی چمکتی ہے۔ اور اگر اس میں آئینے نصب کئے گئے ہوں تو ان کی روشنی اس قدر بڑھتی ہے کہ آنکھ کو تاب نہیں رہتی۔ مگر دیوار دعویٰ نہیں کر سکتی کہ یہ سب کچھ ذاتی طور پر مجھ میں ہے۔ کیونکہ سورج کے غروب کے بعد پھر اس روشنی کا نام و نشان نہیں رہتا۔

پس ایسا ہی تمام الہامی انوار امام الزمان کے انوار کا انعکاس ہوتا ہے۔" (ضرورۃ الامام روحانی خزائن جلد 13 ص 375)

انیسویں صدی ایسی صدی ہے جس میں حضرت مسیح موعود کا ظہور ہوا۔ 1835ء میں آپ پیدا ہوئے اور 1889ء میں جماعت احمدیہ کی بنیاد ڈالی۔ آپ کے ظہور سے دنیا کو ایک نئی روشنی ملی۔ انسانی زندگی کے تمام پہلو خواہ وہ سائنس سے تعلق رکھتے ہوں یا مذہب سے، ادب سے تعلق رکھتے ہوں یا آرٹس سے، چاہے ٹیکنالوجی سے ان کا تعلق ہو یا طب سے ہو، منطق ہو یا فلسفہ ہو، معاشرتی طرز زندگی ہو یا معاشی حالات ہوں، علم فلکیات ہو یا جینیاتی انجینئرنگ، کمپیوٹر ہو یا انٹرنیٹ ہو یا وہ سیٹلائٹ کا نظام ہو غرض تمام طبقات کو اس نور سے روشنی ملی۔

حضرت مسیح موعود کی ولادت کے قریب زمانہ میں اور بعد ایسی ایسی سائنسی ایجادات ہوئیں کہ انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ بعض ایجادات نئی ہوئیں اور نئے نظریات بنے اور بعض سابقہ نظریات کی تشریح صحیح رنگ میں ہوئی اور بعض نظریات کو غلط قرار دیا گیا اور بعض ایجادات جو پہلے ہوئیں وہ بعد میں اپنے نقطہ کمال تک پہنچیں۔

ذیل میں انہی چند ایجادات اور نظریات کا مختصر تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔

حسابی مشین

انگلستانی حساب دان چارلس بے بج (Charles Babbage) (1791-1871) نے سب سے پہلے کمپیوٹر کی طرح کی مشین بنائی جس کا سائز کافی بڑا تھا۔ اس سے حساب کتاب آسانی سے ہو سکتا تھا۔ یہ اس دور کی انوکھی ایجاد تھی۔

جدید صنعت

انیسویں صدی میں جدید صنعت نے جنم لیا۔ صنعتی انقلاب نے حرکت کے اصول اور بجلی سے متعلق تحقیق کو متحرک کیا اور اس طرح مائیکل فیراڈے (1867-1791) نے برقی مقناطیسی میدان کا نظریہ دیا۔ جس سے برقیاتی حرکات کی تشریح ہوئی اس کے ساتھ ساتھ اس نے ڈائنمو اور برقی موٹر کے اصولوں کی بھی تشریح کی۔

روشنی کی لہریں

جے۔ سی میکس ویل (J.c Maxwell) نے 1864ء میں فیراڈے کے اصولوں کو واضح کیا۔ اس نے بتایا کہ روشنی کی لہریں بھی برقی مقناطیسی لہروں کی ایک شکل ہیں۔

ریڈیو ویوز

ریڈیو ویوز (Radio Waves) کی دریافت کا سہرا ہنرچ ہرٹز کے سر ہے جس نے 1887ء میں ان لہروں کی تشریحات بیان کیں۔

تبدیلئ حرارت

تبدیلئ حرارت اور بھاپ کے انجن میں حرارت کی تبدیلی کے چکر کا حسابی نظریہ سادی کارنٹ (Sadi Carnot) نے انیسویں صدی کے شروع میں دیا جس کو تجرباتی طور پر جیمز جول (James Joul) (1818-1884) نے واضح کیا۔

جدید کیمیائی صنعت

جدید کیمسٹری کی بنیاد رکھنے میں لیوائیزر کا بڑا ہاتھ ہے لیکن اس کی ترقی یافتہ شکل جسٹس وان لائی بگ (1873-1803) اور آگسٹ ہوف مین (1892-1818) کی کاوشوں کی محتاج ہے چنانچہ 1856ء میں ویلیم پرکن نے 18 سال کی عمر میں پہلا کیمیائی رنگ (Synthetic Dye) دریافت کیا جس کا نام ماو (Mauve) رکھا گیا اور اس کے بعد پے درپے ایجادات ہوتی رہیں جس سے جدید کیمیائی صنعت کا دور شروع ہوا۔

ایکس ریز

1895ء میں ویلیم رواَنٹجن (Williem Roentgen) نے ایکس ریز X-Rays کو دریافت کیا۔ یہ طبعیات دانوں کے لئے حیرت انگیز کام تھا۔ اس دریافت کے ساتھ ہی دوسری نئی شعاعوں کی طرف تحقیق نے رخ موڑا جس کے نتیجے میں 1896ء میں این ٹونی بیکرل (Antoine Becquerel) نے دریافت کیا کہ یورینیم دھات کچھ نئی قسم کی شعاعیں خارج کرتی ہے۔ اسی دریافت کے تعاقب میں میری کیوری (Marie Curie) اور اس کے شوہر پیری (Pierre) نے 1897ء میں دریافت کیا کہ اسی طرح کی شعاعوں کے پیدا کرنے کا زیادہ بڑا ذریعہ ریڈیم ہے۔

الیکٹرانکس

مندرجہ بالا ایجادات کے ظہور کے ساتھ ساتھ سائنسدانوں نے گیسوں میں بجلی کی حرکات پر تحقیق شروع کی جن کے نتیجہ میں 1897ء میں جے جے تھامسن (J.J Thomson) نے الیکٹران دریافت کیا جس سے سائنس کی ایک نئی شاخ الیکٹرونکس نے جنم لیا اور اسی شاخ کی بدولت دنیا میں ترقی کی ایک نئی روح بیدار ہوئی۔

ایٹمی نظریہ

رتھرفورڈ (1871-1937) نے ایٹم کی ساخت کے بارے میں تشریح کی اور اپنا ایٹمی نظریہ پیش کیا اس نظریے کو مقبولیت تو حاصل ہوئی لیکن 1913ء میں نیل بوہر نے اسے حتمی شکل دی۔ یہ نظریہ نیوکلیس (مرکزہ) کے گرد الیکٹران کی گول مداروں میں حرکت سے متعلق تھا۔

مالیکیول

لارنس بریگ (1890-1971) نامی ایک سائنسدان نے مالیکیولوں کی ساخت کو ایکس ریز کے ذریعے معلوم کرنے کا طریقہ شروع کیا اور بریگ (Bragg) کی لیبارٹری میں کام کرتے ہوئے جیمز واٹسن (Watson) اور فرانسس کرک (Francis Crick) نے 1953ء میں DNA (ڈی آکسی رائیبو زینو کلیک ایسڈ) کے مالیکیول کی شکل کو واضح کیا۔ DNA وہ مالیکیول ہے جو تمام وراثتی خصوصیات کو ایک نسل سے اگلی نسل میں منتقل کرتا ہے۔ یہ بیالوجی کی دنیا میں ایک نہایت ہی اہم دریافت تھی جس نے جدید بیالوجی کو جنم دیا۔ جینیٹک انجینئرنگ، مالیکیولر بیالوجی، بائیو ٹیکنالوجی وغیرہ تمام شاخیں اسی مالیکیول کے

گرد گھومتی ہیں۔

گیس انجن سب سے پہلا انجن بھاپ کا انجن تھا جو کہ اٹھارویں صدی میں ایجاد ہوا لیکن وہ انجن اس قدر کامیاب نہیں تھا۔ 1860ء کی دہائی میں ایک جرمن انجینئر نکولس اوٹو (Nikolaus Otto) نے پہلا گیس انجن ایجاد کیا جو کہ پہلے انجنوں کی نسبت زیادہ کامیاب تھا۔ اس کے بعد اسی صدی کی آخری دہائیوں میں ایک جرمن انجینئر روڈالف ڈیزل نے ڈیزل انجن ایجاد کیا جو کہ گیس یا پٹرول انجن سے مختلف طریقے سے کام کرتا تھا۔ یہ انجن آج تمام بڑی گاڑیوں میں استعمال ہوتا ہے۔

تیل کا کنواں 1859ء میں امریکہ میں Colonel Edwin نے سب سے پہلے تیل کا کنواں کھودا اس نے تقریباً زمین کی 70 فٹ گہرائی سے تیل نکالا۔ اس وقت یہ ایک تیل کی بہت بڑی صنعت کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ جبکہ 1975ء تک دنیا میں تقریباً چھ لاکھ کنوئیں دریافت ہو چکے تھے۔ اور ان سے 55 ملین بیرل تیل روزانہ نکالا جاتا تھا۔

زمین کی محوری گردش ستاروں اور زمین کی حرکت سے متعلق ایک فرانسیسی طبیعات دان جین فوکالٹ (68-1819) نے ایک مشین جیروسکوپ (Gyroscope) ایجاد کی۔ اس مشین سے زمین کی محوری گردش معلوم ہو جاتی

سپیڈومیٹر گاڑی کی رفتار کو صحیح طور پر متعین کرنے کے لئے 1920ء میں مقناطیسی سپیڈومیٹر ایجاد کیا گیا۔

آٹومیٹک نظام جیمز کلارک میکس ویل (79-1831) نے خودکار نظام (Automatic) کی بنیاد ڈالی جس کے نتیجے میں آج ہمیں گھڑی کی مشین سے لے کر سپر سونک ایئرلائن تک تمام چیزیں خود بخود چلتی نظر آتی ہیں۔ روبوٹ جو ایک انسان کی نقل ہے خودکار نظام کے تحت حرکت کرتا ہے۔

زپ جڈسن (Judson) نے 1891 میں ایک زپ (Zip) ایجاد کی جبکہ اس سے پہلے کپڑوں میں اور بعض دیگر چیزوں میں بٹن استعمال ہوتے تھے یہ زپ صحیح اور مناسب کام نہیں کرتی تھی چنانچہ 1913ء میں سنڈبیک Sundback نے اسے صحیح صورت دی۔

فاؤنٹین پین 1884ء میں واٹرمین نے سب سے پہلے فاؤنٹین پین (Fountain Pen) ایجاد کیا۔ فاؤنٹین پین ایسا پین ہے جس میں سیاہی کے ذخیرہ کے لئے چھوٹی سی ٹینکی ہوتی ہے۔ اس سے قبل بغیر سیاہی ذخیرہ کئے ہوئے قلم استعمال ہوتے تھے۔

بیرومیٹر گیس دباؤ اور ہوائی دباؤ معلوم کرنے کے لئے گیس میٹر اور بیرومیٹر 1850ء کی دہائی میں ایجاد ہوئے۔

سلائی مشین پہلی سلائی مشین 1830ء کی دہائی میں منظر عام پر آئی۔ یہ لکڑی کی بنی ہوئی تھی اور ایک فرانسیسی درزی بارتھیلی (Barthelemy) نے اسے ایجاد کیا۔ 1841ء میں تھیمونیئر نے فرانسیسی فوج کی یونیفارم سینے کے لئے اس طرح کی 80 مشینیں استعمال کیں۔ لیکن صنعتی پیمانے پر سلائی مشینوں کو 1851ء کے بعد استعمال کیا گیا جب اساق سنگر (Issaac Singer) نے پاؤں سے چلنے والی مشین ایجاد کی۔

ریفریجریٹر برطانوی سائنسدانوں نے 1834ء میں ریفریجریٹر کی طرح کی مشین تیار کی لیکن پہلا ریفریجریٹر 1851ء میں جیمز ہیری سن (Harrison) نے ترتیب دیا جسے کارگو بحری جہازوں میں گوشت کو ٹھنڈا کرنے کے لئے استعمال کیا گیا۔

کارپٹ کلینر قالینوں کو صاف کرنے والے کارپٹ کلینر کو Thomas Ewbank نے ڈیزائن کیا جسے 1889ء میں اس کی وفات کے بعد تیار کیا گیا۔

ٹائپ رائٹر ٹائپ رائٹر جو آج کے دور کی اہم ضرورت ہے کو 1867ء میں کرسٹوفر نے ایجاد کیا جو 1874ء میں امریکہ میں منظر عام پر آیا جبکہ پہلا الیکٹرک ٹائپ رائٹر 1930ء کی دہائی میں ایجاد ہوا۔

کیلکولیٹر پاکٹ کیلکولیٹر (Calculator) جس نے موجودہ دور میں بہت آسانیاں پیدا کیں 1948ء میں تین امریکی سائنسدانوں نے ایجاد کیا۔

لفٹ ایک امریکی ایلی شا اوٹس (Elisha Otis) نے 1857ء میں مختلف چیزوں کو اٹھانے والی لفٹ ایجاد کی۔

ایلومینیم ایلومینیم کا استعمال آج کل کے دور میں بہت عام ہے۔ سب سے پہلے ایلومینیم 1825ء میں ڈینش سائنسدان نے علیحدہ (Isolate) کیا۔ کیونکہ اس سے پہلے اس صدی کے شروع میں برطانوی کیمیادان ہمفرے (Humphry) نے اس کی موجودگی کا پتہ لگایا تھا مگر وہ اسے دوسری دھاتوں سے علیحدہ نہ کر سکا۔ آہستہ آہستہ اس کا استعمال اس قدر عام ہو گیا کہ شاید ہی کوئی گھر ہو جس میں ایلومینیم موجود نہ ہو۔ لیکن اب اس کے نقصانات واضح ہو کر سامنے آ رہے ہیں

ہائیڈروفائل ہائیڈروفائل (Hydrofoil) جو کہ بحری جہاز کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ اس کے نیچے لمبے لمبے پترے جہاز کے اصل جسم کو پانی کی سطح سے بلند کئے ہوئے ہوتے ہیں جبکہ بحری جہاز اور بادبان میں اصل جسم کا بیشتر حصہ پانی میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے۔ ہائیڈروفائل بیسویں صدی کے شروع کی ایجاد ہے۔ یہ بحری جہاز سے زیادہ تیز رفتاری

سے سفر کرتا ہے۔

آبدوز آبدوز کی دریافت کا سہرا ولیم بورنے (William Bourne) کو جاتا ہے۔ جس نے 1578ء میں ایجاد کیا۔ یہ آبدوز بھاپ اور ہاتھ سے چلائی جاتی تھی لیکن انیسویں صدی کے آخر میں امریکی موجد جان 'پی ہالینڈ John.P.Holland نے پٹرول انجن سے چلنے والی آبدوز ایجاد کی جسے جدید آبدوز بھی کہا جاسکتا ہے۔

سائیکل سائیکل جو روزمرہ زندگی میں ایک اہم سواری ہے کا آغاز تو اٹھارویں صدی میں ہوا لیکن سائیکل کی تاریخ میں اہم موڑ 1888ء میں آیا جب ڈن لوپ (Dunlop) نے ہوا بھرا ٹائر ایجاد کیا۔ اس دور میں جو سائیکل بنا اس میں اگلے ساٹھ یا ستر سال تک کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ یہ سائیکل سپیڈ کے اعتبار سے پرانے سائیکل سے تیز تھا۔

موٹر سائیکل موٹر سائیکل کی ایجاد موٹر کار سے پرانی ہے۔ دو فرانسیسی ماہرین پائی اے اور ارنٹ مچکس نے 1869ء میں ایک موٹر سائیکل ایجاد کی جس کا نام بون شیکر Bone Shaker تھا۔ یہ پیرس میں عام ہوگئی تھی اس وقت اس کی سپیڈ 40 کلومیٹر فی گھنٹہ سے کم تھی۔ جبکہ 1914ء میں اس کی رفتار تقریباً 150 کلومیٹر فی گھنٹہ تک بڑھادی گئی اور اسے جنگ عظیم اول میں استعمال کیا گیا۔

موٹر کار موٹر کار کی ایجاد ارتقائی مراحل سے گزر کر سامنے آئی۔ دو جرمن انجینئر کارل بینز (Karl Benz) اور گوٹلب ڈیملر (Gottlieb Daimler) نے 1885ء میں کار کو اصل شکل دی۔ اس سے پہلے بھی پیرس میں کچھ گاڑیاں موجود تھیں جن کی رفتار 5 کلومیٹر فی گھنٹہ تھی اور بعد میں یہ سپیڈ کچھ بڑھائی گئی حتیٰ کہ 1885ء میں اس نے اصل کار کی صورت اختیار کی۔

بس برطانیہ میں گھوڑوں سے چلنے والی بسیں 1829ء میں بنائی گئی تھیں۔ مشین کے استعمال نے گھوڑوں کا استعمال ختم کردیا۔ چنانچہ 1895ء میں پٹرول سے چلنے والی بس جرمنی کی ایک کمپنی بینز (Benz) نے چلائی۔ شروع کی یہ بسیں چھوٹی اور زیادہ شور کرتی تھیں جو مسافروں کی ہڈیاں ہلادیتی تھیں۔ لیکن اس کے بعد اگلی صدی میں بے شمار اچھی بسیں منظرعام پر آئیں۔

ریل گاڑی 1813ء میں برطانیہ کی مختلف کانوں (Mines) میں ریل گاڑی کا استعمال شروع ہوا یہ گاڑی بھاپ سے چلتی تھی اس کی دریافت 1804ء میں کورنش مین (Cornishman) نے کی۔ اس کے مقابلے پر بجلی سے چلنے والی گاڑی 1879ء میں برلن میں چلائی گئی اور 1920ء میں ڈیزل سے چلنے والی ریل کار منظرعام پر آئی۔

ہوائی جہاز ہوائی جہاز بنانے کا سہرا گرچہ رائٹ برادرز Wright Brother کے سر ہے لیکن ان سے پہلے جرمنی میں اوٹو لیلی انتھل (Otto Lili Enthal) 1870ء کی دہائی میں اپنے گلائیڈر کی مدد سے سینکڑوں پروازیں کر چکا تھا۔ لیکن رائٹ برادرز نے جو جہاز بنایا وہ طاقتور، قابل کنٹرول اور زیادہ وزنی تھا۔ رائٹ برادرز کے بعد لوئیس بلے ری اوٹ (Louis Bleriot) کا کام سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس نے ہوائی جہاز میں کئی جدید اور موثر تبدیلیاں کیں اور اس کا جہاز ٹائپ XI 1909ء میں فرانس سے انگلینڈ کی پرواز کے لئے چلایا گیا۔

ہیلی کاپٹر سپین کے موجد جان سیروا (Jaun.De.LA.Cierva) نے 1923ء میں کامیابی کے ساتھ ایک مشین ہوا میں اڑائی جسے آٹو جائیرو (Autogyro) کا نام دیا گیا یہ ہیلی کاپٹر جیسی چیز تھی لیکن 1939ء میں جنگ عظیم دوم کے دوران پہلا ہیلی کاپٹر اڑایا گیا مگر بعد میں اس میں بھی بے شمار تبدیلیاں کی گئیں۔ شروع شروع میں یہ اگلی سمت کے علاوہ باقی تمام اطراف میں حرکت کرسکتا تھا جو کہ ایک بہت بڑا مسئلہ تھا لیکن 1941ء میں اس مسئلے پر بھی قابو پالیا گیا۔

کیمرہ جدید کیمرہ 89-1888ء میں جارج ایسٹ مین نے متعارف کروایا۔ اس کیمرے سے روشنی میں تصویریں اتاری جاسکتی تھیں لیکن 1925ء میں فلیش بلب کی ایجاد سے کیمرہ روشنی کا بھی محتاج نہیں رہا۔

ٹیلی گراف ٹیلی گراف کا نظام انیسویں صدی کے شروع میں انتہائی سادہ شکل میں موجود تھا۔ بعد میں اس میں بے شمار تبدیلیاں کی گئیں اور بہت سے ماہرین نے اس نظام میں نئی سے نئی تراکیب متعارف کروائیں اور انیسویں صدی کے آخر تک یہ نظام بہت اہمیت کا حامل ہو گیا۔

ٹیلی فون 1876ء میں گراہم بیل (Graham Bell) جو امریکہ میں ووکل فزیالوجی کا پروفیسر تھا نے الیکٹرک ٹیلی فون ایجاد کیا۔ جبکہ ایک اور امریکن موجد ایلش گرے نے گراہم بیل سے چند گھنٹے بعد اسی طرح کا آلہ ایجاد کیا۔ لیکن گراہم بیل کو ہی اس کا موجد سمجھا جاتا ہے۔

ریڈیو 1879ء میں سب سے پہلے ریڈیو ویو (Radio Wave) کی تجرباتی وضاحت اینگلو امریکن موجد ڈیوڈ ایڈورڈ نے ایک خام ریڈیو ٹرانسمٹر اور ریسیور بنا کر کی۔ اس نے اس آلے سے پیغامات گزارے جو لندن کی گلیوں میں سنے گئے۔ مگر وہ اس ایجاد کی اہمیت اور حقیقت کو مکمل طور پر واضح نہ کرسکا۔ 1894ء میں ایک انگریز اولیور نے ایک ایسا ہی آلہ بنایا جو 450 فٹ دور تک کام کرسکتا تھا۔ 1901ء میں مارکونی نے دنیا کو اس وقت حیران کر دیا جب اس کے ریڈیو سگنلز بحراوقیانوس کے پار سنائی دیئے۔

ٹیلی ویژن 1936ء میں پبلک ٹیلی ویژن سروس کا آغاز برطانیہ میں B.B.C نے کیا۔ برطانوی سائنسدان گزشتہ پانچ برسوں سے اس پر محنت کر رہے تھے۔ بعد میں رنگین ٹیلی ویژن کا دور شروع ہوا اور آج ہر گھر میں رنگین ٹیلی ویژن موجود ہے۔

فونوگراف 1877ء میں تھامس ایڈیسن نے ایک فونوگراف (گراموفون) ایجاد کیا۔ یہ ہاتھ سے گھمانے والا آلہ تھا۔ یہ مشین آواز کی لہروں کے اتار چڑھاؤ کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے ہوائی دباؤ کو ریکارڈ کرتی تھی۔ 1894ء میں چارلس پاتھی اور اس کے بھائی امیل نے فونوگراف کی ایک فیکٹری لگائی۔ یہ مختلف ارتقائی مراحل طے کرتا ہوا جدید شکل میں آگیا اور 1935ء میں AEG ایک جرمن کمپنی نے جدید ٹیپ ریکارڈر بنایا۔

ویڈیو ریکارڈنگ ویڈیو کی ریکارڈنگ ویڈیو کیمرہ کی ریکارڈنگ سے مختلف چیز ہے۔ 1927ء میں جان لوگی نے کیمرہ کوٹو گرافی کے بغیر ایک متحرک فلم (Moving Picture) ریکارڈ کی۔

راڈار بیسویں صدی کے شروع میں اور خاص طور پر جنگ عظیم دوم سے پہلے سونر اور ریڈار بھی دریافت کئے گئے۔ سونر آواز کی لہروں سے پانی میں کسی چیز کا پتہ چلانے کو کہتے ہیں جبکہ راڈار میں جو ویوز (Waves) استعمال کی جاتی ہیں ان سے دور دراز کے علاقے میں کسی بھی جنگی جہاز وغیرہ کا پتہ لگایا جاسکتا ہے۔

راکٹ سازی راکٹ سازی کا آغاز بیسویں صدی کے شروع میں ہوا اور اس میں کچھ پیش رفت جنگ عظیم دوم کے دوران ہوئی۔
1957ء میں روس نے راکٹ کے ذریعے پہلا مصنوعی سیارہ۔

خلائی راکٹ Sputnik-1 چھوڑ کر خلائی دور کا آغاز کیا۔ چاند کی طرف جانے والا پہلا راکٹ بھی روس کا تھا۔ تاہم چاند کی سطح پر اترنے والے پہلے دو انسان امریکی تھے۔ جو جولائی 1969ء کو چاند پر اترے اور چہل قدمی کی۔

سکائی لیب روسیوں نے سالیوٹ (Salyut) اور امریکیوں نے سکائی لیب خلا میں بھیج کر خلائی سٹیشنوں کا آغاز کیا۔ ان خلائی سٹیشنوں پر حیاتیات، کیمسٹری اور فزکس کی تحقیق کا کام آگے بڑھایا گیا۔

بجلی کا بلب ایڈیسن (1847-1931ء) چھوٹی سی عمر میں کئی ایجادات کا موجد بن گیا۔ اس کے ٹرانسمٹر کی وجہ سے گراہم بیل ٹیلی فون بنانے میں کامیاب ہوگیا۔ بجلی کا بلب بنانے والوں میں بھی اس کا نام سرفہرست ہے۔

نظریہ اضافت آئن سٹائن (1879-1958ء) جسے بیسویں صدی کا عظیم سائنسدان مانا جاتا ہے اس نے نظریہ اضافت پیش کیا۔ آئن سٹائن نے کائنات کی ساخت اور ماہیت کے متعلق بھی نظریہ پیش کیا۔

تین بنیادی قوتیں ڈاکٹر عبدالسلام پاکستانی طبیعات دان نے چار بنیادی فطری قوتوں میں سے دو کو یکجا کر کے تین قوتوں کی موجودگی کا نظریہ 1979ء میں پیش کیا۔ آئن سٹائن اور دیگر سائنسدانوں کا خیال تھا کہ کائنات میں چار بنیادی قوتیں موجود ہیں (i) کشش ثقل کی قوت (ii) برقی مقناطیسی قوت (iii) کمزور نیوکلیائی قوت (iv) طاقتور نیوکلیائی قوت۔ ڈاکٹر عبدالسلام کے مطابق برقی مقناطیسی قوت اور کمزور نیوکلیائی قوت ایک ہی قوت ہیں اس قوت کا نام انہوں نے برقی کمزور قوت تجویز کیا۔

وٹامن 1912ء میں ایک سائنسدان (Hopkin) نے مختلف تجربات کی مدد سے وٹامن کی موجودگی کا پتہ چلایا۔

خون کے گروپ لینڈ سٹینر Land Stainer نے 1900ء میں خون کے گروپ دریافت کئے جن کے مطابق انسانی خون کے چار گروپ ہیں یعنی A.B.AB.O

نظریہ ارتقاء 1858ء میں ڈارون اور ویلس نے نظریہ فطرتی چناؤ پیش کیا جو کہ ارتقاء میں بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے مطابق آج کی مخلوق سابقہ مخلوق سے ارتقاء پذیر ہو کر سامنے آئی۔ اب مزید تحقیق نے اس نظریہ میں کئی تبدیلیاں کردی ہیں۔

لیزر آج کے دور میں لیزر کا استعمال عام ہو رہا ہے۔ آنکھوں کی سرجری کے لئے لیزر شعاعیں چاقو کا کام کرتی ہیں۔ دھاتی پلیٹوں کو کاٹنے اور جوڑنے کے لئے بھی لیزر کو استعمال کیا جاتا ہے۔ جسم میں بیمار بافتوں (Tissues) کو ختم کرنے میں استعمال ہوتی ہیں۔ لیزر روشنی کی ایک نہایت طاقتور اور زیادہ سرتکز شعاع ہوتی ہے۔ یہ یک سمتی شعاعیں ہوتی ہیں جس کی وجہ سے وہ لمبے فاصلے تک بغیر منتشر ہوئے پہنچ جاتی ہیں ان کی ان خصوصیات کی بناء پر زمین سے چاند کا فاصلہ ماپنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

کمپیوٹر کمپیوٹر ایک ایسی ایجاد ہے جو پیچیدہ مسائل کو دی ہوئی ہدایات کے مطابق بڑی تیزی سے حل کر سکتی ہے۔ ان ہدایات کو پروگرام کہا جاتا ہے۔ کمپیوٹر عموماً معلومات کی بہت بڑی تعداد ذخیرہ کر سکتے ہیں جنہیں بعد میں حسب ضرورت استعمال کیا جاسکتا ہے۔

انٹرنیٹ آج ساری دنیا کو انٹرنیٹ کے ذریعے آپس میں جوڑ دیا گیا ہے۔ دنیا کے کسی ایک کونے سے دوسرے کونے تک

معلومات آسانی سے حاصل ہو سکتی ہیں اور جس قسم کی معلومات انسان چاہے اسے مل سکتی ہیں۔

مندرجہ بالا ایجادات و نظریات کے لئے بے شمار ایسی چیزیں ہیں کہ جن کا شمار کرنا بھی ایک مشکل کام ہے۔ گھر کی چھوٹی سے چھوٹی چیز سے لے کر باہر کی بڑی سے بڑی چیز موجودہ دور کی عطا ہے۔

یہ تمام ایجادات دراصل انسان کو امت واحدہ بنانے کی طرف مختلف قدم ہیں جو تیزی سے خدا کی تقدیر اٹھا رہی ہے۔

تاریخ احمدیت کا ایک روشن اور درخشاں باب

☆☆ 1899ء کا سال ☆☆

مکرم محمد اشرف کاہلوں صاحب

1899ء تک حضرت مسیح موعود کے دعویٰ ماموریت پر اٹھارہ سال تقریباً ہو چکے تھے اور قیام جماعت پر بھی دس سال کا عرصہ بیت چکا تھا اس زمانہ میں تائیدات سماوی کے نشانات آپ کے حق میں بارش کی مانند ظاہر ہوئے اور مستقبل میں ظاہر ہونے والے الٰہی نشانوں کی بشارات اور انذار و وعید کی اطلاع اللہ تعالیٰ کی طرف سے متواتر مل رہی تھی۔

1899ء اس لحاظ سے بھی تاریخ احمدیت میں ممتاز و نمایاں ہے کہ اس سال میں ایک خاص رنگ کا کرب اور اضطراب حضرت مسیح موعود کی تحریرات مقدسہ میں نظر آتا ہے۔ اس کی وجہ یہ کہ اس دور میں مخالفت کی موجیں چٹانوں جیسی شدت کے ساتھ ٹکرا رہی تھیں۔ طرفہ تماشا یہ کہ مخالفت دوہرا رنگ لئے ہوئے تھی۔ ایک طرف درپردہ گورنمنٹ کے پاس یہ خفیہ رپورٹیں ارسال کی جارہی تھیں کہ حضرت مسیح موعود کا دعویٰ مہدویت "سوڈانی مہدی" کا رنگ اختیار کرنے والا ہے۔ اس لئے حکومت کو جماعت کی کارروائیوں پر گہری اور کڑی نظر رکھنی چاہئے۔ حکومت کے خلاف مستقبل کا زبردست خطرہ اس میں پنہاں ہے۔ بلکہ اس کے خلاف قانونی کارروائی کرنا لازم ہے۔

دوسری طرف عوام الناس میں اشتعال انگیزی کا سلسلہ شدت سے پیدا کیا جارہا تھا۔ پبلک تقریروں اور اخبار و رسائل کے ذریعہ مخالفانہ پراپیگنڈہ کو برابر ہوا دی جارہی تھی۔ حضرت صاحبزادہ بشیر احمد صاحب اس زمانہ کا نقشہ ان الفاظ میں پیش کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"غرض اس زمانہ میں مخالفت انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ اور بدزبانی اور دشنام دہی اور گالی گلوچ کا تو کچھ ٹھکانہ ہی نہیں تھا۔ حضرت مسیح موعود کے خلاف ایسے ایسے گندے اور اشتعال انگیز اشتہار اور رسالے شائع ہو رہے تھے کہ ایک شریف انسان انہیں دیکھ نہیں سکتا۔ اور عوام الناس میں جماعت کے خلاف ایک خطرناک جذبہ پیدا ہو گیا تھا۔"

(سلسلہ احمدیہ ص 87)

جب یہ حالات پیدا ہو رہے تھے تو حضرت مسیح موعود دنیا کی ہدایت کی خاطر اسی قدر کرب اور اضطراب میں مبتلا تھے آپ کی بیقرار روح نہایت بے تابی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ دعائیں تھیں تو یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے نہایت قوی اور فوق العادت نشان ظاہر کرے۔ جو لوگوں کو قبول حق کی جانب موڑ دے۔ حضرت میاں بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں۔

"1899ء کا سال اس احساس اور اضطراب کے معراج کا زمانہ تھا (ایضاً ص 88)

حضرت مسیح موعود کے اس زمانہ کے قلبی احساسات اور جذبات کی جھلک ان اقتباسات سے خوب روشن و ظاہر ہے۔

پُردرد دعائیں

"اے میرے حضرت اعلیٰ ذوالجلال قادر قدوس حیّ و قیوم جو ہمیشہ راستبازوں کی مدد کرتا ہے تیرا نام ابدالاباد مبارک ہے۔ تیری قدرت کے کام کبھی رک نہیں سکتے۔ تیرا قوی ہاتھ ہمیشہ عجیب کام دکھاتا ہے۔ تو نے ہی اس چودھویں صدی کے سر پر مجھے مبعوث کیا ہے مگر اے قادر خدا تو جانتا ہے کہ اکثر لوگوں نے مجھے منظور نہیں کیا۔ اور مجھے مفتری سمجھا اور میرا نام کافر اور کذاب اور دجال رکھا گیا۔ مجھے گالیاں دی گئیں۔ اور طرح طرح کی دل آزار باتوں سے مجھے ستایا گیا۔ سوائے میرے مولا قادر خدا! اب مجھے راہ بتا اور کوئی ایسا نشان ظاہر فرما۔ جس سے تیرے سلیم الفطرت بندے نہایت قوی طور پر یقین کریں کہ میں تیرا مقبول ہوں۔ اور جس سے ان کا ایمان قوی ہو۔ اور وہ تجھے پہچانیں..... اور دنیا میں تیرا جلال چمکے اور تیرے نام کی روشنی اس بجلی کی طرح دکھائی دے جو کہ ایک لحہ میں مشرق سے مغرب تک اپنے تئیں پہنچاتی ہے اور شمال و جنوب میں اپنی چمکیں دکھلاتی ہے.... دیکھ میری روح نہایت توکل کے ساتھ تیری طرف ایسی پرواز کر رہی ہے۔ جیسا کہ پرندہ اپنے آشیانہ کی طرف آتا ہے۔ سو میں تیری قدرت کے نشان کا خواہش مند ہوں۔ لیکن نہ اپنے لئے اور نہ اپنی عزت کے لئے۔ بلکہ اس لئے کہ لوگ تجھے پہچانیں اور تیری پاک راہوں کو اختیار کریں.... میں تجھے پہچانتا ہوں کہ تو ہی میرا خدا ہے۔ اس لئے میری روح تیرے نام سے اچھلتی ہے جیسے کہ شیرخوار بچہ ماں کے دیکھنے سے لیکن اکثر لوگوں نے مجھے نہیں پہچانا اور نہ قبول کیا۔ اس لئے نہ میں نے بلکہ میری روح نے اس بات پر زور دیا کہ میں یہ دعا کروں کہ اگر میں تیرے حضور سچا ہوں تو.... میرے لئے کوئی اور نشان دکھا اور اپنے اس بندے کے لئے کوئی اور گواہی دے۔ جس کو زمانوں سے کچلا گیا ہے۔ دیکھ میں تیری جناب میں عاجزانہ ہاتھ اٹھاتا ہوں کہ تو ایسا ہی کر.... (۔) اور میری روح دیکھ رہی ہے کہ خدا میری سنے گا"

(اشتہار 5 نومبر 1899ء)

اسی زمانہ کی ایک دردناک اور پرسوز و پُردرد مناجات حضرت مسیح موعود نے بزبان فارسی نظم کی صورت میں شائع کی۔ کس درد، یقین اور پر معرفت انداز میں آپ فرماتے ہیں۔ نظم کا پہلا شعر یہ ہے۔

اے قدیر و خالق ارض و سما
اے رحیم و مہربان و رہنما

ترجمہ یہ ہے۔ اے میرے قادر۔ زمین و آسمان کے پیدا کرنے والا خدا۔ اے میرے رحیم اور مہربان اور مشکلات کی تاریکی میں رستہ دکھانے والے آقا! اے دلوں کے بھیدوں کے جاننے والے جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ اگر تو مجھے شر اور فسق و فساد سے بھرا ہوا پاتا ہے اور اگر تو یہ دیکھتا ہے کہ میں ایک بدطینت اور گندہ آدمی ہوں تو اے خدا تو مجھ بدکار کو پارہ پارہ کر کے ہلاک و برباد کر دے اور میرے مخالف گروہ کے دلوں کو خوشی اور راحت بخش اور ان پر اپنی رحمت کے بادل برسا اور ان کی ہر مراد کو اپنے فضل سے پورا کر۔ اور میرے در و دیوار پر اپنے غضب کی آگ نازل کر اور میرا دشمن بن کر میرے اس کاروبار کو تباہ کر دے۔

لیکن اے میرے آقا! اگر تو مجھے اپنے بندوں میں سے سمجھتا ہے اور اپنے آستانہ کو میری توجہ کا قبلہ پاتا ہے اور میرے دل میں اس محبت کو دیکھتا ہے جو تو نے دوسروں کی نظروں سے پوشیدہ کر رکھی ہے تو اے میرے خدا تو میرے ساتھ محبت کا معاملہ کر اور اس چھپے ہوئے راز کو ظاہر ہونے دے۔

1899ء کے الہامات و کشوف

اللہ تعالیٰ نے آپ کی مناجات کو سنا اور اپنے اس عاجز بندہ مسیح موعود کے ساتھ جو محبت کا معاملہ فرمایا وہ ان رؤیا صادقہ، کشوف اور الہامات الٰہیہ سے خوب عیاں ہے۔ جو 1899ء کے سال میں ہوئے ان میں سے بعض درج ذیل ہیں۔

(1) 15 جنوری 99ء کو ہونے والے عربی الہام کا ترجمہ یہ ہے "خدا ایسا نہیں کہ انہیں اس حال میں عذاب دے کہ تو ان میں ہو۔

(2) 18 جنوری 99ء کے الہام کا ترجمہ یہ ہے پانی خشک ہو گیا اور بات کا فیصلہ ہوا۔

(3) 3 فروری 99ء (الف) مجھے 21 رمضان المبارک 1316ھ جمعہ کی رات میں جس میں انتشار روحانیت مجھے محسوس ہوتا تھا۔ اور میرے خیال میں تھا کہ یہ لیلتہ القدر ہے اور آسمان سے نہایت آرام اور آہستگی سے مینہ برس رہا تھا۔ ایک رؤیا ہوا۔ یہ رؤیا ان کے لئے ہے جو ہماری گورنمنٹ عالیہ کو ہمیشہ میری نسبت شک میں ڈالنے کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ کسی نے مجھ سے درخواست کی ہے کہ اگر تیرا خدا قادر خدا ہے۔ تو تو اس سے درخواست کر۔ کہ یہ پتھر جو تیرے سر پر ہے۔ بھینس بن جائے۔ تب میں نے دیکھا کہ ایک وزنی پتھر میرے سر پر ہے جس کو کبھی میں پتھر اور کبھی لکڑی خیال کرتا ہوں۔ تب میں نے یہ معلوم کرتے ہی اس پتھر کو زمین پر پھینک دیا۔ پھر بعد اس کے میں نے جناب الٰہی میں دعا کی۔ کہ اس پتھر کو بھینس بنا دیا جائے۔ اور میں اس دعا میں محو ہو گیا۔ جب بعد اس کے میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ پتھر بھینس بن گیا۔ سب سے پہلے میری نظر اس کی آنکھوں پر پڑی۔ اس کی بڑی روشن اور لمبی آنکھیں تھیں۔ تب میں نے یہ دیکھ کر کہ خدا نے پتھر کو جس کی آنکھیں نہیں تھیں۔ ایسی خوبصورت بھینس بنا دیا جس کی ایسی لمبی اور روشن آنکھیں ہیں۔ اور خوبصورت اور مفید جاندار ہے۔ خدا کی قدرت کو یاد کر کے وجد میں آ گیا۔ اور بلاتوقف سجدہ میں گرا۔ اور میں سجدہ میں بلند آواز سے خدا تعالیٰ کی بزرگی کا ان الفاظ سے اقرار کرتا تھا۔ کہ ربّی الاعلیٰ۔ ربّی الاعلیٰ اور اسقدر اونچی آواز تھی کہ میں خیال کرتا ہوں کہ وہ آواز دور دور جاتی تھی۔ تب میں نے ایک عورت سے جو میرے پاس کھڑی تھی۔ جس کا نام بھانو تھا۔ اور غالباً اس دعا کی اس نے درخواست کی تھی۔ یہ کہا کہ دیکھ ہمارا خدا کیسا قادر خدا ہے۔ جس نے پتھر کو بھینس بنا کر آنکھیں عطا کیں۔ اور میں یہ اس کو کہہ رہا تھا کہ پھر یکدفعہ خدا تعالیٰ کی قدرت کے تصور سے میرے دل نے جوش مارا۔ اور میرا دل اس کی تعریف سے پھر دوبارہ بھر گیا۔ اور پھر میں پہلی طرح وجد میں آ کر سجدہ میں گر پڑا۔ اور ہر وقت یہ تصور میرے دل کو خدا تعالیٰ کے آستانہ پر یہ کہتے ہوئے گراتا تھا۔ کہ یا الٰہی! تیری کیسی بلند شان ہے۔ تیرے کیسے عجیب کام ہیں۔ کہ تو نے ایک بے جان پتھر کو بھینس بنا دیا۔ اس کو لمبی اور روشن آنکھیں عطا کیں۔ جن سے وہ سب کچھ دیکھتی ہے اور نہ صرف یہی بلکہ اس کے دودھ کی بھی امید ہے۔ قدرت کی باتیں ہیں کہ کیا تھا اور کیا ہو گیا۔ میں سجدہ ہی میں تھا کہ آنکھ کھل گئی۔ قریباً اس وقت رات کے چار بج چکے تھے۔

میں نے اس کی یہ تعبیر کی ہے کہ وہ ظالم طبع مخالف جو میرے پر خلاف واقعہ اور سراسر جھوٹ باتیں بنا کر گورنمنٹ تک پہنچاتے ہیں۔ وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔ اور جیسا کہ خدا تعالیٰ نے خواب میں ایک پتھر کو بھینس بنا دیا اور اس کو لمبی اور روشن آنکھیں عطا کیں۔ اسی طرح انجام کار وہ میری نسبت حکام کو بصیرت اور بینائی عطا کرے گا۔ اور وہ اصل حقیقت تک پہنچ جائیں گے۔ یہ خدا کے کام ہیں اور لوگوں کی نظر میں عجیب"

(حقیقۃ المہدی ص 11-10)

پھر فرمایا "بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس مقدمہ کے متعلق (جو پولیس نے مسٹر ڈوئی ڈپٹی کمشنر

گورداسپور کی عدالت میں حضرت مسیح موعود کے خلاف دائر کیا تھا۔) یہ خواب ہے۔ کیونکہ پتھر یالکڑی سے وہ منافق حاکم مراد ہے۔ جس کا ارادہ یہ ہے کہ بدی پہنچاوے اور جس کی آنکھیں بند ہیں۔ اور پھر بھینس بن جانا اور بڑی بڑی آنکھیں ہو جانا۔ اس کی یہ تعبیر معلوم ہوتی ہے کہ یکدفعہ کوئی ایسے امور پیدا ہو جائیں۔ جن سے حاکم کی آنکھیں کھل جائیں۔"

(از مکتوب مورخہ 5 فروری 1899ء بنام چوہدری رستم علی صاحب مکتوبات احمدیہ جلد 5 نمبر سوم ص 157-156)

"سجدہ میں گرنے کی بھی یہی تعبیر ہے کہ دشمن پر فتح ہے۔" (ایضاً ص 156)

(ب) "اب فوجداری مقدمہ کی تاریخ 14- فروری 1899ء ہو گئی ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ اب تک یہی معلوم ہوتا ہے کہ حاکم کی نیت بخیر نہیں۔ جمعہ کی رات مجھے یہ خواب آئی ہے کہ ایک لکڑی یا پتھر کو میں نے جناب الٰہی میں دعا کر کے بھینس بنا دیا ہے۔ اور پھر اس خیال سے کہ ایک بڑا نشان ظاہر ہوا ہے سجدہ میں گرا ہوں اور بلند آواز سے کہتا ہوں ربّی الاعلیٰ ربّی الاعلیٰ۔ میرے خیال میں ہے کہ شاید اس کی یہ تعبیر ہو۔ کہ لکڑی اور پتھر سے مراد وہی سخت دل اور منافق طبع حاکم ہو۔ اور پھر میری دعا سے اس کا بھینس بن جانا اس بات کی طرف اشارہ ہو وہ ہمارے لئے ایک مفید چیز بن گئی ہے۔ جس کے دودھ کی امید ہے اگر یہ تاویل درست ہے۔ تو امید قوی ہے کہ مقدمہ پلٹا کھا کر نیک صورت پر آ جائے گا۔ اور ہمارے مفید ہو جائے گا۔ اور سجدہ کی تعبیر یہ لکھی ہے کہ دشمن پر فتح ہو۔ الہامات بھی اس کے قریب قریب ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس خواب کے ظہور کا محل کوئی اور ہو۔ بہرحال ہمارے لئے بہتر ہے خواہ کسی پیرایہ میں ہو۔"

(4) 1899ء "مسٹر ڈوئی صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور کے پاس میری نسبت بہ نیت سزا دلانے کے فوجداری میں ایک مقدمہ پولیس نے بنایا تھا۔ اور اس کی نسبت خدا تعالیٰ نے مجھے بتلایا کہ ایسی کوشش کرنے والے نامراد رہیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔ اس بارہ میں خدا تعالیٰ نے مجھے فرمایا (-) یعنی ہم نے تلوار کے ساتھ جنگ کی۔ پس نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن ہلاک ہو گیا اور اس کے اسباب بھی ہلاک ہوئے۔ اس جگہ دشمن سے مراد ایک ڈپٹی انسپکٹر ہے۔ جس نے ناحق عداوت سے مقدمہ بنایا۔ آخر طاعون سے ہلاک ہوا۔"

(حقیقۃ الوحی ص 217)

(5) "اس کے بعد جو مجھے الہام ہوئے وہ اسی رؤیا کے مؤید ہیں۔ وہ بھی ذیل میں لکھتا ہوں۔ تاکہ اس آخری وقت میں جب یہ باتیں پوری ہوں۔ لوگوں کے ایمان قوی ہوں اور الہامات جو اس خواب کے مؤید ہیں۔ یہ ہیں۔ (ترجمہ)

یعنی خدا پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔ اور تو پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔ اور تو میرے ساتھ ہے میری مدد تجھے پہنچے گی۔ میں رحمان ہوں۔ اے زمین اپنے پانی کو یعنی خلاف واقعہ اور فتنہ انگیز شکایتوں کو جو زمین پر پھیلائی گئی ہیں۔ نگل جا۔ پانی خشک ہو گیا اور بات کا فیصلہ ہوا۔ تجھے سلامتی ہے یہ رب رحیم نے فرمایا۔ اور اے ظالمو! آج تم الگ ہو جاؤ۔ ہم نے دشمن کو مغلوب کیا اور اس کے تمام اسباب کاٹ دیئے۔ اُن پر واویلا ہے۔ کیسے افتراء کرتے ہیں ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا۔ اور اپنی شرارتوں سے روکا جائے گا۔ اور خدا نیکوں کے ساتھ ہوگا۔ وہ ان کی مدد پر قادر ہے۔ منہ بگڑیں گے۔ خدا کا یہ نشان ہے اور یہ فتح عظیم ہے۔ تو میرا وہ اسم ہے جو سب سے بڑا ہے۔ اور تو محبوبوں کے مقام پر ہے۔ میں نے تجھے اپنے لئے چنا۔ کہہ میں مامور ہوں

(حقیقۃ الوحی ص 13-12)

(6) 1899ء "وہ مقدمہ جو منشی محمد بخش ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ کی رپورٹ کی بناء پر دائر ہو کر عدالت مسٹر ڈوئی صاحب مجسٹریٹ ضلع گورداسپورہ میں میرے پر چلایا گیا تھا۔ اس مقدمہ کے انجام سے خدا تعالیٰ نے پیش از وقت مجھے بذریعہ الہام خبر دے دی کہ وہ مجھے آخر کار دشمنوں کے بد ارادے سے سلامت اور محفوظ رکھے گا۔ اور مخالفوں کی کوششیں ضائع جائیں گی۔

سو ایسا ہی وقوع میں آیا.... قبل اس کے کہ جو مقدمہ دائر ہو۔ مجھے خدا تعالیٰ نے اپنے الہام کے ذریعہ اطلاع دی تھی کہ تم پر ایسا مقدمہ عنقریب ہونے والا ہے۔ اور اس اطلاع پانے کے بعد میں نے دعا کی۔ اور وہ دعا منظور ہو کر آخر میری بریت ہوئی اور قبل انفصال مقدمہ کے یہ الہام بھی ہوا۔ کہ

تیری عزت اور جان سلامت رہے گی اور دشمنوں کے حملے جو اس بدغرض کے لئے ہیں۔ ان سے تجھے بچایا جائے گا۔" (تریاق القلوب ص 79)

(7) 10- مارچ 1899ء- فرمایا- "میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ مبارکہ پنجابی زبان میں بول رہی ہے کہ مینوں کوئی نہیں کہہ سکدا کہ ایسی آئی جس نے ایہہ مصیبت پائی۔

(الحکم 10- جون 1903ء)

(8) 13- اپریل 1899ء- 13- اپریل 1899ء کو یہ الہام ہوا یعنی کچھ عرصہ صبر کر- میں تجھے ایک پاک لڑکا عنقریب عطا کروں گا- یہ پنجشنبہ کا دن تھا اور ذی الحج 1314ھ کی دوسری تاریخ تھی جبکہ الہام ہوا- اور اس الہام کے ساتھ ہی یہ الہام ہوا-(-)

یعنی اے میرے خدا! میری اس بیوی کو بیمار ہونے سے بچا- اور بیماری سے تندرست کر- یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس بچے کے پیدا ہونے کے وقت کسی بیماری کا اندیشہ ہے- سو اس الہام کو میں نے اس تمام جماعت کو سنا دیا- جو میرے پاس قادیان میں موجود تھے- اور اخویم مولوی عبدالکریم صاحب نے بہت سے خط لکھ کر اپنے تمام معزز دوستوں کو اس الہام سے خبر کر دی-"

(تریاق القلوب ص 41)

(9) 19- مئی 1899ء کے الہام کا ترجمہ یہ ہے- ہم اصل بات جانتے ہیں اور بے شک ہم

جاننے والے ہیں۔ وہ بات عنقریب ظاہر کر دی جائے گی اور یقیناً ہم ذرہ ذرہ کو اڑائیں گے۔

(الحکم 23۔ جون 1899ء)

(10) 13۔ جون 1899ء (الف) "جب 13۔ جون 1899ء کا دن چڑھا۔ جس پر الہام مذکور کی تاریخ کو جو 13۔ اپریل 1899ء کو ہوا تھا۔ پورے دو مہینے ہوتے ہیں۔ تو خدا تعالیٰ کی طرف سے اسی لڑکے کی مجھ میں روح بولی۔ اور الہام کے طور پر یہ کلام اس کا میں نے سنا۔ (۔) یعنی اب میرا وقت آ گیا۔ اور میں اب خدا کی طرف سے اور خدا کے ہاتھوں سے زمین پر گروں گا۔ اور پھر اسی کی طرف جاؤں گا۔ اور پھر بعد اس کے 14۔ جون 1899ء کو وہ پیدا ہوا۔"

(تریاق القلوب ص41)

(ب) "مجھے خدا تعالیٰ نے خبر دی کہ میں تجھے ایک اور لڑکا دوں گا۔ اور یہ وہی چوتھا لڑکا ہے جو اب پیدا ہوا۔ جس کا نام مبارک احمد رکھا گیا۔ اور اس کے پیدا ہونے کی خبر قریباً دو برس پہلے مجھے دی گئی ہے۔ اور پھر اس وقت دی گئی کہ جب اس کے پیدا ہونے میں قریباً دو مہینے باقی رہتے تھے اور پھر جب یہ پیدا ہونے کو تھا۔ یہ الہام ہوا۔ (۔)

یعنی میں خدا کے ہاتھ سے زمین پر گرتا ہوں۔ اور خدا ہی کی طرف جاؤں گا۔ میں نے اپنے اجتہاد سے اس کی یہ تاویل کی کہ یہ لڑکا نیک ہو گا۔ اور رو بخدا ہو گا۔ اور خدا کی طرف اس کی حرکت ہو گی۔ اور یا یہ کہ جلد فوت ہو جائے گا۔ اس بات کا علم خدا تعالیٰ کو ہے کہ ان دونوں باتوں میں سے کون سی بات اس کے ارادہ کے موافق ہے۔"

(تریاق القلوب ص40)

(11) 6 مئی 1899ء "رات عشاء کی نماز میں حضرت اقدس کی زبان پر الہاماً جاری ہوا۔ (:)

یعنی انسانوں کے بہت سے دلوں کو میری طرف جھکا دے۔ یہ ایک بشارت ہے۔ سلسلہ کی ترقی کے متعلق۔"

(تشحیذ الاذہان جون 1899ء ص247)

(12) 27۔ جون 1899ء حضرت اقدس کیا دیکھتے ہیں۔ کہ آگ اور دھواں ہے۔ اور چنگاڑیاں اڑ کر آپ کی طرف آتی ہیں۔ مگر ضرر نہیں دیتیں۔ اس حال میں آپ یہ پڑھ رہے ہیں۔ (۔) اے حیّ اے قیوم میں تیری رحمت سے مدد چاہتا ہوں۔ یقیناً میرا رب آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔

(13) 30۔ جون 1899ء میں مجھے یہ الہام ہوا۔ پہلے بے ہوشی پھر غشی پھر موت' ساتھ ہی اس کے یہ تفہیم ہوئی کہ یہ الہام ایک مخلص دوست کی نسبت ہے۔ جس کی موت سے ہمیں رنج پہنچے گا۔ چنانچہ اپنی جماعت کے بہت سے لوگوں کو یہ الہام سنایا گیا۔ اور الحکم 30۔ جون 1899ء میں درج ہو کر شائع کیا گیا۔

پھر آخر جولائی 1899ء میں ہمارے ایک نہایت مخلص دوست یعنی ڈاکٹر محمد بوڑے خاں اسسٹنٹ سرجن ایک ناگہانی موت سے قصور میں گزر گئے۔ اول بے ہوش رہے۔ پھر یکدفعہ غشی ہوئی پھر اس ناپائیدار دنیا سے کوچ کیا۔ اور ان کی موت اور اس الہام میں صرف بیس بائیس دن کا فرق تھا۔"

(حقیقۃ الوحی ص14-213)

(14) 1899ء (الف) "ایک دفعہ مجھے دانت میں سخت درد ہوئی۔ ایک دم قرار نہ تھا۔ کسی شخص سے میں نے دریافت کیا۔ کہ اس کا کوئی علاج بھی ہے۔ اس نے کہا کہ علاج دندان اخراج دندان' اور دانت نکالنے سے میرا دل ڈرا۔ تب اس وقت مجھے غنودگی آ گئی۔ اور میں زمین پر بے تابی کی حالت میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور چارپائی پاس بچھی ہوئی تھی۔ میں نے بے تابی کی حالت میں اس چارپائی کی پائینتی پر اپنا سر رکھ دیا۔ اور تھوڑی سی نیند آ گئی۔ جب میں بیدار ہوا۔ تو درد کا نام و نشان نہ تھا۔ اور زبان پر یہ الہام جاری تھا (۔) یعنی جب تو بیمار ہوتا ہے۔ تو وہ تجھے شفا دیتا ہے۔

(حقیقۃ الوحی ص355)

(15) 27۔ اگست 1899ء "خدا نے ارادہ کیا ہے کہ تیرا نام بڑھاوے اور تیرے نام کی خوب چمک آفاق سے دکھاوے۔"

(الحکم 9 ستمبر 1899ء)

(16) 29۔ اگست 1899ء "دشمنوں سے ملاقات کرتے وقت ملائکہ نے تیری مدد کی"

(ایضاً)

(17) 30۔ اگست 1899ء "رحمت الٰہی کے چمکے سامان" (ایضاً)

(18) 14۔ ستمبر 1899ء کو یہ الہام ہوا۔ ایک عزت کا خطاب ایک عزت کا خطاب لک خطاب العزۃ ایک بڑا نشان اس کے ساتھ ہو گا۔ یہ تمام خدائے پاک قدیر کا کلام ہے۔ میں اپنے اجتہاد سے اس کے یہ معنی سمجھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس جھگڑے کے فیصلہ کرنے کے لئے جو کسی حد تک پرانا ہو گیا ہے اور حد سے زیادہ تکذیب اور تکفیر ہو چکی ہے کوئی ایسا برکت اور رحمت اور فضل اور صلح کاری کا نشان ظاہر کرے گا۔ کہ وہ انسانی ہاتھوں سے برتر اور پاک تر ہو گا تب ایسی کھلی کھلی سچائی کو دیکھ کر لوگوں کے خیالات میں ایک تبدیلی واقع ہو گی۔ اور نیک طینت آدمیوں کے کینے یکدفعہ رفع ہو جائیں گے۔" (ضمیمہ تریاق القلوب نمبر4)

(19) 18 ستمبر 1899ء "آج رات میں نے 18۔ ستمبر 1899ء کو بروز دو شنبہ خواب میں دیکھا کہ بارش ہو رہی ہے۔ آہستہ آہستہ مینہ برس رہا ہے۔ میں نے شاید خواب میں یہ کہا کہ ہم تو ابھی دعا کرنے کو تھے کہ بارش ہو۔ سو ہو گئی۔ میں نہیں جانتا کہ عنقریب بارش ہو جائے۔ یا ہمارے الہام 13۔ ستمبر 1899ء ایک عزت کا خطاب' ایک عزت کا خطاب لک خطاب العزۃ ایک بڑا نشان اس کے ساتھ ہو گا۔" کے متعلق خدا کی رحمت اور فتح و نصرت کی بارش ہماری جماعت پر ہو گی۔ یا دونوں ہی ہو جاویں۔ ہماری

خواب سچی ہے۔ اس کا ظہور ضرور ہو گا۔ دونوں میں سے ایک بات ضرور ہو گی۔ یعنی یا تو خدا تعالیٰ کی مخلوق کے لئے باران رحمت کا دروازہ آسمان سے کھلے گا۔ یا غیر معمولی کوئی نشان روحانی فتح اور نصرت کا ہو گا۔ مگر نشان ہو گا۔ نہ معمولی بات" (الحکم ج 3 نمبر 34 مورخہ 10۔ اکتوبر 1899ء)

(20) 19۔ ستمبر 1899ء کو خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے اپنا کلام مجھ پر نازل کیا (۔) ہم تیرے لئے ربیع کی کھیتیاں اگائیں گے۔ زروع' زرع کی جمع ہے۔ اور زرع عربی زبان میں ربیع کی کھیتی یعنی کنک و جو وغیرہ کو کہتے ہیں۔ مگر آثار ایسے نہیں ہیں کہ یہ الہام اپنے ظاہری معنوں کے رو سے پورا ہو۔ کیونکہ ربیع کے تخمریزی کے ایام گویا گزر گئے۔ لہٰذا مجھے صرف اجتہاد سے یہ معنی معلوم ہوتے ہیں۔ کہ تجھے کیا غم ہے۔ تیری کھیتیاں تو بہت نکلیں گی۔ یعنی ہم تیری تمام حاجات کے متکفل ہیں۔ (ضمیمہ تریاق القلوب نمبر 4 ص 2 حاشیہ)

(21) 18۔ اکتوبر 1899ء "بالفعل خدا تعالیٰ نے میرے دل میں یہی ڈالا ہے کہ بیعت کرنے والے دو قسم میں رکھے جائیں گے۔ ایک جو اعلیٰ اور صاف تر زندگی کے خواہشمند اور خدا تعالیٰ کی منشاء کی اطاعت کے لئے حاضر ہیں۔ اور ایک وہ جو کسی قدر کمزور ہیں۔"

(22) 20۔ اکتوبر 1899ء کو خواب میں مجھے یہ دکھایا گیا کہ ایک لڑکا ہے جس کا نام عزیز ہے اور اس کے باپ کے نام کے سر پر سلطان کا لفظ ہے۔ وہ لڑکا پکڑ کر میرے پاس لایا گیا۔ اور میرے سامنے بٹھایا گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک پتلا سا لڑکا گورے رنگ کا ہے۔ میں نے اس خواب کی یہ تعبیر کی ہے کہ عزیز عزت پانے والے کو کہتے ہیں۔ اور سلطان جو خواب میں اس لڑکے کا باپ سمجھا گیا ہے۔ یہ لفظ یعنی سلطان عربی زبان میں اس دلیل کو کہتے ہیں۔ کہ جو ایسی بین الظہور ہو۔ جو بباعث اپنے نہایت درجہ کے روشن ہونے کے دلوں پر اپنا تسلط کرے۔ گویا سلطان کا لفظ تسلط سے لیا گیا ہے۔ اور سلطان عربی زبان میں ہر ایک قسم کی دلیل کو نہیں کہتے۔ بلکہ ایسی دلیل کو کہتے ہیں۔ جو اپنی قبولیت اور روشنی کی وجہ سے دلوں پر قبضہ کرے۔ اور طبائع سلیمہ پر اس کا تسلط قائم ہو جائے۔ پس اس لحاظ سے کہ خواب میں عزیز جو سلطان کا لڑکا معلوم ہوا۔ اس کی یہ تعبیر ہوئی کہ ایسا نشان جو لوگوں کے دلوں پر تسلط کرنے والا ہو گا۔ ظہور میں آئے گا۔ اور اس نشان کے ظہور کا نتیجہ جس کو دوسرے لفظوں میں اس نشان کا بچہ کہہ سکتے ہیں۔ دلوں میں میرا عزیز ہونا ہو گا۔ جس کو خواب میں عزیز کے تمثل سے ظاہر کیا گیا۔" (تریاق القلوب ضمیمہ نمبر 4 ص 2 بحوالہ تذکرہ ص 349)

21۔ اکتوبر 1899ء "ایک خواب۔ ابھی 21۔ اکتوبر 1899ء کو میں نے دیکھی ہے۔ وہ یہ ہے کہ میں خواب میں محبی اخویم مفتی محمد صادق کو دیکھا۔ کہ نہایت روشن اور چمکتا ہوا ان کا چہرہ ہے۔ اور ایک لباس فاخرہ جو سفید ہے پہنے ہوئے ہیں۔ اور ہم دونوں ایک بگھی میں سوار ہیں۔ اور وہ لیٹے ہوئے ہیں۔ اور ان کی کمر پر میں نے ہاتھ رکھا ہوا ہے۔ یہ خواب ہے اور اس کی تعبیر جو خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالی ہے۔ یہ ہے کہ صدق جس سے میں محبت رکھتا ہوں۔ ایک چمک کے ساتھ ظاہر ہو گا۔ اور جیسا کہ میں نے دیکھا کہ اس کا چہرہ چمکتا ہے۔ اس طرح وہ وقت قریب ہے۔ کہ میں صادق سمجھا جاؤں گا۔ اور صدق کی چمک لوگوں پر پڑے گی۔" (ضمیمہ تریاق القلوب نمبر 4)

1899ء "مبشروں کا زوال نہیں ہوتا۔ گورنر جنرل کی پیش گوئیوں کے پورا ہونے کا وقت آ گیا۔" (الحکم ج 3 نمبر 40 مورخہ 10 نومبر 1899ء)

(24) 1899ء "خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ تیرے ساتھ آشتی اور صلح پھیلے گی۔ ایک درندہ بکری کے ساتھ صلح کرے گا۔ اور ایک سانپ بچوں کے ساتھ کھیلے گا۔ یہ خدا کا ارادہ ہے۔ گو لوگ تعجب کی راہ سے دیکھیں"

(ضمیمہ تریاق القلوب اشتہار واجب الاظہار ص 2۔

اہم واقعات

1899ء کا سال تاریخ احمدیت میں غیر معمولی اہمیت کا سال ہے۔ جس میں فوق العادت نصرت الٰہی کے نشان ظاہر ہوئے اور حق روز روشن کی طرح آئینہ ابصار بن گیا۔ دوران سال صورت گر ہونے والے واقعات کی جھلک ملاحظہ فرمائیے۔

(1) مقدمہ حفظ امن۔

حضرت اقدس مسیح موعود کے مقابل پر مخالفین اور معاندین سلسلہ کی متواتر اور پے در پے ناکامیوں اور نامرادیوں نے ان کی آتش غیظ و غضب کو خوب بھڑکا دیا تھا۔ وہ حضرت مسیح موعود کے خلاف مقدمہ کھڑا کرنے میں موقعہ کی تلاش میں رہتے۔ 1899ء کے آغاز میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے حفظ امن کی ضمانت کا فوجداری مقدمہ قائم کرانے کی کوشش کی۔ استغاثہ میں تھا کہ "مجھے مرزا صاحب کی طرف سے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ اس لئے ان سے حفظ امن کی ضمانت لی جائے۔ مقدمہ دائر کرنے کی جسارت اس بناء پر مولوی صاحب کو ہوئی کہ بٹالہ پولیس سٹیشن میں متعین تھانے دار محمد بخش نامی حضرت مسیح موعود کا سخت معاند تھا۔ چونکہ اس قسم کے مقدمہ میں فیصلہ پولیس رپورٹ پر ہوتا ہے۔ اس لئے مولوی صاحب نے موقعہ غنیمت جان کر حضرت اقدس کے خلاف درخواست دے دی۔ مقدمہ کی ابتدائی کارروائی کے دوران ایک مجلس میں تھانے دار مذکور نے بڑی تحدی سے برملا کہا کہ

"آج تک تو مرزا بچ جاتا رہا ہے۔ لیکن اب وہ میرے ہاتھ دیکھے گا۔"

کسی آدمی نے یہ بات حضرت مسیح موعود تک پہنچا دی۔ آپ نے مذکورہ شخص کی طرف دیکھا اور بیساختہ فرمایا۔

"وہ کیا سمجھتا ہے؟ اس کا اپنا ہاتھ کاٹا جائے گا"

خدا تعالیٰ کے مامور کی بات پوری ہوئی۔ اس مقدمہ میں حضرت اقدس بری کئے گئے۔ اور کچھ

مدت بعد محمد بخش تھانے دار کے ہاتھ پر ایک زہریلی قسم کا پھوڑا نکلا۔ جس کے درد نے اسے دن رات بے حال کئے رکھا اور بالآخر اسی کرب و تڑپ میں اس دنیا سے کوچ کر گیا۔ اس کے علاوہ قدرت حق نے اپنی قدرت کا ایک اور نشان ظاہر فرمایا کہ اسی تھانے دار مذکور کا اکلوتا بیٹا حضرت مسیح موعود کے زمرہ غلاموں میں داخل ہو گیا۔

(سلسلہ احمدیہ ص 87-86)

(2) ولادت باسعادت حضرت صاحبزادہ مبارک احمد صاحب۔

حضرت مسیح موعود کو 1883ء میں ایک الہام ہوا۔ "تین کو چار کرنے والا مبارک" یہ بشارت بھی دی گئی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو چار فرزند عطا فرمائے گا۔ چوتھے کا نام مبارک احمد ہو گا۔

(تاریخ احمدیت جلد 3 ص 61 سن اشاعت 1962ء)

(i) "تحویل الموت" 14 جون 1899ء کو حضرت مسیح موعود کو "تحویل الموت" الہام ہوا۔ اور اسی روز بڑی شان اور عظمت سے پورا ہوا۔ ہوا یوں کہ بر موقعہ پیدائش صاحبزادہ مبارک احمد صاحب حضرت صاحب کی اہلیہ محترمہ کا جسم اتنا سرد اور نیم جان ہو گیا کہ گویا موت کا شبہ ہونے لگا۔ ردی حالتیں ظاہر ہوئیں۔ حضرت اقدس کی دعا سے بدن گرم ہو گیا اور نازک گھڑی ٹل گئی۔

(تاریخ احمدیت جلد 3 ص 61 و تذکرہ ص 457)

(ii) عقیقہ حضرت صاحبزادہ مبارک احمد صاحب

25 جون 1899ء کا دن صاحبزادہ مبارک احمد صاحب کے عقیقہ کا دن قرار پایا۔ اتوار کا دن تھا تقریب کے جملہ انتظامات مکرم منشی نبی بخش صاحب بٹالوی کے ذمہ تھے۔ حضرت چوہدری علی محمد صاحب (بی۔اے۔ بی۔ٹی) رفیق حضرت مسیح موعود اس تقریب سعید کو یوں ضبط تحریر میں لاتے ہیں۔

ترجمہ 25 جون 1899ء بروز اتوار عقیقہ قرار پایا۔ بیرون (یعنی قادیان) سے مہمانوں کو بھی دعوت میں شامل ہونے کے لئے مدعو کیا گیا۔ میاں نبی بخش صاحب بٹالوی کے ذمہ تمام ضروری انتظامات تھے لیکن رات کو ایک طوفان آیا اور موسلادھار بارش ہوئی۔ تقریب کے تمام انتظامات درہم برہم ہو گئے۔ منشی نبی بخش بہت اپ سیٹ تھے۔ کہ حضرت مسیح موعود کو اپنا ایک 16 سالہ پرانا رویاء 1883ء کا یاد آیا۔ کہ اپنے ایک بیٹے کی تقریب عقیقہ سوموار کو ہوئی ہے۔ لہذا عقیقہ سوموار کو ہوا۔ اس طرح 16 سالہ خواب سچا ثابت ہوا۔

حضرت صاحب کو رؤیا کے پورا ہونے پر خوشی ہوئی۔ (تاریخ احمدیت جلد 3 ص 61)

(3) سلسلہ خطوط از حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی۔

جون 1899ء میں حضرت مولوی صاحب نے "الحکم" میں ایک سلسلہ خطوط کا اجراء فرمایا۔ ان خطوط میں حضرت مسیح موعود کے الہامات' ملفوظات' پیش آمدہ واقعات کا تذکرہ موثر پیرایہ میں ہوتا۔ وعظ و نصیحت ہوتی۔ یہ خطوط علمی اور ادبی لحاظ سے گنج ہائے گرانمایہ سے کم نہیں۔

(تاریخ احمدیت جلد 3 ص 61)

(4) فوٹو گراف۔ 1899ء کا سال اس حوالہ سے بھی اہم ہے کہ اس سال حضرت مسیح موعود کے فوٹو لئے گئے۔ میاں معراج دین عمر (انار کلی لاہور والے' لاہور سے فوٹو گرافر لائے۔ تین عدد فوٹو حضرت مسیح موعود کے کھنچوائے گئے۔ ایک پورا قد کا ہے۔ دو گروپ فوٹو ہوئے۔ ان تصاویر میں حضرت مسیح موعود کا پر نور چہرہ روحانی حسن و جمال کا مہر تاباں نظر آتا ہے۔

10۔ اگست 1899ء کو بذریعہ "الحکم" ان فوٹوز کی اشاعت کا اعلان چھپا۔

(تاریخ احمدیت جلد 3 ص 61)

احاطہ کچہری میں نماز

"1899ء غالباً ٹیکس کا مقدمہ تھا۔ جبکہ حضرت مسیح موعود نے نماز ظہر گورداسپور کے احاطہ کچہری میں بعض لوگوں کی درخواست پر خود پیش امام ہو کر پڑھائی۔ اور بہت سے لوگ دوڑ دوڑ کر اس نماز میں شامل ہوئے۔

(ذکر حبیب ص 63)

مذاہب عالم کے جلسہ کے لئے میموریل۔ حکومت برطانیہ پر اتمام حجت

27۔ ستمبر 1899 کو حضرت مسیح موعود نے حکومت کے نام ایک میموریل شائع فرمایا۔ اس میں جلسہ مذاہب کے انعقاد پر زور دار الفاظ میں حکومت کو توجہ دلائی گئی۔ جس میں تمام قوموں کے نمائندے اپنے مذہب کی سچائی کی ہمہ گیر تعلیم بتائیں۔ جو دوسری تعلیموں سے اعلیٰ ہو۔ مذہب میں روحانیت کا ثبوت دیں کہ خدا تعالیٰ کے تازہ بتازہ نشانات ظاہر ہو سکتے ہیں اور تائید میں پیش گوئیاں شائع کی جائیں۔

آپ نے بڑی تحدی سے فرمایا کہ اگر اس جلسہ کے بعد... ایک سال کے اندر میرے نشان تمام دنیا میں غالب نہ ہوں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔"

(تبلیغ رسالت جلد 8 ص 60 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 3 ص 69)

مقدمہ گوڑ گانواں

جنوری 1897ء کے ایک انعامی اشتہار برائے مقابلہ عیسائی صاحبان کے نتیجہ میں اصغر حسین نامی شخص نے حضرت مسیح موعود کے خلاف لالہ جوتی پرشاد مجسٹریٹ کی عدالت میں نالش کی۔ حضرت اقدس نے مولوی محمد علی' مرزا خدا بخش اور مرزا افضل بیگ کو قادیان سے بھیجا۔ مجسٹریٹ نے سرسری سماعت کے بعد مقدمہ خارج کر دیا۔ اور ساتھ ہی یہ کہا کہ مقدمہ سماعت کے قابل نہیں تھا۔ یہ تو محض حضرت مرزا صاحب کی زیارت کا بہانہ تھا۔ مگر وہ تشریف ہی نہیں لائے۔

(تاریخ احمدیت جلد 3 ص 70)

خلیفہ نورالدین صاحب کا قیام کشمیر

حضرت خلیفہ نورالدین صاحب نے قبر مسیح کی تحقیق کی خاطر 1899ء میں چار ماہ کشمیر میں قیام فرمایا۔ قبر کا نقشہ تیار کیا۔ 556۔افراد کی تصدیق کہ قبر حضرت مسیح یہی ہے۔ عام لوگوں میں شہزادہ نبی مشہور ہیں۔ یوز آسف کا نام بھی شہرت یافتہ ہے۔ موجودہ مقبرہ کو نبی صاحب کی قبر کہتے ہیں۔

(تاریخ احمدیت جلد 3 ص 71)

1899ء کے مشہور واقعات میں سے سفر نصیبین کی تیاری' اور "جلسہ الوداع" منعقدہ 12۔ نومبر1899ء اہم واقعات ہیں۔ جن کی تفصیل تاریخ احمدیت جلد 3 ص 73-72 میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

1899ء کے اشتہارات

اس تاریخی سال میں حضرت مسیح موعود نے جو اشتہارات شائع فرمائے ان میں بعض کی تفصیل تاریخ وار حسب ذیل ہے۔

3 جنوری 1899ء ایک پیشگوئی کا پورا ہونا۔ اشتہار قابل توجہ گورنمنٹ

7جنوری 1899ء استفتاء

4 جنوری 1899ء ایک پیش گوئی کا پورا ہونا (جس سے علماء پنجاب و ہندوستان دینی و اخلاقی فائدہ حاصل کرسکتے ہیں)

7 جنوری 1899ء میری پیشگوئی کا پورا ہونا جو اشتہار21۔ نومبر1898ء میں شائع کی گئی تھی۔

21 جنوری 1899ء ہمارے استفتاء کی نسبت ایک منصفانہ گواہی۔

21 فروری 1899ء گورنمنٹ عالیہ کے سچے خیر خواہ کے پہچاننے کے لئے کھلا کھلا طریق آزمائش۔

2۔ فروری 1899ء اپنے مریدوں کی اطلاع کے لئے۔

9۔ اگست 1899ء اشتہار اپنی جماعت کے نام اور نیز ہر ایک رشتہ دار کے نام جو خواہشمند ہو۔

4۔ اکتوبر 1899ء اشتہار الانصار۔

10۔ اکتوبر 1899ء جلسہ الوداع

22۔ اکتوبر 1899ء ایک الہامی پیش گوئی کا اشتہار

5۔ نومبر 1899ء اس عاجز غلام احمد قادیانی کی آسمانی گواہی طلب کرنے کے لئے ایک دعا اور حضرت عزت سے اپنی نسبت آسمانی فیصلہ کی درخواست۔

5۔ نومبر 1899ء اپنی جماعت کے لئے اطلاع

18۔ نومبر 1899ء اشتہار' رومی سلطنت کے ایک معزز عہدہ دار حسین کامی کی نسبت جو پیش گوئی اشتہار 24۔ مئی 1897ء اور اشتہار 25 جون 1897ء میں درج ہے۔ وہ کامل صفائی سے پوری ہوگئی۔

17۔ دسمبر 1899۔ اشتہار۔ ایک عظیم الشان پیش گوئی کا پورا ہونا اور نیز ان لوگوں کا جواب جنہوں نے نافہمی سے اس پیش گوئی کے پورا ہونے سے انکار کیا۔

کتب حضرت مسیح موعود

در سن 1899ء

1899ء کے بابرکت سال کے دوران حضرت مسیح موعود کے خامہ مبارک سے جو روحانی خزائن سے مملو تصانیف لطیف منصہ ظہور پر آئیں۔ وہ درج ذیل ہیں۔

نام کتاب	سن اشاعت
حقیقت المہدی	21 فروری 1899ء
مسیح ہندوستان میں	اپریل 1899ء
تریاق القلوب	1899ء
ستارہ قیصرہ	24۔ اگست 1899ء

اکابر رفقاء کرام حضرت مسیح موعود

1899ء میں جن قدوسیوں کو جماعت احمدیہ میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی ان میں سے چند کا ذکر خیر کیا جاتا ہے۔

(1) حضرت شیخ حسن صاحب یادگیر حیدر آبادی۔

حضرت شیخ حسن صاحب 1835ء یا 1836ء کے قریب شیخ عبداللطیف کے ہاں بمقام یادگیر حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے۔ جس خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ اس کا سلسلہ عربی النسل ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ بحیثیت تاجر وہ دکن میں قیام پذیر ہوئے۔ مالی وسائل کے فقدان کے سبب حضرت شیخ صاحب دنیاوی رسمی تعلیم سے محروم رہے۔ لیکن آپ نہایت جفاکش اور محنتی انسان تھے۔

ابتدائی زمانہ کی صعوبتوں اور تکلیفوں کو آپ زندگی بھر نہ بھولے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دینی دولت کے ساتھ ساتھ دنیوی دولت سے بھی مالا مال کر رکھا تھا۔ دولت کی بہتات تھی۔ خوشحالی کا دور دورہ تھا۔ معمولی رقم سے کاروبار کا آغاز کیا اور ملین َین بن گئے۔ یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل و انعام تھا۔ جو اخلاص اور وفا کا نتیجہ تھا۔

آپ کی تجارت شروع کرنے کا واقعہ بڑا ہی ایمان افروز ہے۔ آپ نے دو روپے کی رقم سے کاروبار شروع کیا۔ آپ کا کام خوب چمکا۔ بزنس کو فروغ ملا۔ اور حضرت شیخ حسن صاحب یادگیر میں اس کاروبار کے بڑے تاجر بن گئے۔

ایک وقت آیا کہ آپ کے کارخانہ میں چار ہزار مزدور روزانہ کام کیا کرتے تھے۔ اور آپ کی تجارت بمبئی' مدراس' دکن اور بنگال تک پھیل گئی۔ اللہ تعالیٰ نے مالی قربانیوں کی بھی خوب توفیق اور استطاعت بخشی۔ مال کثیر راہ خدا میں خرچ کیا۔ اپنے علاقہ میں احمدی لائبریری قائم کی۔ احمدیہ بیت اور احمدیہ ہال تعمیر کروایا۔ تحریک تراجم القرآن میں دل کھول کر چندہ دیا۔

1945ء میں آپ کو حج بیت اللہ کی توفیق ملی۔

اسی دوران 17 دسمبر 1945ء کو 110 سال کی عمر میں آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی۔ جنت البقیع میں حضرت عثمان غنیؓ کی قبر کے عقب میں سپرد خاک ہوئے۔

(تاریخ احمدیت جلد 3 ص 74)

جماعت احمدیہ میں شمولیت

حضرت شیخ صاحب المعروف سیٹھ شیخ حسن سلسلہ احمدیہ سے مولوی محمد سعید صاحب آف حیدر آباد دکن کے ذریعہ متعارف ہوئے۔ مولوی محمد سعید صاحب دکن میں جماعت احمدیہ کے پرجوش مربی تھے۔ حضرت شیخ صاحب حیدر آباد کے ایک دوست کے ہمراہ 1899ء میں پہلی دفعہ قادیان تشریف لائے۔ چاول آپ کی مرغوب غذا تھی۔ سو حضرت مسیح موعود نے خاص خیال رکھا کہ مہمانوں کو چاول کی ڈشز پیش کر دی گئی ہیں۔ آپ حضرت مسیح موعود کی زندگی میں تین بار قادیان وارد ہوئے۔ ہر دفعہ حضرت شیخ صاحب حضرت اقدس کی بابرکت صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ آپ اکثر حضرت مسیح موعود کے نورانی چہرہ پر نگاہیں رکھتے اور وجدان میں چلے جاتے۔

قبول احمدیت کے بعد آپ کی زندگی میں ایک انقلاب آگیا۔ عبادات کا شغف بڑھ گیا۔ شب بیدار ہو گئے۔ کلام الٰہی پڑھا۔ روحانی طور پر ایسی ترقی کی کہ آپ کے رؤیا و کشوف حقیقت ثابتہ بن گئے۔

حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ آف پٹیالہ

ولادت یکم جنوری 1887ء وفات 13۔ اپریل 1967ء

مولوی عبد القادر صاحب لدھیانوی کے ذریعہ آپ کو سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ مولوی صاحب حضرت اقدس مسیح موعود کی اجازت سے بیعت لینے کے مجاز تھے۔

1902ء میں آپ نے حضرت مسیح موعود کی تحریری بیعت کی۔

اگست 1905ء میں آپ قادیان تشریف لائے اور پہلی دفعہ حضرت مسیح موعود کی زیارت سے مشرف ہوئے اوائل نوجوانی میں ہی آپ کو جماعت میں داخل ہونے کا شرف ملا۔ میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ نے میڈیکل سکول لاہور میں داخلہ لیا۔ بعدہ آپ ریاست پٹیالہ میں ملازم ہو گئے۔ حضرت المصلح الموعود سے آپ کی قلبی وابستگی اور عقیدت و محبت آپ کو کشاں کشاں قادیان 1919ء میں کھینچ لائی۔ آپ نے 1954ء میں ریٹائرمنٹ تک سلسلہ کی جلیل القدر خدمات دینیہ بجالائیں۔ درویش منش انسان تھے۔ خدمت انسانی کو مقدم رکھا۔ تاحیات اللہ تعالیٰ سے لولگائے رکھی۔ اسی کو توشہ آخرت سمجھا۔

حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب

1899ء کے سال میں تاریخ احمدیت کا ایک روشن باب، کوکب دری اور گوہر نایاب میری مراد حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب ہیں افق احمدیت پر نمودار ہوا۔ آپ 1887ء میں جوڑا کلاں۔ قصور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام چوہدری نظام الدین تھا۔ آپ کے والد علاقہ کے بااثر بڑے زمیندار تھے۔

حضرت چوہدری نظام صاحب 1899ء میں اپنے بیٹے چوہدری فتح محمد سیال صاحب کے ہمراہ قادیان میں حضرت مسیح موعود کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور شرف غلامی پایا۔ حضرت چوہدری فتح محمد صاحب بھی زیارت اور بیعت سے مشرف ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر 12 سال تھی۔

1905ء میں آپ نے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے گریجوایشن کی اور علی گڑھ یونیورسٹی سے ایم۔ اے عربی کا امتحان پاس کیا۔

1907ء میں حضرت مسیح موعود کی تحریک کہ نوجوان اپنی خدمات اشاعت دین حق کے لئے پیش کریں پر لبیک کہتے ہوئے اپنی خدمات حضرت اقدس کے حضور پیش کر دیں۔ حضرت سلطان القلم نے نہایت خوشدلی کے ساتھ آپ کی خدمت کو قبول فرمایا۔

آپ نے ساری زندگی خدمت دین میں بسر کر دی۔ فدائی سلسلہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ خدمات دینیہ بجالانے کے مواقع دیئے۔ نہایت درجہ مربوط اور بااثر پلاننگ کے ذریعہ اپنے مفوضہ مشن میں کامیاب اترے۔ آپ کے کارہائے نمایاں کی ایک لمبی فہرست ہے۔ شمائل حسنہ ایک دفتر ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے عہد زریں میں آپ خدمت دین کے لئے آپ کے حکم پر لندن تشریف لے گئے۔ 1913ء تا 1916ء تک کامیاب مشنری کے طور پر کام کیا۔ پھر 1919ء تا 1921ء تک قیام لندن کا موقعہ ملا۔

آپ نے بیت الفضل لندن کے لئے لندن کے علاقہ پٹنی میں ایک قطعہ اراضی حضرت المصلح الموعود کی زیر ہدایت خریدا۔ 1924ء میں بیت الفضل لندن کی تقریب سنگ بنیاد میں شامل ہونے کی سعادت ملی۔ قادیان میں دعوت و اشاعت دین کے انچارج بھی رہے۔ علاقہ یو۔ پی انڈیا میں 1924ء کی شدھی تحریک کے خلاف سرگرمی سے حصہ لیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اس دینی مہم کا مشن آپ کے سپرد کیا۔ آپ نے آگرہ کو ہیڈ کوارٹر بنا کر دینی سرگرمیوں کا آغاز اور حیران کن ذرائع سے کیا کہ دنوں میں چشم فلک نے انقلاب انگیز نظارے دیکھے۔ وہ آریہ کی شدھی تحریک جو بڑی شان سے میدان عمل میں اتری تھی۔ پسپائی پر مجبور ہو گئی۔

حضرت چوہدری صاحب نے تادم آخر سلسلہ کی خدمت کرنے کی خدا تعالیٰ سے توفیق پائی۔

25- فروری 1960ء آپ اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔
(تاریخ احمدیت جلد 3 ص 74 و ایضاً 85-183)

حضرت چوہدری نظام الدین سیال صاحب

آپ حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب کے والد گرامی تھے۔ علاقہ جوڑا کلاں قصور کے معتبر اور ممتاز زمیندار تھے۔

1899ء میں آپ قادیان آئے اور حضرت مسیح موعود کے دست مبارک پر بیعت کرنے کی سعادت پائی۔

اخلاص کی واضح تصویر آپ کا ہونہار وہ بیٹا ہے۔ جس نے دنیا کو تج کر دین کو مقدم کر لیا۔ اور جس کا مختصر تذکرہ بالا سطور میں ہو چکا ہے۔
(اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے)

1899ء کے دیگر واقعات

1899ء میں بڑے بصیرت افروز واقعات بھی دیکھنے میں نظر آتے ہیں۔ جن کی ایک اجمالی تصویر قارئین کے پیش ہے۔

تاثیر قرآن کا واقعہ

1899ء کے واقعات میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی طرف سے حضرت مسیح موعود کے خلاف ضمانت حفظ امن کے مقدمہ کا ذکر آیا ہے۔ اس درخواست اور پولیس رپورٹ کی بناء پر ڈپٹی کمشنر کی عدالت میں متعدد پیشیاں ہوئیں۔ 13- فروری 1899ء کو اسی پیشی کے سلسلہ میں

حضرت اقدس کو معہ رفقاء پٹھانکوٹ کا سفر اختیار کرنا پڑا۔ وہاں ایک ایمان افروز واقعہ رونما ہوا۔ مسٹر جی ایم ڈوئی ڈی۔ سی اور حضرت مسیح موعود کی رہائش گاہوں کے درمیان ایک میدان تھا۔ اس میدان میں نمازیں پڑھی جاتی تھیں۔ مغرب کی نماز کا وقت تھا۔ حضرت مولانا عبد الکریم سیالکوٹی صاحب نے نماز پڑھائی۔ جب آپ نے خوش الحانی اور سوز و درد میں ڈوبی آواز میں تلاوت قرآن مجید کی۔ تو مسٹر ڈوئی صاحب یہ آواز سن کر اپنے خیمہ سے باہر نکل کر قرآن سنتے رہے۔ نماز کے اختتام پر مسٹر ڈوئی نے راجہ غلام حیدر صاحب سے جو پٹھانکوٹ میں تحصیلدار تھے۔ بلا کر کہا کہ کیا آپ کو ان لوگوں سے واقفیت ہے اور کیا یہ لوگ پھر نماز پڑھیں گے اور مجھے قریب سے قرآن سننے کا موقعہ دیں گے۔ میں نے ان کو نماز میں قرآن پڑھتے سنا ہے۔ میں اس قدر متاثر ہوا ہوں کہ حد سے باہر ہے۔ اس قسم کا ترنم اور اثر میں نے کسی کلام میں نہیں سنا۔

راجہ غلام حیدر صاحب نے تمام ماجرا حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ ہمارے پاس بیٹھ کر قرآن سنیں۔ چنانچہ اب کی دفعہ نماز کے وقت ایک کرسی بچھا دی گئی اور صاحب بہادر آ کر بیٹھ گئے۔ نماز شروع ہوئی اور حضرت مولوی صاحب نے جب قرآن مجید پڑھنا شروع کیا تو صاحب بہادر مسحور ہو کر جھومتے ہے۔ نماز کے بعد راجہ غلام حیدر صاحب نے بھی اس قرآن خوانی کی بڑی تعریف کی۔
(الفضل 2- اکتوبر 1998ء)

اطاعت والدین

اپریل 1899ء میں نماز جمعہ کے بعد واپس گھر کو آتے ہوئے بیت مبارک کی سیڑھیوں کے پاس کھڑے ہو کر حضرت مسیح موعود ایک شخص کو والدین کی عزت کرنے کے متعلق نصیحت کر رہے تھے۔ اس میں آپ نے فرمایا کہ میرا تو یہ خیال ہے کہ سوائے دینی معاملات کی مخالفت کے باقی معاملات میں خواہ کتنا ہی نقصان ہوتا ہو۔ انسان برداشت کرے۔ اور والدین کے حکم کی نافرمانی نہ کرے۔
(ذکر حبیب از حضرت مفتی محمد صادق صاحب ص 65)

محمد افضل صاحب کا واقعہ

بابو محمد افضل صاحب حضرت مسیح موعود کے مخلص نوجوان فدائی و عاشق تھے۔ افریقہ سے ہجرت کر کے محض رضائے الٰہی کی خاطر قادیان میں حضرت اقدس کی قدم بوسی کے لئے مستقل قیام پذیر ہو گئے تھے۔ (دعوت الی اللہ) کا ایک جوش دل میں تھا۔ نہایت مستقل مزاج اور مستقیم الاحوال تھے۔ افریقہ کے قیام کے دوران کا ایک واقعہ ہے۔ ان کی دو بیویاں تھیں جو قادیان میں مقیم تھیں۔ 1899ء میں آپ نے حضرت مولوی نور الدین صاحب کو ایک خط لکھا اور کچھ رقم بھی بھیجی۔ اور اپنی ایک بیوی کو افریقہ بلایا۔ تاکید اً یہ بھی لکھا کہ جو بیوی آنے سے انکار کرے اس کو طلاق دے دی جائے۔

حضرت مولوی صاحب نے یہ خط حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ تو جب طلاق دے گا۔ مگر اسے لکھ دو کہ ایسے شخص کا ہمارے ساتھ تعلق نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ جو اتنے عزیز رشتہ کو ذرا سی بات پر قطع کر سکتا ہے۔ وہ ہمارے تعلقات میں وفاداری سے کیا کام لے گا۔

حضرت عرفانی تحریر کرتے ہیں کہ یہ ارشاد اکسیر ہو گیا اور محمد افضل کو فی الحقیقت افضل بنا گیا حضرت اقدس کی ناراضگی کی جب اطلاع ہوئی تو اسے سمجھ آ گئی کہ باہمی تعلقات کی کیا قیمت ہوتی ہے۔
(سیرت حضرت مسیح موعود از عرفانی ص 253)

پیدائش میاں عبد الحی صاحب

حضرت مولوی نور الدین صاحب بھیروی کا ایک بیٹا محمد احمد نامی قادیان میں فوت ہو گیا۔ تو سعد اللہ لدھیانوی جو سلسلہ کا سخت مخالف اور معاند تھا۔ اس نے اس مفہوم کا اعتراض کیا کہ

حضرت مرزا صاحب کی موجودگی میں تمہارے جیسے مشہور و ممتاز حواری کا بچہ نہیں مرنا چاہئے تھا۔ موت حیات کا معاملہ قبضہ قدرت باری تعالیٰ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لحاظ سے سعد اللہ کا اعتراض لغو اور جہالت پر مبنی تھا۔ تاہم خدا تعالیٰ کی غیرت جوش میں آئی اور ایک رویاء میں حضرت مسیح موعود کو دکھایا گیا کہ

"اخویم مولوی حکیم نور الدین صاحب ایک جگہ لیٹے ہوئے ہیں اور ان کی گود میں ایک بچہ کھیلتا ہے۔ جو انہیں کا ہے۔ اور وہ بچہ خوشرنگ خوبصورت ہے اور آنکھیں بڑی بڑی ہیں۔ میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ خدا نے بعوض محمد احمد آپ کو وہ لڑکا دیا کہ رنگ میں، شکل، طاقت میں اس سے بدرجہا بہتر ہے۔ اور میں دل میں کہتا ہوں کہ یہ تو اور بیوی کا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ پہلا لڑکا تو ضعیف الخلقت بیمار سا اور بے جان سا تھا اور یہ تو قوی ہیکل اور خوشرنگ ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس عدو الدین کا جواب ہے۔ کیونکہ اس نے عیسائیوں کا حامی بن کر داحمدیتؑ پر حملہ کیا اور وہ بھی بے جا اور بے ایمانی سے بھرا ہوا حملہ۔ اور ایک جزو اس خواب کی رہ گئی۔ میں نے دیکھا کہ اس بچہ کے بدن پر کچھ پھنسی اور پھولول کے مشابہ بخارات نکل رہے ہیں اور کوئی کہتا ہے کہ اس کا علاج ہلدی اور ایک اور چیز ہے۔

اللہ تعالیٰ کی یہ عجیب شان ہے کہ اس کشف کے چند سال بعد جب یہ بچہ پیدا ہوا تو کشف کے مطابق اس کے جسم پر بعض پھوڑے نکلے۔

حضرت مولانا حکیم صاحب نے اپنی طبابت سے کام لے کر ان پھوڑوں کا بہیترا علاج کیا مگر بے سود! آپ فرماتے ہیں کہ ان کے علاج میں میری طبابت گرد تھی"

(حیات نور از عبد القادر سوداگر مل ص 45-244 1963ء)

اس کشف کے عین مطابق حضرت مولوی نور الدین صاحب کے ہاں میاں عبد الحی صاحب 15 فروری 1899ء پیدا ہوئے ان بچے کی پیدائش حضرت مسیح موعود کی صداقت کا ایک زبردست نشان تھا۔ (ایضاً 244)

1899ء میں ترقیات سلسلہ

1899ء میں سلسلہ کی ترقیات کا ایک خاکہ پیش خدمت قارئین کرام ہے۔

(1) اشتہار 21۔ نومبر 1898ء کی پیش گوئی بابت محمد حسین مولوی پورا ہونا۔

(2) صاحبزادہ میاں مبارک احمد صاحب کی ولادت با سعادت۔ آپ کی ولادت پر یہ پیش گوئی پوری ہوئی جو انجام آتھم میں بھی ہے کہ "عبد الحق نہیں مرے گا جب تک چوتھا لڑکا نہ دیکھ لے"

(3) جاں نثار رفقاء مسیح موعود کی جانب سے تائید حق میں شائع ہونے والی کتب، رپورٹ جلسہ سالانہ، پرانی تحریریں حضرت مسیح موعود از عرفانی صاحب، ہدایت اللہ اور کشف الدجیٰ از مبارک علی صاحب سیالکوٹی، لیکچر حضرت مولوی عبد الکریم سیالکوٹی "حضرت مسیح موعود نے آکر کیا کیا"

(4) اشتہارات کی تعداد لگ بھگ پانچ ہزار

(5) خطوط۔ تخمیناً حضرت اقدس کے نام آنے والے خطوط کی تعداد پانچ ہزار۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب کے نام تین ہزار۔ سال میں آٹھ ہزار سے زائد خط لکھے گئے۔

(6) مہمانوں کی تعداد قادیان میں آنے والے مہمانوں کی اوسط روزانہ 30 تا 50 رہی۔ سال بھر میں اٹھارہ ہزار نفوس قادیان آئے۔

(7) تعداد بیعت کنندگان بذریعہ خطوط دستی مبائعین کی تعداد تین ہزار سے کم نہیں۔

(8) 15 کنبے قادیان میں آکر آباد ہوئے۔

(9) مدرسہ تعلیم القرآن، مدرسہ کا ماہوار خرچ 100 روپے، مڈل امتحان میں شامل طلبہ تین

(10) علاج نادار مریضاں۔ شفا خانہ قائم کردہ حضرت مولوی نور الدین صاحب میں اوسط روزانہ تعداد مریضاں 30 تا 50 سالانہ 20 ہزار مریض۔ (11) اشاعت الحکم میں ترقی (12) تعمیرات۔ سات جدید مکانات دو کمرے برائے تعلیم الاسلام سکول۔

(حیات احمد جلد 4 ص 87-184)

ملفوظات حضرت مسیح موعود

حضرت مسیح موعود کے ملفوظات کا تذکرہ بھی موجب ازدیاد ایمان ہے اس لئے 1899ء کے ملفوظات عناوین کے تحت بطور نمونہ بیان کئے جاتے ہیں تا پُر بصیرت گوہر ہائے علمیہ سے آگہی پا کر تفصیلی طور پر ملفوظات پڑھنے کی تحریک پیدا ہو۔

رسالہ کشف الغطاء کی تصنیف کا مقصد
مہر نبوت کی اصل حقیقت
قبر سے روح کا تعلق
حضرت مولوی عبد الکریم صاحب کے لیکچر کی تعریف
بلند ہمتی اور شجاعت، استغفار، قبض کا علاج حقیقی علم
خدا پر بھروسہ
والدہ کی خدمت، عربی اور انگریزی سیکھنے کی تلقین، فونوگراف، تکلیف کی دو حیثیتیں توبہ و استغفار
مسیح موعود کا کارنامہ کسر صلیب
ستاری، غفلت کا علاج استغفار
افتراء کرنے والا کبھی مہلت نہیں پا سکتا

تقویٰ وطہارت

امراض وبائیہ کا تذکرہ

اللہ تعالیٰ مامورین کی رسوائی پسند نہیں کرتا

ایک دینی خوشخبری پر بے پایاں مسرت۔ مسیح موعود کا مشن۔ مامور سے مقابلہ کی تین راہیں۔ خدائی الہام کا معیار۔ بار بار ملنے کی تلقین ایضاً سلسلہ احمدیہ کے قیام کا مقصد۔ کپتان ڈگلس کی دانائی اور انصاف۔ سکھوں کے زمانہ میں مسلمانوں پر مظالم۔ ضرورت زمانہ' ایمان باللہ کی اہمیت۔ خدا تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت۔

معرفت الٰہی کے موضوع پر ایک ہندو سادھو سے مکالمہ۔ ہمارا خدا۔ اللہ تعالیٰ کے حالت غیب میں رہنے کی حکمت' ہماری غرض' مقربان الٰہی کا مقام' خدا تعالیٰ اخلاص و محبت کو دیکھتا ہے۔ رہبانیت معرفت تامہ کا ذریعہ نہیں۔

دنیا کی خوشامد

دعا کی حقیقت' توجہ اور رقت بھی خدا تعالیٰ کے ہاں سے نازل ہوتی ہے۔ دعا اور خدمت دین' خدا تعالیٰ اور بندہ کا رابطہ' دنیاوی امور میں کھویا جانا خسارت آخرت کا موجب ہوتا ہے۔ مثالی توکل کی کیفیت۔ رسول کریمؐ اور شیخین کا مقام

مسیح موعود کی بعثت کی غرض۔ مذہب حق اور توحید' تثلیث

جلسہ الوداع کی تقریب پر حضرت اقدس کی تقریر۔

10 دسمبر 1899ء حصول ثواب کی راہ۔ دیگر انبیاء کے معجزات۔ قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت' فراست' کشف قبور' خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کے ظاہر ہونے کی تمنا حالات زمانہ اور ضرورت مصلح

28۔ دسمبر 1899ء جلسہ سالانہ کی تقریر

دسمبر 1899ء مرکز میں بار بار آنے کی تاکید۔ اپنے نفس پر قابو۔ عفو و درگزر۔ نیکی کا اخفاء۔ نزول الہام کی کیفیت وغیرہ حکام اور برادری سے حسن سلوک' دعا اور قضا و قدر' نسب کا تکبر نیکیوں سے محروم کر دیتا ہے۔ رفع کے معنی' مرکز میں رہائش کی غرض دین ہو' ہمدردی خلائق' جماعت کے مستقبل کے متعلق کشف۔

1899ء صحبت صالحین

ایضاً خوف خدا' انکسار' رویاء صادقہ خدا کے وجود پر دلیل ہیں۔ ایک الہام ایضاً 306

مضمون کا اختتام حضرت مسیح موعود کے ایک کشف اور الہام پر کرتا ہوں جو پر شوکت اور مستقبل کی صبح درخشاں ہے۔

حضرت مسیح موعود جماعت کے مستقبل کے متعلق ایک کشف کا ذکر درسن 1899ء یوں کرتے ہیں۔

"مجھے بڑے ہی کشف صحیح سے معلوم ہوا ہے کہ ملوک بھی اس سلسلہ میں داخل ہوں گے۔ یہاں تک کہ وہ ملوک مجھے دکھائے بھی گئے ہیں۔ وہ گھوڑوں پر سوار تھے۔ اور یہ بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں تجھے یہاں تک برکت دوں گا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔"

اللہ ایک زمانہ کے بعد ہماری جماعت میں ایسے لوگوں کو داخل کرے گا اور پھر ان کے ساتھ ایک دنیا اس طرف رجوع کرے گی۔"

(ملفوظات جلد 1 ص 306)

الہام

فرمایا "مجھے الہام ہوا ہے گورنر جنرل کی دعاؤں کی قبولیت کا وقت آگیا"

فرمایا۔ گورنر جنرل سے مراد "روحانی عہدہ ہے" (ایضاً ص 306)

الحمد للہ علی ذالک

کھیل اور جسمانی صحت کی بہتری

حضرت مسیح موعود اور خلفائے احمدیت کے عملی کردار اور قیمتی ارشادات کی روشنی میں

مکرم غلام مصطفیٰ تبسم صاحب

حضرت مسیح موعود اور جسمانی کھیل

حضرت مسیح موعود بچپن سے ہی خلوت پسند طبیعت رکھتے تھے اور دوسرے بچوں کے ساتھ مل کر زیادہ کھیلنے کودنے کی عادت نہیں تھی۔ تاہم اعتدال کے ساتھ اور مناسب حد تک آپ ورزش اور تفریح میں حصہ لیتے تھے چنانچہ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے بچپن میں تیرنا سیکھا اور کبھی کبھی قادیان کے کچے تالابوں میں تیراکی کیا کرتے تھے۔ اسی طرح آپ نے اوائل عمر میں گھوڑے کی سواری بھی سیکھی تھی۔ اور اس فن میں اچھے ماہر تھے۔ کبھی کبھی غلیل سے شکار بھی کھیلا کرتے تھے۔ مگر آپ کی زیادہ ورزش پیدل چلنا تھا جو آخری عمر تک قائم رہی۔ آپ کئی کئی میل تک سیر کے لئے جایا کرتے تھے اور خوب تیز چلا کرتے تھے۔ صحت کے خیال سے کبھی کبھی موگریوں کی ورزش بھی کیا کرتے تھے اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی کی روایت ہے کہ میں نے ایک دفعہ آپ کو آخری عمر میں بھی موگریاں پھیرتے دیکھا ہے۔ مگر یہ ساری باتیں صرف صحت کی تندرستی کی غرض سے تھیں۔ (سلسلہ احمدیہ ص 10 حضرت مرزا بشیر احمد صاحب)

حضرت مولوی شیر علی صاحب روایت کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود فرمایا کرتے تھے کہ "ہمیں خوب تیرنا آتا ہے"

(سیرت مسیح موعود حصہ دوم صفحہ 79)

پھر حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

میں بچپن میں اتنا تیرتا تھا کہ ایک وقت میں سارے قادیان کے اردگرد تیر جاتا تھا۔

(سیرت المہدی)

(قادیان کے چاروں طرف ڈھاب تھی جس میں پانی موسم برسات میں بھر جاتا تھا۔ جو پرانے وقت میں حفاظت کے لئے بنائی گئی تھی۔)

دینی غیرت کا نمونہ

ایک مرتبہ سیالکوٹ میں کچہری برخاست ہونے کے بعد جب اہل کار گھروں کو واپس ہونے لگے تو اتفاقاً تیز دوڑنے اور مسافت کا ذکر شروع ہو گیا۔ ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ میں بہت دوڑ سکتا ہوں۔ آخر کار ایک شخص بلا سنگھ نام نے کہا کہ میں سب سے دوڑنے میں سبقت لے جاتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ میرے ساتھ دوڑو تو ثابت ہو جائے گا کہ کون بہت دوڑتا ہے۔ آخر شیخ اللہ داد صاحب منصف مقرر ہوئے اور یہ قرار پایا کہ یہاں سے شروع کر کے اس پل تک جو کچہری کی سڑک اور شہر میں حد فاصل ہے ننگے پاؤں دوڑو۔ جوتیاں ایک آدمی نے اٹھالیں اور پہلے ایک شخص اس پل پر بھیجا گیا تاکہ وہ شہادت دے کہ کون سبقت لے گیا اور پہلے پل پر پہنچا۔ حضرت مسیح موعود اور بلا سنگھ ایک ہی وقت میں دوڑے اور باقی آدمی معمولی رفتار سے پیچھے روانہ ہوئے جب پل پر پہنچے تو ثابت ہوا کہ حضرت مسیح موعود سبقت لے گئے اور بلا سنگھ پیچھے رہ گیا۔

(سیرت المہدی)

جسم کا روح پر اثر

حضرت مسیح موعود۔ جسمانی طہارتوں، جسمانی آداب اور جسمانی تعدیل کے بارہ میں فرماتے ہیں۔

"واضح ہو کہ قرآن شریف کی رُو سے انسان کی طبعی حالتوں کو اس کی اخلاقی اور روحانی حالتوں سے نہایت ہی شدید تعلقات واقع ہیں۔ یہاں تک کہ انسان کے کھانے پینے کے طریقے بھی انسان کی اخلاقی اور روحانی حالتوں پر اثر کرتے ہیں..... اسی واسطے قرآن شریف نے تمام عبادات اور اندرونی پاکیزگی کی اغراض اور خشوع و خضوع کے مقاصد میں جسمانی طہارتوں اور جسمانی آداب اور جسمانی تعدیل کو بہت ملحوظ رکھا ہے اور غور کرنے کے وقت یہی فلاسفی نہایت صحیح معلوم ہوتی ہے کہ جسمانی اوضاع کا روح پر بہت قوی اثر ہے۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ 18-19)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول

حضرت خلیفۃ المسیح الاول اپنے متعلق فرماتے ہیں۔

"مجھ کو بچپنے میں شوق تھا کہ اس دریا (جہلم) پر جو ہمارے شہر (بھیرہ) کے قریب ہے جا کر تیرتا تھا۔"

(مرقاۃ الیقین صفحہ 180)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کسی ایک کھیل کے ایسے شوقین نہیں تھے کہ اس میں غیر معمولی مہارت پیدا کر کے اسے مستقلاً اپنا لیا ہو۔ طبیعت میں تجسس کا مادہ بہت تھا اور نئی چیز دیکھنے پر اس کا ذاتی تجربہ حاصل کرنے کا شوق مچلنے لگتا۔ چنانچہ ایسے دنوں میں جبکہ موسم اور طبیعت کو فٹ بال سے زیادہ مناسبت ہو۔ آپ فٹ بال کھیلا کرتے تھے۔ جب کبڈی کا دور دورہ ہوتا آپ کبڈی کے میدان میں نکل جاتے۔ جب بچوں میں میرو ڈبہ یا گلی ڈنڈا کی رو چلتی تو آپ میرو ڈبہ یا گلی ڈنڈا کی ٹیموں میں دکھائی دینے لگتے جب برسات کی جھڑیاں قادیان کے گرداگرد پھیلے ہوئے جوہڑوں کو لبالب بھر دیتیں بلکہ پانی ان کے کناروں سے اچھل کر میدانوں میں پھیل جاتا اور قادیان حد نظر تک پھیلے ہوئے پانی کے درمیان ایک جزیرہ دکھائی دینے لگتا تو تیراکی اور کشتی رانی کا شوق ہر شوق پر غالب آ جاتا۔ پھر جب خزاں اور بہار کے معتدل دن رات شکار کا موسم لے کر آتے تو آپ کے دل میں بھی یہ شوق کروٹیں لینے لگتا۔

بچپن کے ابتدائی دور میں آپ غلیل لے کر بچوں کے جھرمٹ میں شکار کے لئے نکل کھڑے ہوتے۔ بعد ازاں جب ہوائی بندوق میسر آئی تو ہوائی بندوق لے کر دوستوں کو ساتھ لئے ہوئے قادیان کے اردگرد کے دیہات میں شکار کے لئے نکل جاتے۔

(سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ 127)

حضرت مصلح موعود کے بچپن کے ایک ساتھی مرزا احمد بیگ صاحب بیان کرتے ہیں۔

"بڑے ہو کر حضور فٹ بال بھی شوق سے کھیلتے تھے اور میرو ڈبہ خاص شوق سے کھیلتے تھے مجھے بھی حضور کے ساتھ میرو ڈبہ اور فٹ بال کھیلنے کا اکثر اتفاق ہوا۔

کچھ عرصہ حضور پہلوانی یعنی کشتی کا کرتب بھی سیکھتے رہے ہیں۔ یہ کرتب حضور ایک نوجوان جس کا نام محمد حسین تھا لیکن بچے ان کو بابا فضل حسین کر کے پکارا کرتے تھے سے سیکھا کرتے تھے۔ حضور نے ایک چھوٹی سی کشتی بھی جہلم سے منگوائی تھی۔ یہ کشتی طغیانی کے دنوں میں حضور ڈھاب میں چلایا کرتے تھے۔ خلافت سے پہلے حضور حضرت مولوی شیر علی صاحب کے ساتھ ضیاء الاسلام پریس قادیان کے عقب میں بیڈ منٹن کھیلا کرتے تھے۔

(سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ 134)

محنت کے عادی بناؤ

خدام الاحمدیہ کو بچوں اور خدام کی تربیت کے متعلق نصائح کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں۔

ایک اور بات جس کی طرف میں خدام الاحمدیہ کو خاص طور پر توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ ہمارے نوجوانوں کی صحتیں نہایت کمزور ہیں۔ اور دن بدن کمزور ہوتی جا رہی ہیں۔ جب میں نوجوانوں کی صحتیں دیکھتا ہوں۔ تو مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ ہم لوگ جو اپنے آپ کو کمزور صحت والے خیال کرتے ہیں ان نوجوانوں سے اچھے ہیں۔ آجکل کے نوجوانوں کے قد بہت چھوٹے ہیں یا بہت پتلے دبلے یا بہت موٹے جو موٹاپا کہ بیماری کی ایک قسم ہوتی ہے چہرے زرد ہیں اور چہروں پر جھریاں پڑی ہوتی ہیں گویا ان پر جوانی آنے سے پہلے ہی بڑھاپے کا زمانہ آ جاتا ہے۔ کہتے ہیں کوئی بڈھا بازار یا پاؤں پھسلنے کی وجہ سے گر پڑا تو بولا۔ ہائے جوانی؟ یعنی اب تو جوانی جو کہ تنومندی اور قوت کے دن تھے جاتے رہے۔ اور میں محض بڑھاپے کی وجہ سے گر گیا ہوں۔ جب اٹھا تو اس نے دیکھا کہ اس کے اردگرد کوئی آدمی نہیں۔ تو اس پر بولا۔ "پھٹے منہ" جوانی ویلے توں کہیڑا بہادر سی" یعنی تیرے منہ پر پھٹکار پڑے تو جوانی کے وقت کون سا بہادر تھا ہمارے نوجوانوں کا بھی یہی حال ہے ان پر جوانی آنے سے پہلے ہی بڑھاپے کا زمانہ آ جاتا ہے۔ اگر نوجوانوں کی صحت کی یہی حالت رہی تو یہ خطرے سے خالی نہیں۔ پس خدام الاحمدیہ کا یہ فرض ہے کہ نوجوانوں کی صحت کی طرف جلد توجہ کریں اور ان کے لئے ایسے کام تجویز کریں جو محنت کشی کے ہوں اور جن کے کرنے سے ان کی ورزش ہو اور جسم میں طاقت پیدا ہو۔

آوارگی کا علاج کھیل

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں۔

بچہ کو ہر وقت کسی نہ کسی کام میں لگائے رکھنا چاہئے۔ میں کھیل کو بھی کام سمجھتا ہوں یہ کوئی آوارگی نہیں۔ آوارگی میرے نزدیک فارغ اور بیکار بیٹھنے کا نام ہے۔ یا اس چیز کا کہ باہوں میں باہیں ڈال لیں اور گلیوں میں پھرتے رہے۔

(الفضل 11 مارچ 1939ء)

بچوں میں دلیری اور جرأت پیدا کرو

حضرت مصلح موعود نے 29۔ جون 1933ء کو بعد نماز مغرب بمقام محلہ دار الفضل قادیان میں

تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

اخلاق کے متعلق جو بات مد نظر رکھنی چاہئے اور جو اعلیٰ خُلق ہے اور دوسرے اخلاق پر حاوی ہے وہ دلیری اور جرأت ہے۔ کوشش یہ ہونی چاہئے کہ بچوں کو بہادر اور دلیر بنایا جائے۔ ماسٹر صاحب نے مثال بیان کی ہے کہ ڈھاب میں نہانے سے جب بچوں کو روکا جاتا تو ان کے والد مخالفت کرتے اور کہتے کہ یہ تیرنا جانتے ہیں یہ نہیں ڈوبیں گے مگر وہ دوسروں کو تو ڈبو دیتے ہیں جو تیرنا نہیں جانتے۔ میرے نزدیک اگر بچے بے احتیاطی سے ڈوبتے ہیں تو ان کو بچانا چاہئے لیکن اگر تیرنا سیکھتے ہوئے باوجود ممکن احتیاط کے ڈوبتے ہیں تو کیا حرج ہے؟ انگریزوں میں تیرنے کے مقابلے ہوتے ہیں۔ کشتیاں دوڑنے کا مقابلہ کرتی ہیں اور بعض اوقات ٹوٹتی اور ڈوبتی ہیں۔ جانیں بھی ضائع ہوتی ہیں لیکن یہ نہیں کہ آئندہ کے لئے مقابلہ چھوڑ دیں۔ پھر جاتے ہیں اور مقابلہ کرتے ہیں۔

ماں باپ بچہ کو بُزدل بناتے ہیں

والدین کو نصیحت کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں۔

جب تک ماں باپ یہ نہ سمجھیں کہ بچہ کا دلیری اور جرأت کا کام کرتے ہوئے مر جانا اچھا ہے بہ نسبت اس کے نکما بن کر زندہ رہنے کے اس وقت تک اصلی جرأت اور دلیری بچوں میں پیدا نہیں کی جا سکتی مگر بڑی خرابی یہ ہے کہ ماں باپ بچوں کو نکما اور بزدل بناتے ہیں۔ ذرا اندھیرا ہو تو کہتے ہیں۔ باہر نہ جانا۔ ذرا کوئی مشقت کا کام کرنے لگے تو روک دیتے ہیں۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ چھوئی موئی بنا رہے۔ اور اس طرح بچے کسی کام کے نہیں رہتے۔ ماں باپ کا تو یہ کام ہونا چاہئے کہ جان بوجھ کر بچوں کو اندھیرے میں بھیجیں اور ہر طرح جرأت اور دلیری سکھائیں۔

بچوں کو تیراک بنانا

بچوں کو تیراک بنانے کے متعلق بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں۔

وہ بچے جو تیرنا نہیں جانتے ان کو اکیلے پانی میں نہیں جانا چاہئے مگر تیرنے والے ان کو اپنے ساتھ لے جائیں۔ اور تیرنا سکھائیں۔ یہ نہایت ضروری ہنر ہے اس لئے ضرور سکھانا چاہئے اور اپنے بزرگوں کی پیروی کرنی چاہئے۔ حضرت اسماعیل شہیدؒ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ایک جگہ گئے اور سنا کہ ایک سکھ ہے جو بہت تیرتا ہے اور کوئی مسلمان اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ سن کر انہوں نے تیرنا شروع کر دیا اور آخر اس سے بڑھ گئے۔ تو ہر کام میں مومن کو دوسروں کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ بشرطیکہ وہ شریفانہ ہنر ہو۔ یہ نہیں کہ کوئی مسلمان کسی ڈاکو سے بڑھ کر ہو جائے یا کسی چور سے بڑھ جائے بلکہ یہ کہ مثلاً کشتی لڑنا' سواری کرنا' تیرنا وغیرہ جسمانی طاقت کے کاموں میں بڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

پس احمدی بچوں میں قوت اور بہادری پیدا کرنی چاہئے انگریزوں میں یہاں تک احتیاط کی جاتی ہے کہ فٹ بال کھیلتے ہوئے یا کسی اور کھیل میں اگر کسی لڑکے کی ہڈی بھی ٹوٹ جائے تو بھی کھیل بند نہیں کریں گے اس کو کھیل کے میدان سے اٹھا کر علیحدہ لے جائیں گے۔ اور کھیل برابر جاری رہے گا کیونکہ کھیل بند کرنے سے لڑکوں پر برا اثر پڑتا ہے اور ان کے دلوں میں خوف اور بزدلی پیدا ہوتی ہے۔ اسی تربیت کا نتیجہ ہے کہ انگریزوں کی چھوٹی سی قوم دنیا پر حکومت کر رہی ہے۔ مگر ہمارے ہاں اگر کسی کو کھیل میں معمولی سی چوٹ لگ جائے تو آئندہ کھیل کو بند کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ تو تیرنا بہت اچھا ہنر ہے۔ مجھے یاد ہے کہ جب بچپن میں مجھے تیرنا نہیں آتا تھا تو دوسروں کو دیکھ کر میرے دل پر برا اثر پڑتا تھا کہ کیوں نہیں آتا۔ اور حضرت مسیح موعود نے ہمیں تیرنے والوں کے سپرد کر دیا کہ تیرنا سکھائیں تو بچوں کو ضرور تیرنا سکھانا چاہئے۔

بچوں کو کھلاڑی بنانا

حضرت مصلح موعود بچوں کو کھلاڑی بنانے کے متعلق فرماتے ہیں۔

میرا دل تو چاہتا ہے اگر خدا تعالیٰ روپیہ دے تو گھوڑے رکھے جائیں اور ان پر بچوں کو سواری سکھائی جائے اور وہ پورے پورے سوار ہوں۔ لیکن جب تک اتنا مال نہیں ملتا بچوں کو دوسری کھیلوں کا کھلاڑی بنانا چاہئے۔ کیونکہ اچھے کھلاڑی کے اخلاق بھی اچھے ہوتے ہیں۔ برخلاف اس کے جو بچے بچپن میں ان باتوں میں پڑتے ہیں جو بڑوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ بڑے ہو کر بالکل نکمے ثابت ہوتے ہیں۔

کھیل میں اخلاق سکھانا

کھیل میں اخلاق سکھانے کے متعلق حضور فرماتے ہیں۔

بچوں کے لئے کھیلنا کودنا بہت ضروری ہے۔ ہاں کھیل میں اخلاق سکھانا چاہئیں۔ مثلاً یہی کہا جائے کہ اگر کوئی گالی دے تو اس کو گالی نہ دی جائے۔ اور پھر گروپ کے لڑکوں کے متعلق رپورٹ منگوائی جائے کہ کون سے لڑکے ہیں جنہوں نے گالی کا جواب گالی سے دیا۔ اگر کوئی ہو تو اس سے توبہ کرائی جائے۔ اسی طرح یہ کہ ہر ایک غریب اور مسکین کو مدد دیں اور اس قسم کے واقعات آکر سنائیں کہ اس طرح کسی لڑکے کو مدد کرنے کا موقعہ ملا ہے مگر اس نے مدد نہیں کی۔

مثلاً کوئی چھوٹا بچہ ہے۔ ادھر گائے آئی ہے لڑکا پاس کھڑا تھا اسے چاہئے تھا کہ چھوٹے بچے کو پرے ہٹا لیتا۔ مگر اس نے نہ ہٹایا تو اس کی بازپرس کی جائے یا مثلاً کوئی برقعہ پوش عورت تھی جس پر جانور حملہ کرنے لگا تھا اور لڑکا پاس کھڑا تھا مگر اسے بچانے کی کوشش کرنے کی بجائے ہنس رہا تھا تو اس کو تنبیہہ کی جائے۔ ایسے واقعات پر سرزنش کی جائے اور آئندہ کے لئے عہد لیا جائے کہ ایسا نہ کریں گے اس طرح عملی طریق سے بچے اخلاق سیکھ سکتے ہیں ان کی مثال طوطے کی سی ہوتی ہے جو کہتا ہے میاں مٹھو چوری کھانی ہے۔ مگر نہ یہ جانتا ہے کہ میاں مٹھو کیا ہے اور نہ اسے یہ خبر ہوتی ہے کہ چوری کیا ہے۔

کھیل کھیل میں اخلاق سکھانا

کھیل کھیل میں عملی طریق سے بچوں کو اخلاق سکھانے کے متعلق حضور فرماتے ہیں۔

بچوں کو اگر یوں کہا جائے کہ حاجت مند کی مدد کیا کرو تو کہیں گے ہاں کریں گے مگر انہیں یہ معلوم نہیں ہو گا کہ کیا کرنا ہے لیکن جب عملی طور پر انہیں سکھایا جائے گا اور ہوشیار لڑکے امداد دینے کے واقعات سنائیں گے تو دوسروں کو پتہ لگے گا کہ اس طرح مدد کرنی چاہئے۔ سکاؤٹ بوائے کو اسی طرح سکھایا جاتا ہے کہ بچوں کے گھر بنا کر اور ان میں ضروری اشیاء رکھ کر آگ لگاتے ہیں اور پھر آگ کو بجھانا اور چیزوں کو بچانا سکھایا جاتا ہے۔ تو سبقاً سبقاً بچوں کو یہ باتیں سکھانی چاہئیں اور گروپ میں ہی سکھائی جا سکتی ہیں' الگ الگ ایسا انتظام نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ڈوبتے کو بچانا سکھانے کے لئے بھی گروپ ضروری ہے اور بچوں کو مشق کرانی چاہئے۔ اس میں دوسرے لوگ بھی اگر دلچسپی لیں تو زیادہ مفید ہو سکتا ہے۔ مگر ہمارے ملک کے اخلاق ایسے ہیں کہ اگر کوئی بڑی عمر کا آدمی کھیل میں شامل ہو تو حیرت اور تعجب کا اظہار کیا جاتا ہے۔ حالانکہ رسول کریم ﷺ کے متعلق آتا ہے کہ آپ شامل ہو جاتے تھے۔ ماں باپ کو بھی چاہئے کہ بچوں کے اس قسم کے کاموں میں کبھی کبھی شامل ہو جایا کریں۔

(الفضل 10۔ جولائی 1923ء)

کھیل میں مصروف رکھنے سے بھی آوارگی رک سکتی ہے

حضور فرماتے ہیں۔

اس بات کا اچھی طرح خیال رکھنا چاہئے کہ بچے یا پڑھیں یا کھیلیں یا کھائیں اور یا سوئیں۔ کھیل آوارگی نہیں۔ اس لئے اگر وہ دس گھنٹے بھی کھیلتے ہیں تو کھیلنے دو۔ اس سے ان کا جسم مضبوط ہو گا اور آوارگی بھی پیدا نہ ہو گی۔ پس کھیلنا بھی ایک کام ہے جس طرح کھانا اور سونا بھی کام ہے۔ مگر خالی بیٹھنا اور باتیں کرتے رہنا آوارگی ہے۔ اس لئے خدام الاحمدیہ کو کوشش کرنی چاہئے کہ جماعت کے بچوں میں یہ آوارگی پیدا نہ ہو۔ کسی کو یونہی پھرتے دیکھیں تو اس سے پوچھیں کہ کیوں پھر رہا ہے۔ اگر باز نہ آئے تو محلہ کے پریذیڈنٹ کو رپورٹ کریں اور ان سب باتوں کے لئے اصول وضع کریں۔ جن کے ماتحت کام ہو۔ میں نے دیکھا ہے کئی لوگ گھنٹوں دکانوں پر بیٹھے فضول باتیں کرتے رہتے ہیں حالانکہ اسی وقت کو وہ (دعوت الی اللہ) میں صرف کریں تو کئی لوگوں کو احمدی بنا سکتے ہیں لیکن فضول وقت ضائع کر دیتے ہیں۔ اگر کام کے لئے پوچھا جائے تو کہہ دیتے ہیں کہ فرصت نہیں۔ حالانکہ اگر فرصت نہیں تو دکانوں پر کس طرح بیٹھے باتیں کرتے رہتے ہیں۔

ورزش کے فوائد

ورزش کے فوائد بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں۔

ورزشوں کی عادت جو ڈالی جاتی ہے وہ اسی لئے ہوتی ہے کہ انسان کے جسم میں چستی اور پھرتی پیدا ہو اور اس کے اعضاء درست رہیں۔ اور اس کی ہمت بڑھے۔ ورزش سے پسینہ آتا ہے۔ جس سے بہت سے زہر دور ہوتے ہیں۔ اور اس لئے ورزش کو نظرانداز کر کے کلی طور پر بچہ کو دماغی کام میں لگانا دماغ کو کمزور کرنے کا موجب ہوتا ہے۔ بچپن میں کھیل کود اور ورزش انسان کی فطرت میں اسی لئے رکھی گئی ہے تاکہ اس کی جسمانی قوت برداشت بڑھ جائے۔ اسی لئے رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ الصبی صبی ولو کان نبیا یعنی بچہ بچہ ہی ہے خواہ وہ آئندہ نبی ہونے والا ہو۔ بے شک وہ چند سالوں بعد نبی بنایا جائے گا۔ مگر بچپن کی حالت میں اس کی کی خواہشات ضرور ایسی ہی ہوں گی جو بچپن سے مناسبت رکھتی ہوں گی۔ وہ کھیلے گا بھی۔ وہ کودے گا بھی۔ اور ان تمام حالات سے گزرے گا جن میں سے بچے عام طور پر گزرتے ہیں۔ بچپن کی حالت کے لئے جو لوازم مخصوص ہیں کوئی بچہ خواہ بڑا ہو کر نبی ہونے والا ہو وہ بھی ان میں سے ضرور گزرے گا۔ اور اس کی یہ حالت بعد کی زندگی میں اس کے لئے کسی اعتراض کا موجب نہیں ہو سکتی۔ پس اس عمر میں ورزش کے ذریعہ بچہ کی تربیت اشد ضروری ہے۔ اور اسے کلی طور پر دماغی کام میں لگا دینا خطرناک ہوتا ہے۔

اس زمانہ میں اس کی صحیح تربیت کا طریق وہی ہے۔ جو اسے کھیل کود سکھائے۔ پہلے تو جب وہ بہت چھوٹا ہو کہانیوں کے ذریعہ اس کی تربیت ضروری ہوتی ہے۔ بڑے آدمی کے لئے تو خالی وعظ کافی ہوتا ہے۔ لیکن بچپن میں دلچسپی قائم رکھنے کے لئے کہانیاں ضروری ہوتی ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ کہانیاں جھوٹی ہوں حضرت مسیح موعود...... ہمیں کہانیاں سنایا کرتے تھے کبھی حضرت یوسف کا قصہ بیان فرماتے کبھی حضرت نوح کا قصہ سناتے اور کبھی حضرت موسیٰ کا واقعہ بیان فرماتے مگر ہمارے لئے وہ کہانیاں ہی ہوتی تھیں گو وہ تھے سچے واقعات۔ اسی طرح ہم نے کئی ضرب الامثال جو کہانیوں سے تعلق رکھتی ہیں آپ سے سنی ہیں۔

پس بچپن میں تعلیم کا بہترین ذریعہ کہانیاں ہیں۔ گو بعض کہانیاں بے معنی اور بیہودہ ہوتی ہیں۔ مگر مفید اخلاق سکھانے والی اور سبق آموز کہانیاں بھی ہیں۔ اور جب بچہ کی عمر بہت چھوٹی ہو تو اس طریق پر اسے تعلیم دی جاتی ہے۔ پھر جب وہ ذرا ترقی کرے تو اس کے لئے تعلیم و تربیت کی بہترین چیزیں کھیلیں ہیں۔ کتابوں کے ساتھ جن چیزوں کا علم دیا جاتا ہے۔ کھیلوں سے عملی طور پر وہی تعلیم دی جاتی ہے۔ مگر کہانیوں کا زمانہ کھیل سے نیچے کا زمانہ ہے...... مگر اس کے بعد کا جو زمانہ ہے جو زیادہ اہم ہوتا ہے۔ اور جو کھیل کود کا زمانہ ہے۔ حیرت ہے کہ بنی نوع نے اس کی ضرورت اور اہمیت کو محسوس ہی نہیں کیا۔ کہ وہ بھی اسی طرح اعلیٰ درجہ کے لوگوں کی نگرانی میں ہونا چاہئے۔ کہانیوں کے متعلق تو یہ خیال رکھا جاتا ہے۔ کہ وہ اعلیٰ درجہ کے دماغوں اور فاضل لوگوں کی تیار کردہ ہوں۔ اور ایسے رنگ کی ہوں جس سے بچوں کو فائدہ پہنچے۔ مگر کھیل کے زمانہ کا کوئی خیال ہی نہیں رکھا جاتا۔ اور یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ کھیل کود بچوں کا کام ہے۔ بڑوں کا اس میں دلچسپی لینا مناسب نہیں۔ حالانکہ اگر کھیل کود بچوں کا کام ہے۔ تو کہانیاں بھی تو بچوں سے ہی تعلق رکھتی ہیں۔ پھر جب ابتدائی عمر کی کھیل یعنی کہانیوں کے متعلق احتیاط کی جاتی ہے۔ تو کیوں بڑی عمر کی کھیل میں اس سے زیادہ احتیاط نہ برتی جائے۔ اس زمانہ میں جو تعلیم دی جاتی ہے وہ تو کہانیوں کے زمانہ سے بہت زیادہ اہم ہوتی ہے۔

کس قسم کی کھیل اعلیٰ تعلیم بن جاتی ہے

اس بارے میں حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں۔

میں خدام الاحمدیہ کو نصیحت کرتا ہوں کہ بچوں کے کھیل کود کے زمانہ کو زیادہ سے زیادہ مفید بنانے کی کوشش کریں۔ اور کوشش کریں کہ کھیلیں ایسی ہوں جو نہ صرف جسمانی قوتوں کو بلکہ ذہنی قوتوں کو بھی فائدہ پہنچانے والی ہوں۔ اور آئندہ زندگی میں بھی بچہ ان سے فائدہ اٹھا سکے۔ ان میں تین باتوں کا خیال رکھا جائے۔ ایک تو جسم کو فائدہ پہنچے۔ دوسرے ذہن کو فائدہ پہنچے اور تیسرے وہ آئندہ زندگی میں ان کے کام آ سکیں۔

جس کھیل میں یہ تینوں باتیں ہوں گی وہ کھیل کھیل ہی نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم بھی ہو گی۔ اور وہ طالب علم کے لئے ایسی ہی ضروری ہو گی جیسی کتابیں جب میں کہتا ہوں کہ کھیلیں ایسی ہوں جو ذہنی تربیت کے لئے مفید ہوں تو میرا مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ بچوں کی دلچسپی بھی قائم رہے یہ نہیں ہونا چاہئے کہ وہ ایک فلسفہ بن جائے اور بچوں کو زبردستی کھلائی پڑیں ایسی کھیل ذہنی نشوونما کا موجب نہیں ہو سکتی۔ اور نہ ہی جسم اس سے پورا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ میں نے بارہا اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے اور بتایا ہے کہ یہ کام نہایت آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔ اور ورزش کے شعبہ کو مفید بلکہ مفید ترین بنایا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس میں تین باتوں کا خیال رکھا جائے ایک تو یہ کہ وہ آئندہ زندگی میں مفید ثابت ہونے والی ہوں۔ نہ صرف بچپن میں بلکہ بڑے ہو کر بھی فائدہ دینے والی ہوں۔ بچپن میں کھیل کود کا جو فائدہ ہوتا ہے وہ بھی حاصل ہو۔ جسم بھی مضبوط ہو اور ذہن بھی ترقی کرے۔ بچپن میں جو کہانیاں بچوں کو سنائی جاتی ہیں ان کا مقصد ایک تو یہ ہوتا ہے کہ بچہ شور نہ کرے اور ماں باپ کا وقت ضائع نہ کرے۔ لیکن اگر وہ کہانیاں ایسی ہوں جو آئندہ زندگی میں بھی فائدہ دیں تو یہ کتنی اچھی بات ہے...... اور جب کہانیوں کے متعلق کوشش کرتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ کھیل کے معاملہ میں بچوں کو یونہی چھوڑ دیں کہ جس طرح چاہیں کھیلیں' اگر یہ طریق کھیلوں کے متعلق درست ہے تو کہانیوں کے لئے کیوں اسے اختیار نہیں کیا جاتا۔ اور کیوں نہیں بچوں کو چھوڑ دیا جاتا کہ جیسی بھی کہانیاں ہوں سن لیں۔ جب کہانیوں کے متعلق ہمارا یہ نظریہ ہے کہ وہ ایسی ہوں جو اسے سلا بھی دیں اور عمدہ باتیں بھی سکھائیں تو کھیلوں کے متعلق یہی نظریہ کیوں پیش نظر نہ رکھا جائے۔ کیوں نہ بچپن میں ایسی کھیلیں کھلائی جائیں جن سے ان کا جسم بھی مضبوط ہو۔ ذہن بھی ترقی کرے اور پھر وہ آئندہ زندگی کے لئے سبق آموز بھی ہوں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 10 مارچ 1939ء)
(الفضل 28۔ مارچ 1939ء)

تیراکی کی افادیت

تیراکی کی افادیت بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں۔

میں نے جلسہ سالانہ کے موقع پر بتایا تھا کہ تیرنا ہے۔ یہ کھیل کی کھیل ہے۔ اس میں مقابلے کرائے جائیں۔ تو بہت دلچسپی پیدا ہو سکتی ہے غوطہ زنی میں لوگ مقابلے کرتے ہیں اور ایسی دلچسپی پیدا ہوتی ہے کہ مقابلہ کرنے والے اس وقت یہی سمجھتے ہیں۔ کہ گویا زندگی کا مقصد یہی ہے۔ بچوں کے لئے تیرنا بھی ایسی ہی دلچسپی کا موجب ہو سکتا ہے۔ جیسا فٹ بال' کرکٹ یا ہاکی وغیرہ اور پھر یہ ان کے لئے آئندہ زندگی میں مفید بھی ہو سکتا ہے کبھی کشتی میں آدمی سفر کر رہا ہو کشتی ڈوب جائے تو وہ اپنی جان بچا سکتا ہے۔ یا کنارے پر بیٹھا کوئی کام کر رہا ہو۔ اور کوئی ڈوبنے لگے تو اسے بچایا جا سکتا ہے۔ تو تیرنا صرف اس زمانہ کے لئے کھیل ہی نہیں بلکہ آئندہ زندگی میں اسے فائدہ دینے والی چیز ہے۔ وہ بحری فوج میں آسانی سے داخل ہو سکتا ہے۔ جہازرانی میں اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ گویا یہ تمام عمر میں اسے فائدہ پہنچانے والا ہنر ہے اور اس لئے ایسی کھیل کے بجائے جو صرف بچپن میں کھیل کے ہی کام آئے۔ یہ ایک ایسی کھیل ہے جو ساری عمر اس کے کام آ سکتی ہے۔

نشانہ بازی' تیراندازی اور غلیل چلانا

ان کھیلوں کے متعلق حضرت صاحب فرماتے ہیں۔

اسی طرح تیراندازی ہے' غلیل چلانا ہے اس سے ورزش بھی ہوتی ہے بچے شکار کے لئے باہر جاتے ہیں اور دور نکل جاتے ہیں اور اس طرح تازہ ہوا بھی کھاتے ہیں۔ بدن بھی مضبوط ہوتا ہے۔ غلیل چلانے سے جسم میں طاقت آتی ہے۔ اس کے مقابلے کرائے جا سکتے ہیں۔ کہ کون زیادہ دور تیر پھینکتا ہے یا غلیلہ پھینک سکتا ہے غلیل جتنی سخت ہو کر لچکنے والی ہو گی اتنا ہی غلیلہ دور جاتا ہے۔ مگر اسے لچکانے کے لئے طاقت ضروری ہوتی ہے۔ جتنا کوئی زیادہ مضبوط ہو اتنا ہی زیادہ دور غلیلہ پھینک سکتا ہے کیونکہ وہ اتنا ہی غلیل کو زیادہ کھینچ کر لچکا سکتا ہے۔ یہ چیز ورزش کا بھی موجب

ہے۔ شکار کے لئے زیادہ چلنا پڑتا ہے۔ تازہ ہوا کھانے کا بھی موقع ملتا ہے۔ اور پھر یہ ساری عمر کام آتی ہے۔ غلیل چلانے والا بندوق کا نشانہ بندوق پکڑتے ہی سیکھ سکتا ہے۔ ہم بچپن میں غلیل چلایا کرتے تھے۔ اور مجھے یاد نہیں کہ کسی نے کبھی مجھے بندوق کا نشانہ سکھایا ہو۔ پہلی دفعہ شیخ عبدالرحیم صاحب کہیں سے بندوق مانگ کر لائے۔ میں اس وقت بہت چھوٹا تھا اور وہ پہلا نشانہ تھا انہوں نے پیچھے سے پکڑ رکھا اور میں نے بندوق چلائی۔ گو میں خود بھی گر پڑا۔ مگر جس جانور کا نشانہ کیا تھا وہ بھی گر گیا۔ ادھر میں گرا۔ ادھر وہ۔ میں نے دیکھا ہے بعض لوگ جو سپاہی بھرتی ہوتے ہیں۔ وہ مدتوں اس وجہ سے افسروں کی گھُرکیاں کھاتے ہیں۔ کہ نشانہ ٹھیک نہیں کر سکتے۔ اور اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ بچپن میں کوئی ایسا کام نہیں کیا ہوتا۔ کہ نشانہ کی مشق ہو سکے۔ اگر بچپن میں تیر یا غلیلہ چلانے کی مشق ہو۔ تو جب بھی بندوق چلانے لگیں۔ فوراً نشانہ درست ہو سکتا ہے۔ اور پھر اس سے بچپن میں صحت بھی تندرست ہو سکتی ہے۔ اور پھر بڑے ہو کر یہی کھیل ان کے لئے ایک ہنر ثابت ہو سکتا ہے۔

دوڑنا۔ایک مفید ورزش

دوڑ کے فوائد بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں۔

اسی طرح دوڑنا ہے۔ جو اپنی ذات میں بہت دلچسپ کھیل ہے اس کے بھی مقابلے کرائے جاتے ہیں۔ جن سے لاتوں کو بڑا فائدہ ہوتا ہے لوگ ایسی ورزشیں کرتے ہیں کہ جن سے جسم کا ایک حصہ تو مضبوط ہوتا ہے مگر باقی کمزور ہو جاتے ہیں۔ لیکن دوڑنا لاتوں کے لئے بھی مفید ہے اور پیٹ کے لئے بھی جو لوگ دوڑنے کے عادی ہوں۔ ان کا پیٹ نہیں بڑھتا۔ یہ کھیل بھی ہے۔ اور آئندہ زندگی میں بھی بڑے کام کی چیز ہے۔ اگر انسان سپاہی ہو تو دشمن کے تعاقب کے لئے یا اگر کسی وقت پیچھے ہٹنا پڑے تو اپنی جان بچانے کے کام آسکتا ہے۔ آئے دن ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں کہ چور مال لے کر بھاگ جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کو بھاگنے کی مشق ہوتی ہے۔ مگر گاؤں والے ہانپتے ہوئے پیچھے رہ جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کو مشق نہیں ہوتی۔ اگر بھاگنے کی مشق ہو تو چوروں کو پکڑ سکتے ہیں۔ اسی طرح بیسیوں مواقع زندگی میں ایسے آتے ہیں۔ کہ اگر انسان کو بھاگنے کی مشق ہو۔ تو کام سدھر جاتے ہیں۔ اسی طرح بیسیوں ایسی کھیلیں ہیں جو مفید ہو سکتی ہیں۔

خدام الاحمدیہ ایسی کھیلیں رائج کریں جو آئندہ زندگی میں بھی کام آئیں

حضرت مصلح موعود نے 2 جون 1946ء کو خدام میں کھیلوں کو رائج کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا۔

آج خدام الاحمدیہ کو ایک اور ہدایت دینا چاہتا ہوں۔ یہ ہدایت پہلے بھی بارہا دے چکا ہوں کہ نوجوانوں میں ایسی کھیلیں رائج کی جائیں جو ان کی زندگی میں کام آئیں۔ میں 1941ء سے یہ بتاتا چلا آرہا ہوں لیکن ابھی تک خدام نے اس طرف توجہ نہیں کی۔ مثلاً دوڑنے کی مشقیں ہیں۔ آگ بجھانے کی مشق ہے۔ آگ میں سے کود کر نکلنے کی مشق ہے۔ اونچی جگہ سے کودنے کی مشق ہے۔ تیرنے کی مشق ہے۔ یہ سب ہنر ایسے ہیں جن سے مردانگی پیدا ہوتی ہے اور یہ باتیں آئندہ زندگی میں کام آتی ہیں۔ اس کے علاوہ کان، ناک اور آنکھ کی قوتیں بڑھانے کے متعلق میں نے کہا تھا۔ مشق کرنے سے یہ قوتیں زیادہ تیز ہو جاتی ہیں اور ایسا آدمی جس کی یہ قوتیں تیز ہوں بہت سے ایسے کام کر سکتا ہے۔ جسے عام آدمی نہیں کر سکتے۔

(الفضل 30۔ ستمبر 1960ء)

اپنے اوقات کو صحیح طور پر گزارو

خدا تعالیٰ نے تمہیں ہوشیار کر دیا ہے اب تم اپنے دلوں کو مضبوط کرو اور آنے والے خطرات کے لئے تیاری کرو۔ وہ تیاری اس طرح ہو سکتی ہے کہ تم اپنے اوقات کو صحیح رنگ میں گزارو۔ اور زیادہ سے زیادہ (دعوت الی اللہ) کرو۔ زیادہ سے زیادہ خدمت خلق کرو۔.... زلزلہ اور اس طرح کی دیگر مصیبتوں کے پڑنے پر یا جلسوں اور جلوسوں کے مواقع پر تمہیں کم از کم بوائے سکاؤٹس یا ریڈ کراس جتنا نمونہ تو دکھانا چاہئے۔ حالانکہ اصل میں تو ان سے سینکڑوں گنا زیادہ اعلیٰ نمونہ دکھانا چاہئے۔ واضح رہے کہ خدمت خلق سے میری مراد محض احمدیوں یا مسلمانوں کی خدمت نہیں۔ بلکہ بلا امتیاز مذہب و ملت خدا کی ساری مخلوق کی خدمت مراد ہے حتیٰ کہ اگر دشمن بھی مصیبت میں ہو تو اس کی بھی مدد کرو یہ ہے خدمت خلق کا صحیح جذبہ۔

رُوح اور جسم کی مضبوطی کی طرف توجہ کرو

اپنے آپ کو ایسے مقام پر کھڑا کرو جس کے بعد تمہیں یقین ہو جائے کہ تم ہرگز بزدلی نہیں دکھاؤ گے اس کے لئے تیاری کرو۔ مگر یہ تیاری (دینی) طریق کے مطابق ہونی چاہئے۔ ایسی تیاری کرنے کے دنیا میں دو ہی طریق ہیں۔ ایک یہ کہ جسموں کو مضبوط بنایا جائے۔ اس کی مثال نپولین، ہٹلر، چنگیز خان اور تیمور سے مل سکتی ہے۔ اور ایک تیاری روح کی مضبوطی اور پاکیزگی کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ اس کی سب سے روشن اعلیٰ اور ارفع مثال دنیا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس وجود میں دیکھ چکی ہے۔ پس تم ہٹلر نپولین یا چنگیز خان اور تیمور کی بجائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کو سامنے رکھتے ہوئے تیاری کرو لیکن یہ نمونہ دنیوی مثالوں سے سینکڑوں اور ہزاروں گنا بالا ہے بلکہ اتنا بالا ہے کہ آج بھی فرشتے اس پر مرحبا کہہ رہے ہیں۔

(الفضل یکم نومبر 1952ء)

خدام الاحمدیہ نوجوانوں کو جسمانی اور دماغی آوارگیوں سے بچانے کی مقدور بھر کوشش کریں

خدام الاحمدیہ کا فرض ہے کہ اس قسم کی آوارگیوں کو خواہ وہ دماغی ہوں یا جسمانی روکیں اور دور کریں کھیلنا آوارگی میں داخل نہیں۔ ایک دفعہ مجھے رؤیا میں بتایا گیا۔ ایک شخص نے خواب میں ہی مجھے کہا کہ فلاں شخص ورزش کر کے وقت ضائع کرتا ہے۔ اور میں رؤیا میں ہی اسے جواب دیتا ہوں کہ یہ وقت کا ضیاع نہیں۔ جب کوئی اپنے قویٰ کا خیال نہیں رکھتا تو دینی خدمات میں پوری طرح حصہ نہیں لے سکتا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک سبق دیا تھا کیونکہ مجھے ورزش کا خیال نہیں تھا۔ تو ورزش بھی کام ہے۔ حضرت مسیح موعود...... موگریاں اور مگدر پھیرا کرتے تھے۔ بلکہ وفات سے سال دو سال قبل مجھے فرمایا کہ کہیں سے موگریاں تلاش کرو۔ جسم میں کمزوری محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ میں نے کسی سے لا کر دیں۔ اور آپ کچھ دن انہیں پھراتے رہے۔ بلکہ مجھے بھی بتاتے تھے کہ اس رنگ میں اگر پھیری جائیں تو زیادہ مفید ہیں۔

پس ورزش انسان کے کاموں کا حصہ ہے۔ ہاں گلیوں میں بے کار پھرنا۔ بیکار بیٹھے باتیں کرنا۔ اور بحثیں کرنا۔ آوارگی ہے اور ان کا انسداد خدام الاحمدیہ کا فرض ہے۔ اگر تم لوگ دنیا کو وعظ کرتے پھرو۔ لیکن احمدی بچے آوارہ پھرتے رہیں تو تمہاری سب کوششیں رائیگاں جائیں گی۔ پس تمہارا فرض ہے کہ ان باتوں کو روکو دکانوں پر بیٹھ کر وقت ضائع کرنے والوں کو منع کرو۔ اور کوئی نہ مانے تو اس کے ماں باپ' استادوں کو اور محلہ کے افسروں کو رپورٹ کرو۔ کہ فلاں شخص آوارہ پھرتا یا فارغ بیٹھ کر وقت ضائع کرتا ہے۔

(الفضل 11 مارچ 1939ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث

محترم کرنل مرزا داؤد احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث بچپن میں کھیل اور شکار کے شوقین تھے۔ حضور ایئر گن لے کر ہر جمعہ جاتے تھے اور ساتھ کوئی خادم ضرور ہوتا۔ مدرسہ احمدیہ میں کھیلوں میں باقاعدہ حصہ لیتے تھے۔ فٹ بال' ہاکی اور والی بال کھیلتے تھے۔ کبڈی بھی ہم لوگوں کے ساتھ کھیلتے تھے۔ ڈنبل اور کھینچنے کے سپرنگ سے ورزش بھی کیا کرتے تھے۔ جب رخ انور پر سبزہ کا آغاز ہوا تو فرسٹ ٹیم میں آچکے تھے حضور بڑا زور لگا کر کھیلتے تھے۔

جب بٹالہ میں رابرٹ ٹورنامنٹ ہوا تو اس میں بھی حصہ لیا۔ ہاکی کی نسبت فٹ بال زیادہ اچھا کھیلتے تھے ان دنوں کھیل کی یونیفارم نیکر اور سفید قمیص پر سرخ پٹکا ہوتا تھا تاکہ مختلف ٹیموں کے کھیلنے والوں میں امتیاز ہو سکے۔ اس کے بعد جامعہ میں چلے گئے کھیلوں اور شکار کے شوق کی خواہش حضرت مولوی عبدالرحمان صاحب جٹ کی مرہون منت ہے۔

گورنمنٹ کالج میں لیگ میچوں میں حضور فٹ بال کھیلا کرتے تھے۔

(خالد اپریل مئی 1983ء ص 91-92)

آل پاکستان باسکٹ بال ٹورنامنٹ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی خاص توجہ اور کوششوں کے نتیجے میں آل پاکستان باسکٹ بال ٹورنامنٹ کا آغاز 1958ء سے ہوا۔ یہ ٹورنامنٹ آپ ہی کے نام سے موسوم ہے اور اس کا انعقاد اس وقت تک جاری رہا جب تک اس پر حکومت کی طرف سے پابندیاں نہیں لگا دی گئیں۔

گھوڑدوڑ ٹورنامنٹ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے آنحضرت ﷺ کی حدیث مبارکہ سے گھوڑوں کی اہمیت جماعت پر واضح فرمائی اور اس سلسلہ میں ربوہ میں خیل للرحمان گھوڑ دوڑ ٹورنامنٹ کا آغاز 1971ء میں فرمایا جو ہر سال ربوہ میں (پابندیاں لگنے سے پہلے تک) ہوتا رہا۔ حضور خود بنفس نفیس اس ٹورنامنٹ کو دیکھنے کے لئے تشریف لاتے اور مفید ہدایات سے نوازتے اور انعامات تقسیم فرماتے۔ سب سے زیادہ گھوڑے لانے والے قائد ضلع کے لئے اپنی طرف سے ایک ہزار روپے انعام مقرر فرمایا صد سالہ احمدیہ جوبلی کے جلسہ سالانہ کے موقع پر جماعت سے چالیس ہزار گھوڑوں کا مطالبہ کیا۔ حضور نے گھوڑوں کی پرورش اور نگہداشت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا۔

"میرا ارادہ ہے کہ ربوہ میں بھی اور باہر کی جماعتوں میں بھی ایسے کلب جاری کروں جہاں گھوڑوں کی نگہداشت اور سواری وغیرہ کی تربیت دی جایا کرے۔"

(الفضل 16 مئی 1971ء)

تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں کھیلوں کی سرپرستی

تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں کھیلوں کے بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا یہ پروگرام تھا کہ باری باری مختلف کھیلوں کی سرپرستی کی جائے اور کالج کی ٹیموں کو پنجاب یونیورسٹی' پنجاب اور پاکستان کی اعلیٰ ٹیموں کے مقام تک لے جایا جائے۔ چنانچہ حضور نے پہلے کشتی رانی اور پھر باسکٹ بال کی سرپرستی فرمائی جس کے نتیجہ میں دونوں کھیلوں کی ٹی آئی کالج ربوہ کی ٹیمیں پنجاب یونیورسٹی' پنجاب اور پاکستان کی چوٹی کی ٹیموں میں شمار ہونے لگیں۔

بلکہ باسکٹ بال میں تو ہمارے لڑکوں نے بیرون پاکستان ایشیائی اور عالمی مقابلوں میں پاکستان کی نمائندگی بھی کی۔ کالج کے کھلاڑیوں کو پریکٹس کے دوران حضور اپنی نگرانی میں سویابین (Soya Bean) کا حلوہ بنوا کر کھلاتے۔

حضور کالج سٹاف کے بھی کھیلوں میں مقابلے کرواتے اور دلچسپی کے لئے خود بھی حصہ لیتے بلکہ بعض کھیلوں میں مثلاً کلائی پکڑنا' بیڈمنٹن' ٹیبل ٹینس وغیرہ میں تو چیلنج کرتے کہ جس کا جی چاہے مقابلہ پر آجائے حضور اکثر طالب علموں کو فرماتے آؤ کلائی پکڑو حضور کو اللہ تعالیٰ نے بڑی طاقت اور توانا جسم دیا تھا کوئی طالب علم بھی حضور سے کلائی پکڑنے مقابلے میں جیت نہ سکتا تھا۔

ورزشی کلب کا اجراء

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے 1981ء میں خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع کے موقع پر خدام الاحمدیہ کو ورزش کی طرف توجہ دلائی اور جسمانی صحت کو بہتر بنانے کے لئے ورزش کلب قائم کرنے کی تحریک فرمائی۔

حضور نے فرمایا تمام جماعتیں اپنے ہاں ورزشی کلب قائم کریں اور لجنہ اماء اللہ بھی اپنے کلب قائم کرے اور ہر احمدی اس کلب کا ممبر بنے اور اپنی جسمانی صحت کو بہتر سے بہتر بنائے۔

مجلس صحت کا قیام

حضور نے یکم مارچ 1972ء کو تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی سالانہ کھیلوں کے تقسیم انعامات کے موقع پر مجلس صحت کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا۔

"آج میں سارے ربوہ کو ایک مجلس میں منسلک کرنے کا اعلان کرتا ہوں۔ اس مجلس کا نام مجلس صحت ہوگا۔ اس کے جملہ انتظامات آپ لوگوں نے خود سرانجام دینے ہیں اس سلسلہ میں ایک کمیٹی قائم کی جائے گی۔

ربوہ کے تمام باشندوں کے لئے کھیلوں اور ورزش جسمانی کا انتظام کرنا اور اس کے لئے گراؤنڈز مہیا کرنا بھی اس کمیٹی کی ذمہ داری ہوگی۔"

حضور کے اس ارشاد کی تعمیل کے سلسلہ میں لوکل انجمن احمدیہ نے ربوہ میں باسکٹ بال' ہاکی' فٹ بال' والی بال' میرو ڈبہ' باڑی' کبڈی' وغیرہ کی ٹیمیں تیار کیں۔ ان کے لئے گراؤنڈز مہیا کیں۔ ربوہ کے محلہ جات میں مختلف گراؤنڈز مہیا کرنے کے بعد ربوہ کی ممتاز شخصیتوں کو ان کا نگران مقرر کیا گیا۔ اور ربوہ کی ٹیمیں ربوہ سے باہر جا کر فٹ بال اور کبڈی وغیرہ کے میچ کھیلنے کے لئے جاتی رہیں۔ حضور نے اس مجلس اور کھلاڑیوں کے لئے ایک کالا اور سفید دھاریوں والا رومال تیار کروایا اور ایک رنگ میں اس کو پرو کر گردن میں ڈالنے کا ارشاد فرمایا۔

(الفضل 7-مارچ 1972ء)

سائیکل سفر

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے 1973ء میں خدام الاحمدیہ کو سائیکل خریدنے اور سائیکل چلانے اور اجتماعات کے موقع پر سائیکل پر آنے کی تحریک فرمائی۔ حضور کی اس تحریک پر لبیک کہتے ہوئے نہ صرف خدام نے بلکہ انصار نے بھی سائیکل چلانا شروع کر دیا حضور نے صد سالہ جوبلی کے موقع پر جماعت سے ایک لاکھ سائیکل سواروں کا مطالبہ کیا۔

خدام کو غلیل رکھنے کی ہدایت

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے 1973ء میں خدام کو غلیل رکھنے کی تحریک جاری فرمائی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضور جب 1955ء میں انگلستان میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ تو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو سکواش کا شوق تھا اور اس شوق کو پورا کرنے کے لئے روشن خان حضور کو پریکٹس کروایا کرتے تھے۔

(الفضل 6 جون 1984ء)

اس سلسلہ میں ریٹائرڈ ائیر مارشل ظفر چوہدری صاحب لکھتے ہیں۔

"اس عرصہ میں ہاشم خان اور ان کے بھائی اعظم خان سکواش کے سلسلے میں انگلستان آئے اور جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے میں نے ہی حضور کو سکواش کے ان عظیم کھلاڑیوں سے متعارف کروایا۔ اس طرح صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کو سکواش میں مزید دلچسپی پیدا ہوئی اور حضور کے ان دونوں بھائیوں سے دوستی کے بے تکلفانہ مراسم قائم ہوگئے اور حضور اکثر ان عظیم کھلاڑیوں کے ساتھ پریکٹس بھی کیا کرتے تھے۔"

(الفضل 26 جون 1989ء)

حضور بچپن میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ فٹ بال کھیلا کرتے تھے۔ تیز دوڑنے کا آپ کو بہت شوق تھا چنانچہ حضور ہائی جمپ میں اپنے ساتھیوں کو چیلنج دیا کرتے۔ بارش کے دنوں میں آپ تیراکی بھی کیا کرتے تھے۔

کبڈی حضور کا پسندیدہ کھیل رہا ہے اور بچپن اور پھر خدام الاحمدیہ میں بھی کبڈی کھیلتے رہے ہیں آپ کبڈی کے کھیل میں قینچی مارنے کے بہت ماہر تھے۔ اس لئے آپ کے نام پر ربوہ میں آل پاکستان طاہر کبڈی ٹورنامنٹ ہر سال منعقد ہوتا رہا۔ پابندیوں کے بعد یہ ٹورنامنٹ جرمنی میں منعقد ہوتا رہا۔ اس ٹورنامنٹ میں حضور بنفس نفیس شرکت کرتے رہے۔ اس کے علاوہ جب ایوان محمود ربوہ میں ان ڈور گیمز کا آغاز ہوا تو آپ ٹیبل ٹینس کھیلتے رہے۔

جب آپ خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں مہتمم صحت جسمانی تھے تو آپ نے خدام میں ورزش کو رائج کرنے کے لئے "ورزش کے زینے" کے نام سے کتاب لکھی جس میں تصویروں کے ذریعے ورزش کے طریقے بتائے گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحب کو ہماری جسمانی صحت اور ورزش سے کس قدر دلچسپی ہے اور

حضرت صاحب ابھی بھی باقاعدگی سے لمبی سیر کرتے ہیں۔ اس کتاب میں سے ورزش اور صحت کی تندرستی کے بارے میں حضور کے ذاتی تجربات اور نصائح پیش خدمت ہیں۔

وزن درست رکھنے کا ایک بہترین نسخہ

اس بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں۔

عموماً موٹے آدمی وزن کم کرنے کی خاطر (Dieting) ڈائٹنگ کا مروجہ طریق اختیار کرتے ہیں جو صحت کے لئے سخت مضر بلکہ بعض اوقات مہلک ثابت ہوتا ہے اس کی بجائے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ سے اخذ کردہ وزن کم کرنے کا ایک بہترین نسخہ ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔

(1) بھوک رکھ کر کھانا کھانا یعنی سیری ہونے سے کچھ قبل ہی کھانا چھوڑ دینا۔ آپ غالباً یہ سمجھیں گے کہ اس طرح آپ ضرورت سے کم غذا کھا رہے ہوں گے اور کمزور ہو جائیں گے۔ لیکن یہ درست نہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ بالا ارشاد ایک ایسی پس پردہ حقیقت پر مبنی تھا جس کے چہرہ پر سے آج کی سائنسی تحقیق نے نقاب الٹ دیا ہے۔ آج کے اطباء ہمیں بتاتے ہیں کہ بھوک کا احساس اس وقت تک باقی رہتا ہے۔ جب تک خون کے اندر حل شدہ میٹھے کی سطح ایک خاص درجہ تک بلند نہ ہو جائے اور چونکہ کھانا کھاتے ہی فوراً یہ سطح بلند نہیں ہوتی۔ اس لئے عموماً لوگ سیر شکمی کے بعد بھی بھوک محسوس کرتے رہتے ہیں۔ یہ درحقیقت جھوٹی بھوک ہوتی ہے اگر یہ بھوک مٹانے کی کوشش کریں گے۔ تو آپ کو اپنی طاقت سے زیادہ کھانا پڑے گا۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ کچھ بھوک رکھ کر کھایا کرو۔ معدے اور وزن کو درست رکھنے کے لئے ایک ہمیشہ رہنے والی مشعل راہ ہے۔

سادہ خوراک

(2) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خوراک میں خود بھی سادگی اختیار فرماتے تھے اور صحابہ میں بھی یہی رواج جاری فرمایا۔ جو قرآن کریم کے اس ارشاد کے عین مطابق ہے کہ کلوا واشربوا ولا تسرفوا۔

اگر ہم عموماً اپنے کھانوں کو سادہ رکھیں۔ اور خوامخواہ مرغن غذاؤں مصالحے دار کھانوں کو روزمرہ کی زندگی کا جزو بنا کر اسراف کی حدود میں داخل نہ ہو جائیں اور اس پروگرام پر عمل پیرا ہو جائیں جو تحریک جدید نے ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ تو یہ بھی ہماری صحتوں کو برقرار رکھنے میں بہت ممد ثابت ہو سکتا ہے۔

اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے کی عادت

(3) احادیث سے معلوم ہوتا ہے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کام خود فرماتے تھے۔ اور آپ کے صحابہؓ میں بھی اسی کا رواج تھا۔ یہ ایک ایسی پاکیزہ عادت ہے کہ جو جسم کو ہمیشہ مستعد اور ہوشیار رکھتی ہے اور سستی اور غفلت کو پاس نہیں پھٹکنے دیتی۔ اگر کوئی اور ورزش نہ ہو تو یہ عادت ہی کسی حد تک ورزش کا قائمقام ہو جاتی ہے۔

تیز چلنے کی عادت

(4) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کثرت سے مروی ہے کہ آپ خوب چلتے تھے۔ اور بہت تیز چلتے تھے۔ چلنے میں روانی کا یہ عالم تھا کہ گویا بلندی سے ڈھلوان کی طرف اتر رہے ہوں۔ لیکن قدم پختگی کے ساتھ جما کر رکھتے تھے اگر کوئی اور ورزش نہ بھی کی جائے اور مندرجہ بالا عادات کے علاوہ بہت چلنے اور تیز چلنے کی عادت اختیار کر لی جائے تو یہی ایک کافی وشافی اور بہترین ورزش ثابت ہو سکتی ہے۔ یاد رکھئے ماہرین ورزش کا یہ مقولہ ہے کہ

"چلنا ایک بہترین ورزش ہے"

عبادات کو مستعدی سے بجالانا

(5) عبادات کو پورا اور مستعدی سے بجالانا یعنی نماز کو قائم کرنا۔ لفظ صلوٰۃ جس کا ترجمہ ہم نماز کرتے ہیں ایک عربی لفظ ہے جو ورزش کے معنے اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور واقعہ یہ ہے۔ اگر مستعدی کے ساتھ توجہ قائم رکھ کر نماز کے ہر رکن کو صحیح طریق سے بجالایا جائے تو پانچ اوقات کی فرض اور ایک دو اوقات کی نفل نمازیں ہی انسان کے لئے ورزش کا کافی سامان مہیا کر دیتی ہیں اور انسانی عضلات ڈھیلے اور ست نہیں پڑنے پاتے۔ پھر عبادت کی تیاری کے لئے وضو بھی آپ کے جسم کی پاکیزگی اور صحت کو برقرار رکھنے میں بہت ممد ثابت ہوتا ہے اور شریعت کے عائد کردہ غسل آپ کے بدن کو پاکیزہ رکھنے میں وضو کی اعانت کرتے ہیں۔ گویا عبادت اپنی ذات میں اپنے تمام لوازمات کے ساتھ اکیلی ہی آپ کی بدنی صحت کی بہت حد تک ضمانت دے سکتی ہے۔

اس پانچ نکاتی پروگرام پر عمل کیجئے اور Dieting وغیرہ (یعنی خوراک بہت کم کر کے پتلا ہونے کی کوشش) سے مستغنی ہو جائیے۔

(ورزش کے زینے ص45 تا47)

سیر و تفریح اور ورزش

سیر و تفریح اور ورزش کے متعلق حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں۔

سیر و تفریح اور ورزش انسانی صحت کے لئے ازحد ضروری ہیں۔ اور ہر گز نیکی اور بڑی عمر کی شان کے منافی نہیں۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے دوڑ کا مقابلہ فرمایا۔ حضرت مسیح موعود... سے بھی ایک مرتبہ (دینی) غیرت کے اظہار کے طور پر ایک سکھ کو نیچا دکھانے کے لئے دوڑ کا مقابلہ ثابت

ہے۔ جس میں آپ نے اس کا غرور توڑا اور اسے مات دی۔ اسی طرح اپنی صحت کو برقرار رکھنے کے لئے مگدر پھیرنا بھی آپ سے ثابت ہے۔ حضرت (مصلح موعود) قادیان سے باہر کبھی کبھی شکار کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے اور ایک مرتبہ دریائے بیاس کے کنارے آپ نے اپنے بچوں اور خدام کے ساتھ دوڑ کے مقابلے میں بھی شرکت فرمائی۔ ان ساری پر حکمت باتوں پر انسان اگر عمل کرے۔ تو وہ باطنی اور ظاہر حسن دونوں سے مالامال ہو سکتا ہے۔

حضرت (مصلح موعود) فرماتے ہیں۔

ورزش کی عادت جو ڈالی جاتی ہے وہ اسی لئے ہوتی ہے کہ انسان کے جسم میں چستی اور پھرتی پیدا ہو۔ اس کے اعضاء درست رہیں اور اس کی ہمت بڑھے۔

(الفضل 28 مارچ 1939ء)

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سادہ پاکیزہ اور جفاکش زندگی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر ایک نور کی سی کیفیت پیدا کر دی تھی۔ جس پر آسمانی نور کے نزول نے ایک اور ہی عالم پیدا کر دیا۔ صحابہؓ کبھی پورے ماہ کے چاند کی طرف دیکھتے اور کبھی اس چہرے کا نظارہ کرتے اور ایسے بے اختیار گواہی دیتے کہ وہ نور چاند سے بڑھ کر روشن ہے۔ کبھی اسے آفتاب سے تشبیہ دیتے۔ لیکن اس اقرار کے ساتھ فی الواقعہ وہ نور ہر دوسرے نور ہر دوسرے حسن سے بہتر ہے۔

(ورزش کے زینے ص 31-32)

حفظانِ صحت کے اصول

حفظ صحت کے اصول کے متعلق بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں۔

آپ کی طاقت کا انحصار کن امور پر ہے۔

یاد رکھئے کہ انسانی جسم اکثر و بیشتر چار چیزوں یعنی عضلات، ہڈیوں، چربی اور خون سے بنا ہوا ہے۔ ان میں سے عضلات (جنہیں مچھلیاں بھی کہا جاتا ہے) جسم کے کل وزن کا 45 فیصد ہوتے ہیں۔ انسانی جسم میں ان کی تعداد کم و بیش 639 ہے۔ اور ان میں سے ہر عضلہ میں مندرجہ ذیل چار ضروری صفات پائی جاتی ہیں۔

اول۔ ہر عضلہ طاقت یا حرکت پیدا کرنے کی اہلیت رکھتا ہے جسے ماپا جاتا ہے۔

دوم۔ ہر عضلہ اپنے اندر کچھ طاقت کا ذخیرہ کر سکتا ہے جو دوران خون پر منحصر نہیں ہوتا۔ بلکہ خون بند ہونے پر بھی عضلہ اس طاقت کا استعمال کر سکتا ہے اسے عضلہ کی ذخیرہ کرنے کی طاقت کہا جاتا ہے۔

سوم۔ ہر عضلہ سکڑنے کی طاقت رکھتا ہے۔ جتنا زیادہ صحت مند اور توانا عضلہ ہوگا۔ اسی قدر زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ سکڑنے کی اہلیت اس میں پائی جائے گی۔

چہارم۔ ہر عضلے میں لچک پائی جاتی ہے اور کھینچ کر لمبا ہو سکتا ہے جتنی لچک زیادہ ہو اسی قدر بہتر ہے۔ مندرجہ بالا چاروں صفات کا مجموعہ ایک عضلے کی مجموعی طاقت بناتا ہے۔

عضلہ کی مجموعی طاقت کو استعمال کرنے کے ساتھ ہی یہ ضروری ہے کہ استعمال شدہ طاقت کی جگہ لینے کے لئے مسلسل نئی طاقت پہنچتی رہے اور یہ کام دوران خون کے ذریعہ سرانجام پاتا ہے جس کے خاطر خواہ اور عمدہ ہونے کا انحصار مندرجہ ذیل چار چیزوں پر ہے۔

اول۔ خون صحت مند اور بیماری سے پاک ہو۔

دوم۔ شریانیں صحت مند اور لچک دار ہوں۔

سوم۔ دل جسیم اور توانا ہو۔

چہارم۔ پھیپھڑے صحت مند، مضبوط اور کشادہ ہوں۔

یہ چاروں چیزیں مل کر عضلات کو بروقت اور مناسب مقدار میں طاقت مہیا کرتے رہنے کی ذمہ دار ہیں۔ پس خلاصہ کلام یہ ہوا کہ انسانی جسم کی مجموعی طاقت کا انحصار عضلات کے اندر مذکورہ بالا چاروں صفات کے مجموعے اور عمدہ خون کی بروقت مسلسل اور مناسب مقدار کے پہنچتے رہنے پر منحصر ہے۔

جہاں تک انسانی خلقت کی حد بندی اجازت دیتی ہے۔ ہم پاکیزہ غذا، اچھی آب و ہوا، صفائی اور مناسب ورزش کے ذریعے ان تمام قوتوں میں خاطر خواہ اضافہ کر سکتے ہیں۔

(ورزش کے زینے ص 35-36)

آپ کتنے طاقتور ہو سکتے ہیں؟

اس بارے میں حضرت صاحب فرماتے ہیں۔

"یہ ایک اہم سوال ہے کہ ورزش آپ میں کتنی طاقت پیدا کر سکتی ہے۔ کیا اگر آپ روز ورزش بڑھاتے چلے جائیں تو رفتہ رفتہ غیر محدود عرصے تک اپنی طاقت بھی بڑھاتے چلے جائیں گے؟

اگر ایسا ہو تو اس کی مثال وہی ہو گی کہ ایک عورت پہلے دن بچھڑے کو گود میں اٹھا لے اور پھر روزانہ ایسا ہی کرتی رہے تو کیا وہ چند سالوں کے بعد پورے بیل کو بھی اسی طرح گود میں اٹھا سکے گی؟

ظاہر ہے کہ اس کا جواب نفی میں ہے بات درحقیقت یہ ہے کہ ہر انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے معین قوتیں رکھی ہیں جن کی حد سے آگے نکل جانا اس کے قبضہ قدرت میں نہیں ہوتا۔ ہر انسان اپنے ڈھانچے اپنی نسل اور خاندان اپنے اعضاء کی بناوٹ اور مادے کے اعتبار سے ایک خاص مقام تک ترقی پا سکتا ہے۔ اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اور ورزش صرف آپ کی یہ مدد کرتی ہے کہ آپ کو طاقت کے اس انتہائی مقام تک پہنچا دیتی ہے۔ جو آپ کے لئے مقدر ہے۔ آپ یہ سن کر تعجب کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو طاقتیں عطا فرمائی ہیں اگر آپ ورزش نہ کر رہے ہوں اور ان طاقتوں کو پڑا پڑا ضائع کر دیں تو اپنی امکانی طاقت کا بیس فیصد بھی آپ استعمال نہیں کر سکتے ورزش آپ کی صلاحیتوں کو بیدار کرتی ہے۔ اور آپ کو خدا تعالیٰ کی ودیعت کردہ قوتوں کے انتہائی مقام تک پہنچاتی ہے۔

(ورزش کے زینے ص 37-38)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ توفیق عطا کرے کہ ہم ان تمام بابرکت نصائح پر عمل کرنے والے بنیں جو کھیل ہماری صحت کے لئے ہوں انہیں کھیلا جائے اور کھیل میں اخلاقی حالت بہتر سے بہتر بنے۔ اللہ کرے ایسا ہی۔ آمین